تفسیر ابن کثیر اُردو پارہ ۱۵

فہرست اہم مضامین

موضوع	صفحہ	موضوع	صفحہ
تفسیر سورۃ بنی اسرائیل	۲	بنی آدم پر اللہ تعالیٰ کے احسانات	۵۷
معراج کا بیان	۲	اعمال نامے	۵۸
شاہِ بابل کے ہاتھوں اسرائیل کی بربادی	۲۷	نمازوں کو پابندیٔ وقت کے ساتھ قائم کرنیکا حکم	۶۰
عمل اور رزق زیرِ اثر تقدیر ہیں	۲۹	قرآن میں شفا ہے	۶۷
ہر شخص کا عمل اس کے اپنے ساتھ ہے	۳۰	روح کا بیان	۶۸
والدین کا مرتبہ اور ان کے ساتھ نیک سلوک کا حکم	۳۸	تمام جنات و انسان مل کر بھی قرآن کا مثل بنانے سے عاجز ہیں	۷۰
قتلِ اولاد سے ممانعت	۴۲	حضرت موسیٰ ع کو عطا کردہ معجزات	۷۷
ناحق قتل کی حرمت	۴۳	قرآن کے پڑھنے کا طریقہ	۸۰
یتیموں کے مال کی حفاظت	۴۴	تفسیر سورۃ کہف	۸۱
تکبر سے ممانعت	۴۶	اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا	۸۲
جملہ کائنات اللہ تعالیٰ کی تقدیس میں	۵۱	اصحابِ کہف کا عبرت انگیز واقعہ	۸۳
اکرامِ مسلم	〃	دولت پر غرور کا وبال	۹۷
غیر اللہ سے مدد مانگنے کی ممانعت	۵۲	قیامت کی ہولناکی کا ذکر	۱۰۱
ابلیس کو مہلت	۵۵	حضرت خضر ع اور حضرت موسیٰ ع کی ملاقات	۱۰۷

یہ تفسیر کشمیر میں ملنے کا پتہ :- مکتبہ مسلم بربر شاہ سری نگر کشمیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُبْحٰنَ الَّذِیْ

تفسیر سورۂ بنی اسرائیل مکیۃ

بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ کہف اور سورۂ مریم سب سے پہلی سب سے بہتر اور بڑی فضیلت والی ہیں۔ مسند احمد میں ہے حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفلی روزے کبھی تو اس طرح پے در پے لگاتار رکھتے چلے جاتے کہ ہم اپنے دل میں کہتے شائد حضور یہ پورا مہینہ روزوں ہی میں گذار دیں گے اور کبھی بالکل ہی نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم سمجھ لیتے کہ شاید آپ اس مہینے میں روزے رکھیں گے ہی نہیں اور آپ کی عادت مبارک تھی کہ ہر رات سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر پڑھا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

بڑے مہربان اور سب سے زیادہ رحم کرنے والے معبود حق کے نام سے شروع

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا

پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے

مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ

مسجد اقصےٰ تک لے گیا

الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ

جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لئے کہ

مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①

ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے

اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کی عزت و عظمت و اپنی پاکیزگی و قدرت بیان فرماتا ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کی سی قدرت کسی میں نہیں وہی عبادتوں کے لائق اور صرف وہی ساری مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے وہ اپنے بندے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی رات کے ایک حصے میں مکے شریف کی مسجد سے بیت المقدس کی مسجد تک لے گیا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے سے انبیاء کرام علیہم السلام کا مرکز رہا اسی لئے تمام انبیاء علیہم السلام وہیں آپ کے پاس جمع کئے گئے اور آپ نے وہیں انہی کی جگہ ان سب کی امامت کی جو دلیل ہے اس امر کی کہ امام اعظم اور رئیس مقدم آپ ہی ہیں صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔ اس مسجد کے ارد گرد ہم نے برکت دے رکھی ہے پھل پھول کھیت اور باغات وغیرہ سے یہ اس لئے کہ ہمارا ارادہ اپنے اس محترم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زبردست نشانیاں دکھانے کا تھا جو آپ نے اس رات ملاحظہ فرمائیں۔ خدائے تعالےٰ

اپنے بندوں کی مومنوں اور کافروں کی یقین والوں اور منکروں کی سب کی باتیں سننے والا ہے اور سب کو دیکھ رہا ہے۔ ہر ایک کو وہی دیگا جس کا وہ مستحق ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی معراج کی بابت بہت سی حدیثیں ہیں جو اب بیان ہو رہی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رضؓ سے مروی ہے کہ معراج والی رات جب کہ کعبۃ اللہ شریف سے آپ کو بلایا گیا۔ آپ کے پاس تین فرشتے آئے اس سے پہلے کہ آپ کی طرف وحی کی جائے۔ اس وقت آپ بیت اللہ شریف میں سوئے ہوئے تھے۔ ان میں سے اگلے نے پوچھا کہ یہ ان سب میں سے کون ہیں؟ درمیان والے نے جواب دیا کہ یہ ان سب میں بہتر ہیں۔ تو سب سے اخیر والے نے کہا۔ پھر ان کو لے چلو۔ بس اس رات تو اتنا ہی ہوا۔ پھر آپ نے انھیں نہ دیکھا۔ دوسری رات پھر یہ تینوں آئے اس وقت بھی آپ سو رہے تھے لیکن آپ کا سونا اس طرح کا تھا کہ آنکھیں سوتی تھیں اور دل جاگ رہا تھا۔ تمام انبیاء ع کی نیند اسی طرح کی ہوتی ہے، اس رات انھوں نے آپ سے کوئی بات نہیں کی، آپ کو اٹھا کر چاہ زمزم کے پاس لٹایا اور آپ کا سینہ گردن تک خود جبرئیل ؑ نے اپنے ہاتھ سے چاک کیا اور سینے اور پیٹ کی تمام چیزیں نکال کر انھیں اپنے ہاتھ سے زمزم کے پانی سے دھویا جب خوب پاک وصاف کر چکے تو آپ کے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا جس میں سونے کا ایک بڑا پیالہ تھا جو حکمت اور ایمان سے پُر تھا اس سے آپ کے سینے کو اور گلے کی رگوں کو پُر کر دیا۔ پھر سینے کو سی دیا گیا، پھر آپ کو آسمان دنیا کی طرف لے کر چڑھے وہاں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھٹکھٹایا فرشتوں نے پوچھا کہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا جبرئیل ؑ، پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ فرمایا، میرے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، پوچھا کیا آپ کو بلوایا گیا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں سب بہت خوش ہوتے اور مرحبا کہتے ہوئے آپ کو لے گئے آسمانی فرشتے بھی کچھ نہیں جانتے کہ زمین پر خدائے تعالےٰ کیا کچھ کرنا چاہتا ہے۔ جب تک کہ انھیں معلوم نہ کرا دیا جائے آپ نے آسمان دنیا پر حضرت آدم علیہ السلام کو پایا جبرئیل ؑ نے تعارف کرایا کہ یہ آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام ہیں: انھیں سلام کیجئے، آپ نے سلام کیا، حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا مرحبا کہا اور فرمایا آپ میرے بہت ہی اچھے بیٹے ہیں، وہاں دو نہریں جاری دیکھ کر آپ نے حضرت جبرئیل ؑ سے دریافت کیا کہ نہریں کیا ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ نیل اور فرات کا عنصر۔ پھر آپ کو آسمان میں لے چلے، آپ نے ایک نہر دیکھی جس پر لولو اور موتیوں کے بالاخانے تھے جس کی مٹی خالص مُشک تھی، پوچھا یہ کونسی نہر ہے؟ جواب ملا کہ یہ نہرِ کوثر ہے یہ آپ کے پروردگار نے آپ کے لئے تیار کر رکھی ہے، پھر آپ کو دوسرے آسمان پر لے گئے وہاں کے فرشتوں سے بھی وہی باتیں ہوئیں۔ پھر آپ کو تیسرے آسمان پر لے گئے وہاں کے فرشتوں سے بھی وہی سوال جواب وغیرہ ہوتے جو آسمان اول پر اور دوسرے آسمان پر ہوتے تھے، پھر آپ کو چوتھے آسمان پر چڑھایا گیا، ان فرشتوں نے بھی اسی طرح پوچھا اور جواب پایا وغیرہ، پھر پانچویں آسمان پر چڑھائے گئے، وہاں بھی وہی کہا سنا گیا، پھر چھٹے پر، پھر ساتویں آسمان پر گئے وہاں بھی یہی بات چیت ہوئی، ہر آسمان پر وہاں کے نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں جن کے نام حضور ص نے بتلائے جن میں سے مجھے یہ یاد ہیں کہ دوسرے آسمان میں حضرت ادریس ع اور چوتھے آسمان میں حضرت ہارون ع پانچویں والے کا نام مجھے یاد نہیں، چھٹے میں حضرت ابراہیم ع ساتویں میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ عَلَیْہِ وَعَلٰی سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ، جب آپ یہاں سے بھی اونچے چلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا میرا خیال تھا کہ مجھ سے بلند تو کسی کو نہ کرے گا اب آپ اس بلندی پر پہنچے جس کا علم خدا ہی کو ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اور خدا تعالیٰ آپ سے بہت ہی نزدیک ہوا بقدر دو کمان کے بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا پھر خدا کی طرف سے آپ کی جانب وحی کی گئی جس میں آپ کی امت

پر ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں، جب آپ وہاں سے اترے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو روکا، اور پوچھا کہ کیا حکم ملا؟ فرمایا دن رات میں پچاس نماز کا، کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا یہ آپکی امت کی طاقت سے باہر ہے آپ واپس جائیے اور کمی کی طلب کیجیے، آپ نے حضرت جبرئیل ؑ کی طرف دیکھا کہ گویا آپ ان سے مشورہ لے رہے ہیں ان کا بھی اشارہ پایا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو کیا حرج ہے، آپ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف گئے اور اپنی جگہ ٹھہر کر دعا کی کہ خدایا ہمیں تخفیف عطا ہو، میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی پس اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں، پھر آپ واپس لوٹے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر آپکو روکا اور یہی کہ فرمایا جاؤ اور کم کراؤ، آپ پھر گئے پھر کم ہوئیں یہاں تک کہ آخر میں پانچ رہ گئیں، حضرت موسیٰ ؑ نے پھر بھی فرمایا کہ دیکھو میں بنی اسرائیل میں اپنی عمر گزار آیا ہوں انھیں اس سے بھی کم کا حکم تھا لیکن پھر بھی وہ بے طاقت ثابت ہوئے اور اسے چھوڑ بیٹھے آپکی امت تو ان سے بھی ضعیف ہے جسم کے اعتبار سے بھی اور دل بدن آنکھ کان کے اعتبار سے بھی، آپ پھر جائیے اور اللہ تعالیٰ سے تخفیف کی طلب کیجیے، آپ نے پھر حسب عادت حضرت جبرئیل کی طرف دیکھا حضرت جبرئیل ؑ آپ کو پھر اوپر لے گئے آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ خدایا میری امت کے جسم دل کان آنکھیں اور بدن کمزور ہیں ہم سے اور بھی تخفیف کر، اسیوقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! آپ نے جواب دیا لبیک وسعدیک، فرمایا سُن! میری باتیں بدلتی نہیں، جو میں نے مقرر کیا ہے یہی میں ام الکتاب میں لکھ چکا ہوں، یہ پانچ ہیں پڑھنے کے اعتبار سے اور پچاس ہیں ثواب کے اعتبار سے، جب آپ واپس آئے حضرت موسیٰ ؑ نے کہا کہو سوال منظور ہوا؟ آپ نے فرمایا ہاں کمی ہوگئی یعنی پانچ پر ثواب پچاس کا مل گیا، ہر نیکی کا ثواب دس گنا عطا فرمایا جائیگا وعدہ ہوگیا، حضرت موسیٰ ؑ نے پھر فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں انھوں نے اس سے بھی ہلکے احکام کو ترک کر دیا تھا، آپ پھر جائیے اور پروردگار سے کمی طلب کیجیے، رسول اللہ صلعم نے جواب دیا کہ اے کلیم اللہ میں گیا آیا اب تو مجھے شرم سی ہوتی ہے، آپ نے فرمایا اچھا پھر تشریف لے جائیے بسم اللہ کیجیے، اب جب آپ جاگے تو آپ مسجد الحرام میں تھے۔ صحیح بخاری شریف میں یہ حدیث کتاب التوحید میں بھی ہے اور صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ہے یہ روایت شریک بن عبداللہ بن ابو نمر سے مروی ہے لیکن انھوں نے اضطراب کر دیا ہے اپنے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے بالکل ٹھیک ضبط نہیں رکھا، ان احادیث کے آخر میں اس کا بیان آئے گا، انشاء اللہ تعالیٰ، بعض اسے واقعہ خواب بیان کرتے ہیں شاید اس جملہ کی بناء پر جو اسکے آخر میں وارد ہے "واللہ اعلم" حافظ ابوبکر بیہقی رح اس حدیث کے اس جملے کو جس میں ہے کہ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ قریب ہوا اور اتر آیا پس بقدر دو کمان کے ہوگیا بلکہ اور نزدیک، شریک نامی راوی کی زیادتی بتاتے ہیں جس میں وہ منفرد ہیں، اسی لئے بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپ نے اس رات اللہ عزوجل کو دیکھا، لیکن حضرت عائشہ رض حضرت ابن مسعود رض حضرت ابوہریرہ رض ان آیتوں کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ آپ نے حضرت جبرئیل ؑ کو دیکھا یہی زیادہ صحیح ہے اور امام بیہقی کا فرمان بالکل حق ہے، اور روایت میں ہے کہ جب آپ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو آپ نے فرمایا وہ نور - - - - - ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں اور روایت میں ہے کہ میں نے نور دیکھا ہے، جو سورۂ والنجم میں ہے ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی یعنی پھر وہ نزدیک ہوا اور اتر آیا، اس سے مراد حضرت جبرئیل ہیں جیسے کہ ان تینوں صحابیوں کا بیان ہے، صحابہ میں سے تو کوئی اس آیت کی اس تفسیر میں ان کا مخالف نہیں نظر آتا، مسند امام احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے پاس براق لایا گیا جو گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا تھا جو ایک ایک قدم اتنی دور رکھتا تھا جتنی دور اس کی نگاہ پہنچے، میں اس پر سوار ہوا وہ مجھے لے چلا میں بیت المقدس پہنچا اور اسی کنڈے میں اسے باندھ دیا جس میں انبیاء ؑ باندھا کرتے تھے، پھر میں نے مسجد میں جاکر دو رکعت نماز ادا کی جب وہاں سے نکلا تو حضرت جبرئیل ؑ میرے پاس ایک برتن میں شراب لائے اور ایک میں دودھ لائے میں نے دودھ کو پسند کر لیا جبرئیل ؑ نے فرمایا کہ تم فطرت تک پہنچ گئے، پھر اوپر والی حدیث کی طرح

آسمان اول پر پہنچنا اس کا کھلوانا فرشتوں کا دریافت کرنا جواب پانا ہر آسمان پر اسی طرح ہونا بیان ہے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جنھوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر کی، دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السّلام سے ملاقات ہونے کا ذکر ہے جو دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی بھائی تھے ان دونوں نے بھی آپ کو مرحبا کہا اور دعائے خیر دی پھر تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جنھیں آدھا حسن دیا گیا ہے آپ نے بھی مرحبا کہا نیک دعا کی، پھر چوتھے آسمان پر حضرت ادریس ع سے ملاقات ہوئی جن کی بابت فرمانِ خدا ہے وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ہم نے اُسے اونچی جگہ اٹھالیا ہے، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون ع سے ملاقات ہوئی چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ ع سے ملاقات ہوئی، ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے دیکھا، بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں مگر جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آنے کی پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے اور جس کے پھل مٹکے جیسے اُسے امرِ خدا نے ڈھک رکھا تھا اس خوبی کا کوئی بیان نہیں کرسکتا، پھر وحی ہونے کا اور پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا اور یہ مشورۂ حضرت موسیٰ ع واپس جاجا کر کمی کراکر پانچ تک پہنچنے کا بیان ہے اس میں ہر بار کے سوال پر پانچ کی کمی کا ذکر ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آخر میں آپ سے فرمایا گیا جو نیکی کا ارادہ کرے، اگر وہ اس کو نہ کرسکے تب بھی اسے ایک نیکی کا ثواب مل جاتا ہے اور اگر کرلے تو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ گناہ کے صرف ارادے سے گناہ نہیں لکھا جاتا اور کرلینے سے ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے (مسلم) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس رات آپ کو اسرا بیت اللہ سے بیت المقدس تک ہوا اسی رات معراج بھی ہوئی اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں مسند احمد میں ہے کہ براق کو لگام بھی تھی اور زین بھی تھی جب وہ سواری کے وقت کسمسایا تو حضرت جبرئیل ع نے کہا، کیا کر رہا ہے؟ واللہ تجھ پر آپ سے پہلے آپ سے زیادہ بزرگ شخص کوئی سوار نہیں ہوا، پس براق پسینوں پسینوں ہوگیا آپ فرماتے ہیں جب مجھے میرے رب عزوجل کی طرف چڑھایا گیا تو میرا گذر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے تانبے کے ناخن تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ اور چھیل رہے تھے، میں نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو جواب دیا گیا کہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت آبرو کے درپے رہتے تھے ۔

ابوداود میں ہے کہ معراج والی رات جب میں حضرت موسیٰ ع کی قبر سے گذرا تو میں نے انھیں وہاں نماز میں کھڑا پایا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے مسجد اقصیٰ کے نشانات پوچھے، جو آپ نے بتانے شروع کئے ہی تھے کہ حضرت صدیق رض کہنے لگے آپ بجا ارشاد فرمارہے ہیں اور سچے ہیں میری گواہی ہے کہ آپ رسول اللہ صلعم ہیں، حضرت ابوبکر رض نے اُسے دیکھ رکھا تھا، مسند بزار میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا میں سویا ہوا تھا جو حضرت جبرئیل ع آئے اور میرے دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ دیا پس میں کھڑا ہو کر ایک درخت میں بیٹھ گیا جس میں پرندوں کے مکان جیسے تھے ایک میں حضرت جبرئیل ع بیٹھ گئے وہ درخت پھول گیا اور اونچا ہونا شروع ہوا یہاں تک کہ اگر میں چاہتا تو آسمان کو چھولیتا میں تو اپنی چادر ٹھیک کررہا تھا لیکن میں نے دیکھا کہ حضرت جبرئیل سخت تواضع اور فروتنی کے عالم میں ہیں تو میں جان گیا کہ خدا کی معرفت کے علم میں یہ مجھ سے افضل ہیں آسمان کا ایک دروازہ میرے لئے کھولا گیا، میں نے ایک زبردست عظیم الشان نور دیکھا جو حجاب میں تھا اور اس کے اس طرف یاقوت اور موتی تھے، پھر میری جانب بہت کچھ وحی کی گئی، دلائل بیہقی میں ہے کہ حضور صلعم اپنے صحابہ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے اور جبرئیل ع آئے اور آپ کی پیٹھ کو انگلی سے اشارہ کیا، آپ اُن کے ساتھ ایک درخت کی جانب چلے جس میں پرندوں

کے جیسے گھونسلے تھے الخ، اس میں یہ بھی ہے کہ جب ہماری طرف نور اترا تو حضرت جبرئیل تو بیہوش ہو کر گر پڑے الخ پھر میری جانب وحی کی گئی کہ نبی اور بادشاہ ہونا چاہتے ہو یا نبی اور بندہ ہونا چاہتے ہو اور جنتی؟ حضرت جبرئیلؑ نے اسی طرح تواضع سے گرے ہوئے مجھ سے اشارے سے فرمایا کہ تواضع اختیار کرو میں نے جواب دیا کہ خدایا میں نبی اور بندہ بننا منظور کرتا ہوں اگر یہ روایت صحیح ہو جائے تو ممکن ہے کہ یہ واقعہ معراج کے سوا اور ہو، کیونکہ اس میں نہ بیت المقدس کا ذکر ہے نہ آسمان پر چڑھنے کا، واللہ اعلم، بزار کی ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اپنے رب عز و جل کو دیکھا، لیکن یہ روایت غریب ہے ابن جریر میں ہے کہ براق نے جب حضرت جبرئیلؑ کی بات سنی اور پھر وہ آپ کو سوار کرا کے لے چلا تو آپ نے راستے کے ایک کنارے پر ایک بڑھیا کو دیکھا، پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا کہ چلے چلئے، پھر آپ نے چلتے چلتے دیکھا کہ کوئی راستے سے یکسو ہے اور آپ کو بلا رہا ہے، پھر آپ آگے بڑھے تو دیکھا کہ خدا کی ایک مخلوق ہے اور بہ آواز بلند کہہ رہی ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَوَّلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اٰخِرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَاشِرُ جبرئیلؑ نے فرمایا جواب دیجئے، آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا پھر دوبارہ ایسا ہی ہوا پھر تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا یہاں تک کہ آپ بیت المقدس پہنچے، وہاں آپ کے سامنے پانی اور شراب اور دودھ پیش کیا گیا، آپ نے دودھ لے لیا، جبرئیلؑ نے فرمایا آپ نے رازِ فطرت پا لیا، اگر آپ پانی کا برتن لے کر پی لیتے تو آپکی امت غرق ہو جاتی ہے، اور اگر آپ شراب پی لیتے تو آپکی امت بہک جاتی، پھر آپ کے لئے حضرت آدمؑ سے لیکر آپ کے زمانے تک کے تمام انبیاءؑ بھیجے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی امامت کرائی اور اس رات سب نے نماز آپکی اقتدا میں پڑھی پھر حضرت جبرئیل نے فرمایا، راستے کے کنارے جس بڑھیا کو آپ نے دیکھا تھا اس سے گویا یہ دکھایا گیا تھا کہ دنیا کی عمر اب صرف اتنی ہی باقی ہے جیسے اس بڑھیا کی عمر اور جس کی آواز پر آپ توجہ کرنے والے تھے وہ دشمن خدا ابلیس تھا اور جن کی سلام کی آوازیں آپ نے سنیں وہ ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے، اس میں بھی بعض الفاظ میں غرابت اور نکارت ہے، واللہ اعلم، اور روایت میں ہے کہ جب میں براق پر حضرت جبرئیلؑ کی معیت میں چلا تو ایک جگہ انہوں نے مجھ سے فرمایا یہیں اتر کر نماز ادا کیجئے، جب میں نماز پڑھ چکا تو فرمایا جانتے ہو یہ کونسی جگہ ہے؟ یہ طیبہ یعنی مدینہ ہے یہی ہجرت گاہ ہے، پھر ایک اور جگہ مجھ سے نماز پڑھوائی اور فرمایا یہ طور سینا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا، پھر ایک اور جگہ نماز پڑھوا کر فرمایا، یہ بیت لحم ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، پھر میں بیت المقدس پہنچا وہاں تمام انبیاءؑ جمع ہوئے جبرئیل نے مجھے امام بنایا، میں نے انکی امامت کی، پھر مجھے آسمان کی طرف چڑھا لے گئے پھر آپ کا ایک ایک آسمان پر پہنچنا وہاں پیغمبروں سے ملنا مذکور ہے، فرماتے ہیں جب میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا تو مجھے ایک نورانی ابر نے ڈھک لیا میں اسی وقت سجدے میں گر پڑا، پھر آپ پر پچاس نمازوں کا فرض ہونا اور کم ہونا وغیرہ کا بیان ہے، آخر میں حضرت موسیٰؑ کے بیان میں ہے کہ میری امت پر تو صرف دو نمازیں مقرر ہوئی تھیں لیکن وہ انھیں بھی نہ بجا لائے آپ پھر پانچ سے بھی کمی چاہنے کے لئے گئے تو فرمایا گیا کہ میں نے تو آسمان اور زمین کے پیدائش والے دن ہی تجھ پر اور تیری امت پر یہ پانچ نمازیں مقرر کر دی تھیں، یہ پڑھنے میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہیں، پس تو تیری امت اس کی حفاظت کرے، آپ فرماتے ہیں اب مجھے یقین ہو گیا کہ خدا کا یہی آخری حکم ہے، پھر جب میں حضرت موسیٰؑ کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے پھر واپس لوٹنے کا مشورہ دیا لیکن چونکہ میں معلوم کر چکا تھا کہ یہ خدائے تعالیٰ کا حتمی حکم ہے اس لئے میں پھر خدائے تعالیٰ کے پاس نہ گیا، ابن ابی حاتم میں معراج کے واقعہ کی مطول حدیث ہے اس میں یہ بھی ہے کہ جب آپؐ بیت المقدس کی مسجد کے پاس اس دروازے پر پہنچے جسے باب محمد کہا جاتا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) وہیں ایک پتھر تھا

جسے حضرت جبرئیل ؑ نے اپنی انگلی لگائی تو اس میں سوراخ ہوگیا وہیں آپ نے براق کو باندھا اور مسجد پر چڑھ گئے، بیچوں بیچ پہنچ جانے کے بعد حضرت جبرئیل ؑ نے کہا آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ آرزو کی ہے کہ وہ آپ کو حوریں دکھائے؟ آپ نے فرمایا ہاں، کہا آئیے وہ یہیں ہیں سلام کیجئے، وہ صخرہ کے بائیں جانب بیٹھی ہوئی تھیں، میں نے وہاں پہنچ کر انھیں سلام کیا سب نے میرے سلام کا جواب دیا میں نے پوچھا تم سب کون ہو؟ انھوں نے کہا ہم نیک سیرت، خوبصورت حوریں ہم بیویاں ہیں خدا کے نیک پرہیزگار بندوں کی جو نیک کار ہیں جو گناہوں کے میل کچیل سے دور ہیں جو پاک کر کے ہمارے پاس لائے جائیں گے پھر نہ نکالے جائیں گے ہمارے پاس ہی رہیں گے کبھی جدا نہ ہوں گے ہمیشہ زندہ رہیں گے کبھی نہ مریں گے میں ان کے پاس سے چلا آیا وہیں لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے اور ذرا ہی دیر میں بہت سے آدمی جمع ہو گئے، موذن نے اذان کہی تکبیر ہوئی اور ہم سب کھڑے ہو گئے ہم منتظر تھے کہ امامت کون کریگا کہ جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کر دیا میں نے انھیں نماز پڑھائی جب میں فارغ ہوا تو جبرئیل ؑ نے کہا جانتے بھی ہو کن کو آپ نے نماز پڑھائی میں نے کہا نہیں، فرمایا، آپ کے پیچھے آپ کے یہ سب مقتدی خدا کے پیغمبر تھے جنھیں اللہ تعالیٰ مبعوث فرما چکا ہے پھر میرا ہاتھ تھام کر آسمان کی طرف لے چلے، پھر بیان ہے کہ دروازے آسمانوں کے کھلوائے، فرشتوں نے سوال کیا جواب پاکر دروازے کھولے، وغیرہ، پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انھوں نے فرمایا، میرے بیٹے اور نیک نبی کو مرحبا ہو اس میں چوتھے آسمان پر حضرت ادریس ؑ سے ملاقات کرنے کا ذکر بھی ہے ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم ؑ سے ملنے اور انکے بھی یہی فرمانے کا ذکر ہے جو حضرت آدم ؑ نے فرمایا تھا پھر مجھے وہاں سے بھی اونچے لے گئے میں نے ایک نہر دیکھی جس میں لولو یاقوت اور زبرجد کے جام تھے اور بہترین خوش رنگ سبز پرند تھے میں نے کہا یہ تو نہایت ہی نفیس پرند ہیں، جبرئیل ؑ نے فرمایا ہاں ان کو کھانے والے ان سے بھی اچھے ہیں، پھر فرمایا معلوم بھی ہے یہ کونسی نہر ہے؟ میں نے کہا نہیں، فرمایا وہ نہر کوثر ہے جو خدا نے آپکو عطا کر رکھی ہے، اس میں سونے چاندی کے آبخورے تھے جو یاقوت و زمرد سے جڑاؤ تھے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا، میں نے ایک سونے کا پیالہ لے کر پانی بھر کر پیا تو وہ شہد سے بھی زیادہ میٹھا تھا اور مشک سے بھی زیادہ خوشبودار تھا جب میں اس سے بھی اوپر پہنچا تو ایک نہایت خوش رنگ بادل نے مجھے آگھیرا جس میں مختلف رنگ تھے جبرئیل ؑ نے تو مجھے چھوڑ دیا اور میں خدا کے سامنے سجدہ میں گر پڑا پھر پچاس نمازوں کے فرض ہونیکا بیان ہے پھر آپ واپس ہوئے، حضرت ابراہیم نے تو کچھ نہ فرمایا لیکن حضرت موسیٰ ؑ نے آپ کو سمجھا بجھا کر واپس طلب تخفیف کے لئے بھیجا، الغرض اسی طرح آپکا بار بار آنا بادل میں ڈھک جانا دعا کرنا تخفیف ہونا حضرت ابراہیم ؑ سے ملتے ہوئے آنا اور حضرت موسیٰ ؑ سے بیان کرنا یہانتک کہ پانچ نمازوں کا رہ جانا وغیرہ، آپ فرماتے ہیں پھر جبرئیل ؑ مجھے لے کر نیچے اترے میں نے ان سے پوچھا کہ جن آسمان پر میں پہنچا وہاں کے فرشتوں نے خوشی ظاہر کی ہنس ہنس کر مسکراتے ہوئے مجھ سے ملے بجز ایک فرشتے کے کہ اس نے میرے سلام کا جواب تو دیا مجھو مرحبا بھی کہا لیکن مسکرائے نہیں یہ کون ہیں اور اس کی کیا وجہ ہے، حضرت جبرئیل نے فرمایا وہ مالک ہیں جہنم کے داروغہ ہیں اپنے پیدا ہونے سے لے کر آج تک وہ ہنسے ہی نہیں اور قیامت تک ہنسیں گے بھی نہیں کیونکہ ان کی خوشی کا یہی ایک بڑا موقعہ تھا، واپسی میں قریشیوں کے ایک قافلہ کو دیکھا جو غلہ لادے جا رہا تھا اسمیں ایک اونٹ تھا جس پر ایک سفید اور ایک سیاہ بورا تھا جب آپ اسکے قریب سے گزرے تو وہ چمک گیا اور مڑ گیا گر پڑا اور لنگڑا ہو گیا آپ اسی طرح اپنی جگہ پہنچا دیئے گئے، صبح آپ نے اپنے اس معراج کا ذکر لوگوں سے کیا مشرکوں نے جب یہ سنا تو وہ سیدھے حضرت ابوبکر رض کے پاس پہنچے اور کہنے لگے لو تمہارے پیغمبر صاحب تو کہتے ہیں کہ وہ آج کی ایک ہی رات میں مہینہ بھر کے فاصلے کے مقام تک ہو آئے، آپ نے جواب دیا کہ اگر فی الواقع آپ نے یہ فرمایا ہو

تو آپ سچے ہیں، ہم تو اس سے بھی بڑی بات میں آپ کو سچا جانتے ہیں ہم مانتے ہیں کہ آپ کو آن کی آن میں آسمان سے خبریں پہنچتی ہیں، مشرکوں نے حضور سے کہا کہ آپ اپنی سچائی کی کوئی علامت بھی پیش کر سکتے ہیں آپ نے فرمایا میں نے راستہ میں فلاں فلاں جگہ قریش کا قافلہ دیکھا ہے ان کا ایک اونٹ جس پر سفید و سیاہ رنگ کے دو بورے ہیں وہ ہمیں دیکھ کر بھڑکا گھوما اور چکر کھا کر گر پڑا اور ٹانگ ٹوٹ گئی جب وہ قافلہ آیا تو لوگوں نے ان سے جا کر پوچھا کہ راستہ میں کوئی نئی بات تو نہیں ہوئی؟ انھوں نے کہا ہاں ہوئی، فلاں اونٹ فلاں جگہ اس طرح گرا وغیرہ کہتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اسی تصدیق کی وجہ سے انھیں صدیق کہا گیا ہے، رضی اللہ عنہ، پھر آپ سے لوگوں نے سوال کیا کہ آپ نے تو حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ سے بھی ملاقات کی ہے ان کے حلیے تو بیان کیجیے۔ آپ نے فرمایا ہاں موسیٰؑ تو گندم گوں رنگ کے ہیں جیسے ازد عمان کے آدمی ہوتے ہیں اور عیسیٰؑ درمیانہ قد کے کچھ سرخی مائل رنگ کے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں ن سیاق میں بھی عجائب و غرائب ہیں مسند احمد میں ہے میں حطیم میں اور روایت میں ہے صخر میں سویا ہوا تھا کہ آنیوالا آیا، ایک نے درمیان والے سے کہا اور وہ میرے پاس آیا اور وہاں سے یہاں تک چاک کر ڈالا یعنی گلے کے پاس سے ناف تک پھر مندرجہ بالا حدیثوں کے مطابق بیان ہے اس میں ہے کہ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰؑ کو میں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا اور فرمایا نیک بھائی اور نیک نبی کو مرحبا ہو جب میں وہاں سے آگے بڑھ گیا تو آپ رو دیئے پوچھا گیا کیسے روتے؟ جواب دیا کہ اس لئے کہ جو بچہ میرے بعد نبی بنا کر بھیجا گیا اسکی امت بہ نسبت میری امت کے جنت میں زیادہ تعداد میں جائے گی، اس میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس چار نہریں دیکھیں، دو ظاہر اور دو باطن۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا، آپ نے مجھے بتایا کہ باطنی تو جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری نیل و فرات ہیں، پھر میری جانب بیت المعمور بلند کیا گیا پھر میرے پاس شراب کا دودھ کا اور شہد کا برتن آیا، میں نے دودھ کا برتن لے لیا، فرمایا یہ فطرت ہے جس پر تو ہے اور تیری امت، اس میں ہے کہ جب پانچ نمازیں ہی رہ گئیں اور پھر بھی کلیم خدا نے واپسی کا مشورہ دیا، تو اپنے رب سے سوال کرتے کرتے شرما گیا، اب میں راضی ہوں اور تسلیم کر لیتا ہوں اور روایت میں ہے کہ میرے گھر کی چھت کھول دی گئی میں اس وقت مکہ میں تھا الخ اس میں ہے کہ جب میں جبرئیلؑ کے ساتھ آسمان دنیا پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں جن کے دائیں بائیں بڑی بڑی جماعت ہے وہ داہنی جانب دیکھ کر مسکرا دیتے ہیں اور ہنسنے لگتے ہیں اور جب بائیں جانب نگاہ اٹھتی ہے تو رو دیتے ہیں، میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا یہ کون ہیں؟ اور ان کے دائیں بائیں کون ہیں؟ فرمایا یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ ان کی اولاد ہے، دائیں جانب والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے جہنمی ہیں انھیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور انھیں دیکھ کر رنجیدہ، اس روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر ملاقات ہوئی، اس میں ہے کہ ساتویں آسمان سے میں اونچا پہنچایا گیا، مستوی میں پہنچ کر میں نے قلموں کے لکھنے کی آوازیں سنیں، اس میں ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ کے مشورے سے میں طلب تخفیف کے لئے گیا تو اللہ تعالیٰ نے آدھی معاف فرما دیں پھر گیا پھر آدھی معاف ہوئی، پھر گیا تو پانچ مقرر ہوئیں اس میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے ہو کر میں جنت میں پہنچایا گیا جہاں سچے موتیوں کے خیمے تھے اور جہاں کی مٹی مشک خالص تھی یہ پوری حدیث صحیح بخاری شریف کی کتاب الصلوٰۃ میں ہے اور ذکر بنی اسرائیل میں بھی ہے اور بیان حج میں اور احادیث انبیاء میں بھی ہے امام مسلم نے صحیح مسلم کتاب الایمان میں بھی وارد فرمائی ہے، مسند احمد میں ہے عبد اللہ بن شقیقؒ نے حضرت ابوذرؓ سے کہا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو کم از کم ایک بات تو ضرور پوچھ لیتا آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ کہا یہی کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ تو ابوذرؓ نے فرمایا، یہ تو میں نے آپ سے پوچھا تھا آپ نے جواب دیا کہ میں نے اسے نور دیکھا میں اسے کیسے دیکھ

سکتا ہوں؟ اور روایت میں ہے کہ وہ نور ہے میں اُسے کہاں سے دیکھ سکتا ہوں؟ ایک روایت میں ہے کہ میں نے نور دیکھا بخاری ومسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب میں نے معراج کے واقعہ کا لوگوں سے ذکر کیا اور قریش نے مجھے جھٹلایا میں اسوقت حطیم میں کھڑا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میری نگاہوں کے سامنے لا دیا اور اسے بالکل ظاہر کر دیا، اب جو نشانیاں وہ مجھ سے پوچھتے تھے میں دیکھتا جاتا تھا اور بتلاتا جاتا تھا، بیہقی میں ہے کہ بیت المقدس میں آپ نے حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی اسی میں ہے کہ جب واپس آکر آپ نے لوگوں میں یہ قصہ بیان فرمایا تو بہت لوگ فتنے میں پڑ گئے جنھوں نے آپ کیساتھ نماز پڑھی تھی، کفار قریش کی جماعت اسی وقت دوڑی بھاگی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس پہنچی اور کہنے لگے لو اور سُنو آج تو تمہارے ساتھی ایک عجیب خبر سنا رہے ہیں کہتے ہیں کہ ایک ہی رات میں وہ بیت المقدس سے ہو کر آبھی گئے آپ نے فرمایا اگر وہ فرماتے ہیں تو سچ ہے واقعی ہو آئے ہیں،" انھوں نے کہا، یعنی تم اسے بھی مانے لیتے ہو کہ رات کو جائے اور صبح سے پہلے ملک شام سے واپس مکہ پہنچ جائے، آپ نے فرمایا اس سے بھی زیادہ بڑی بات کو میں اس سے بہت پہلے سے مانتا چلا آیا ہوں یعنی میں مانتا ہوں کہ ان کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں اور وہ ان تمام میں سچے ہیں اسیوقت سے آپ کا لقب ابوبکر صدیق ہوا رضی اللہ عنہ، مسند احمد میں ہے حضرت زر بن حبیش رحؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حذیفہ رضؓ کے پاس آیا، اس وقت آپ معراج کا واقعہ بیان فرمارہے تھے، کہ حضور صؐ نے فرمایا ہم چلے یہانتک کہ بیت المقدس پہنچے دونوں صاحب اندر نہیں گئے، میں نے یہ سنتے ہی کہا غلط ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر گئے بلکہ اس رات آپ نے وہاں نماز بھی پڑھی آپ نے فرمایا، تیرا کیا نام ہے میں تجھے جانتا ہوں لیکن نام یاد نہیں پڑتا، میں نے کہا میرا نام زر بن حبیش ہے، فرمایا تم نے یہ بات کیسے معلوم کر لی؟ میں نے کہا یہ تو قرآن کی خبر ہے آپ نے فرمایا جس نے قرآن کی بات کہی اس نے نجات پائی پڑھنے وہ کونسی آیت ہے تو میں نے سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ کی یہ آیت پڑھی آپ نے فرمایا اس میں کس لفظ کے معنی ہیں کہ حضور صلعم نے وہاں نماز ادا کی ہو؟ ورنہ آپ نے اس رات وہاں نماز نہیں پڑھی، اور اگر پڑھ لیتے تو تم پر اسی طرح وہاں کی نماز لکھدی جاتی جس طرح بیت اللہ کی ہے، واللہ وہ دونوں براق پر ہی رہے یہاں تک کہ آسمان کے دروازے اُن کے لئے کھل گئے انہیں جنت دوزخ دیکھ لی اور آخرت کے وعدے کی اور تمام چیزیں پھر ویسے کے ویسے ہی لوٹ آئے، پھر آپ خوب ہنسے اور فرمانے لگے مزہ تو یہ ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں آپ نے براق باندھا کہ کہیں بھاگ نہ جائے، حالانکہ عالم الغیب والشہادہ خدائے عالم نے اسے آپ کے لئے مسخر کیا تھا، میں نے پوچھا کیوں جناب یہ براق کیا ہے؟ کہا ایک جانور ہے سفید رنگ لانبے قد کا جو ایک ایک قدم اتنی اتنی دور رکھتا ہے جتنی دور نگاہ کام کرے، لیکن یہ یاد رہے کہ حضرت حذیفہ رضؓ کے محض انکار سے وہ روایتیں جن میں بیت المقدس کی نماز کا ثبوت ہے وہ مقدم ہیں (واللہ اعلم) حافظ ابوبکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دلائل النبوہ میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ نے آپ سے معراج کے واقعہ کی ذکر کی درخواست کی تو آپ نے پہلے تو یہی آیت سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ میں عشا کے بعد مسجد میں سویا ہوا تھا جو ایک آنیوالے نے آکر مجھے جگایا میں اٹھ بیٹھا لیکن کوئی نظر نہ پڑا ہاں کچھ جانور سا نظر آیا، میں نے غور سے اسے دیکھا اور برابر اسے دیکھتا ہوا مسجد کے باہر چلا گیا تو مجھے ایک عجیب جانور نظر پڑا ہمارے جانوروں میں سے تو اس سے مشابہ خچر ہے ملتے ہوئے اور اوپر کو اٹھے ہوئے کانوں والا تھا اس کا نام بُراق ہے، مجھ سے پہلے کے انبیاء بھی اسی پر سوار ہوتے رہے ہیں اس پر سوار ہو کر چلا ہی تھا جو میری دائیں جانب سے کسی نے آواز دی کہ محمد میری طرف دیکھو میں تجھ سے کچھ پوچھوں گا لیکن نہ میں نے جواب دیا نہ ٹھہرا، پھر جو ذرا اور آگے بڑھا تو بائیں طرف سے

بھی آواز آئی، لیکن میں وہاں بھی نہ ٹھہرا نہ دیکھا نہ جواب دیا، پھر کچھ آگے گیا کہ ایک عورت دنیا بھر کی زینت کئے ہوئے، بانہیں کھولے کھڑی ہوئی ہے، اس نے مجھ کو اسی طرح آواز دی کہ میں کچھ دریافت کرنا چاہتی ہوں، لیکن میں نے نہ اسکی طرف التفات کیا نہ ٹھہرا، پھر آپ کا بیت المقدس پہنچنا اور دودھ کا برتن لینا اور حضرت جبرئیلؑ کے فرمان سے خوش ہو کر دو دفعہ تکبیر کہنا ہے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا، آپ کے چہرے پر فکر کیسے ہیں؟ میں نے وہ دونوں واقعے راستے کے بیان کئے تو آپ نے فرمایا کہ پہلا شخص تو یہودی تھا اگر آپ اس کو جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی، دوسرا نصرانیوں کا دعوت دینے والا تھا وہاں اگر آپ ٹھہرتے اور اس سے باتیں کرتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی، اور وہ عورت جو تھی وہ دنیا تھی اگر آپ اسے جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی اُمت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیکر گمراہ ہو جاتی، پھر میں اور جبرئیل بیت المقدس میں گئے ہم دونوں نے دو دو رکعتیں ادا کیں پھر ہمارے سامنے معراج لائی گئی جس سے بنی آدم کی روحیں چڑھتی ہیں دنیا نے ایسی اچھی چیز کبھی نہیں دیکھی تم نہیں دیکھتے کہ مرنے والے کی آنکھیں آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہیں یہ اسی سیڑھی کو دیکھتے ہوتے تعجب کے ساتھ ہم دونوں اوپر چڑھ گئے میں نے اسماعیل نامی فرشتے سے ملاقات کی جو آسمان دنیا کا سردار ہے جس کے ہاتھ تلے ستر ہزار فرشتے ہیں جن میں سے ہر ایک فرشتے کے ساتھ اس کے لشکری فرشتوں کی تعداد ایک لاکھ ہے فرمانِ خدا ہے تیرے رب کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے حضرت جبرئیلؑ نے اس آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہا، پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرئیل، پوچھا گیا آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ تبلایا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، کہا گیا کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا جواب دیا کہ ہاں، وہاں میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا، اسی ہیئت میں جس میں وہ اسدن تھے جس دن اللہ تعالیٰ نے انھیں پیدا کیا تھا، ان کی اصلی صورت پر، ان کے سامنے ان کی اولاد کی روحیں پیش کی جاتی ہیں نیک لوگوں کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں، پاک روح ہے اور پاک جسم بھی ہے اسے علیین میں لے جاؤ اور بدکاروں کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں خبیث روح ہے جسم بھی خبیث ہے اُسے سجین میں لیجاؤ کچھ ہی چلا ہوں گا کہ میں نے دیکھا کہ خوان لگے ہوتے ہیں جن پر نہایت نفیس گوشت بھنا ہوا ہے اور دوسری جانب اور خوان لگے ہوتے ہیں جن پر بدبودار سڑا بھسا گوشت رکھا ہوا ہے کچھ لوگ ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس بھی نہیں آتے اور اس سڑے ہوتے گوشت کو کھا رہے ہیں، میں نے پوچھا جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں، جواب دیا آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کی رغبت کرتے تھے، پھر میں کچھ اور چلا تو کچھ اور لوگوں کو دیکھا انکے ہونٹ اونٹ کی طرح کے ہیں، انکے منہ پھاڑ پھاڑ کر فرشتے انھیں اُس گوشت کے لقمے دے رہے ہیں جو ان کے دوسرے راستے سے واپس نکل جاتا ہے وہ چیخ چلا رہے ہیں اور خدا کے سامنے عاجزی کر رہے ہیں میں نے پوچھا جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھا جایا کرتے تھے، جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ ضرور بھڑکتی ہوئی جہنم کی آگ میں جائیں گے، میں کچھ دور اور چلا دیکھا کہ کچھ عورتیں اپنے سینوں کے بل ادھر لٹکی ہوتی ہیں اور ہائے ہائے کر رہی ہیں میرے پوچھنے پر جواب ملا کہ یہ آپ کی امت کی زناکار عورتیں ہیں، میں کچھ دور اور گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگوں کے پیٹ بڑے بڑے گھڑوں جیسے ہیں جب وہ اٹھنا چاہتے ہیں گر پڑتے ہیں اور بار بار کہہ رہے ہیں کہ خدایا قیامت قائم نہ ہو فرعونی جانوروں سے وہ روندے جا رہے ہیں اور خدا کے سامنے آہ و زاری کر رہے ہیں، میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبرئیلؑ نے فرمایا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے سود خوار ان لوگوں کی طرح ہی کھڑے ہوں گے جنھیں شیطان نے باؤلا بنا رکھا ہے میں کچھ دور اور چلا تو دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پہلو سے گوشت کاٹ کاٹ کر فرشتے انھیں کھلا رہے

ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ جس طرح اپنے بھائی کا گوشت اپنی زندگی میں کھاتا رہا اب بھی کھا، میں نے پوچھا جبرئیل ع یہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا یہ آپ کی امت کے عیب جو اور آوازہ کش لوگ ہیں، پھر ہم دوسرے آسمان پر چڑھے تو میں نے وہاں ایک نہایت ہی حسین شخص کو دیکھا۔ جو حسین لوگوں پر وہی ہیبت رکھتا ہے جو فضیلت چاند کو ستاروں پر ہے میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا یہ آپ کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہیں، میں نے انھیں سلام کیا جس کا جواب انھوں نے دیا پھر ہم تیسرے آسمان کی طرف چڑھے اُسے کھلوایا وہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسےٰ علیہم السلام کو دیکھا ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ آدمی تھے میں نے انھیں سلام کیا اور انھوں نے مجھے جواب دیا، پھر میں چوتھے آسمان کی طرف چڑھا وہاں حضرت ادریس ع کو پایا جنھیں خدائے تعالےٰ نے بلند مکان پر اٹھالیا ہے، میں نے سلام کیا انھوں نے جواب دیا، پھر پانچویں آسمان کی طرف چڑھا، وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے جن کی آدھی داڑھی سفید تھی اور آدھی سیاہ اور بہت لمبی داڑھی تھی قریب قریب ناف تک، میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سوال کیا انھوں نے بتلایا کہ یہ اپنی قوم کے ہر دلعزیز حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں، ان کے ساتھ ان کی قوم کی جماعت ہے انھوں نے بھی میرے سلام کا جواب دیا، پھر میں چھٹے آسمان کی طرف چڑھا، وہاں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات ہوئی آپ کا گندم گوں رنگ تھا، بال بہت تھے اگر دو کرتے بھی پہن لیں تو بال ان سے گزر جائیں، آپ فرمانے لگے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے بڑے مرتبے کا ہوں حالانکہ یہ مجھ سے بڑے مرتبے کے ہیں، جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ آپ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں آپ کے پاس بھی آپ کی قوم کے لوگ تھے، آپ نے بھی میرے سلام کا جواب دیا پھر میں ساتویں آسمان کی طرف چڑھا وہاں میں نے اپنے والد حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کو اپنی پیٹھ بیت المعمور سے لگائے بیٹھا ہوا دیکھا، آپ بہت ہی بہتر آدمی ہیں دریافت پر مجھے آپ کا نام بھی معلوم ہوا، میں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا، میں نے اپنی امت کو نصفا نصف دیکھا، نصف کے تو سفید بگلا جیسے کپڑے تھے اور نصف کے سخت سیاہ کپڑے تھے، میں بیت المعمور میں گیا، میرے ساتھ ہی سفید کپڑے والے سب گئے اور دوسرے جن کے خاکی کپڑے تھے وہ سب روک دیئے گئے ہیں وہ بھی خیر پر پھر ہم سب نے وہاں نماز ادا کی اور وہاں سے سب باہر آئے اس بیت المعمور میں ہر دن ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں لیکن جو ایک دن پڑھ گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آتی پھر سدرۃ المنتہیٰ کی جانب بلند کیا گیا، جس کا ہر ہر پتہ اتنا بڑا تھا کہ میری ساری امت کو ڈھانک لیا، اس میں سے ایک نہر جاری تھی جس کا نام سلسبیل ہے پھر اس میں دو چشمے پھوٹے ہیں ایک نہر کوثر دوسرا نہر رحمت، میں نے اس میں غسل کیا میرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو گئے، پھر میں جنت کی طرف چڑھایا گیا، وہاں میں نے ایک حور دیکھی، اس سے پوچھا تو کس کی ہے؟ اس نے کہا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی وہاں میں نے نہ بگڑنے والے پانی کی اور مزہ متغیر نہ ہونے والے دودھ کی اور بے نشہ لذیذ شراب اور صاف ستھرے شہد کی نہریں دیکھیں، اس کے انار بڑے بڑے ڈولوں کے برابر تھے، اس کے پرند تمہارے ان بختی جیسے تھے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خیال تک گزرا، پھر میرے سامنے جہنم پیش کی گئی، جہاں غضب خدا، عذاب خدا، ناراضگی خدا تھی اس میں اگر پتھر اور لوہا ڈالا جائے تو وہ اُسے بھی کھا جائے پھر میرے سامنے سے وہ بند کر دی گئی، میں پھر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا دیا گیا اور مجھے ڈھانپ لیا، پس میرے اور اس کے

درمیان بقدر دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اور قریب اور سدرۃ المنتہی کے ہر ایک پتے پر فرشتہ آگیا اور مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں، اور فرمایا کہ تیرے لئے ہر نیکی کے عوض دس ہیں، تو جب کسی نیکی کا ارادہ کرے گا گو بجا نہ لائے تاہم نیکی لکھی جائیگی اور جب بجا بھی لائے تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور برائی کو محض ارادے پر بغیر کئے ہوئے کچھ بھی نہ لکھا جائے گا، اور اگر کر لی تو صرف ایک ہی برائی شمار ہوگی، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آنے اور آپ کے مشورے سے جانے اور کمی ہونے کا ذکر ہے، جیسے کہ بیان گزر چکا آخر جب پانچ رہ گئیں تو فرشتے نے ندا کی کہ میرا فریضہ پورا ہوگیا میں نے اپنے بندوں پر تخفیف کر دی اور انھیں ہر نیکی کے بدلے اسی جیسی دس نیکیاں دیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واپسی پر اب کی مرتبہ بھی مجھے پھر واپس جانے کا مشورہ دیا لیکن میں نے کہا اب تو جاتے ہوئے مجھے کچھ شرم سی معلوم ہوتی ہے پھر آپ نے صبح کو مکہ میں ان عجائبات کا ذکر کیا کہ میں اس شب بیت المقدس پہنچا آسمانوں پر چڑھایا گیا اور یہ دیکھا اس پر ابوجہل بن ہشام کہنے لگا، لو تعجب کی بات سنو اونٹوں کو مارتے پیٹتے ہم تو بیت المقدس مہینہ بھر میں پہنچیں اور مہینہ بھر ہی واپسی میں لگ جائے، یہ کہتے ہیں کہ دو ماہ کی مسافت ایک ہی رات میں طے کر آئے، آپ نے فرمایا سنو! جاتے وقت میں نے تمہارے قافلے کو فلاں جگہ دیکھا تھا اور آتے وقت وہ مجھے عقبہ میں ملا، سنو! اس میں فلاں فلاں شخص ہے فلاں اس رنگ کے اونٹ پر ہے اور اس کے پاس یہ اسباب ہے ابوجہل نے کہا خبریں تو دے رہا ہے دیکھئے کیسی نکلیں؟ اس پر انہی میں سے ایک شخص نے کہا میں بیت المقدس کا حال تم سب سے زیادہ جانتا ہوں، اس کی عمارت کا حال اس کی شکل و صورت، پہاڑ سے اس کی نزدیکی وغیرہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجابات دور کر دیئے گئے اور جیسے ہم گھر میں بیٹھے گھر کی چیزوں کو دیکھتے ہیں اسی طرح آپ کے سامنے بیت المقدس کر دیا گیا، آپ فرمانے لگے اس کی بناوٹ اس طرح کی ہے، اس کی ہیئت اس طرح کی ہے، وہ پہاڑ سے اس قدر نزدیک ہے وغیرہ، اس نے کہا بے شک آپ سچ فرماتے ہیں، پھر اس نے کفار کے مجمع کی طرف دیکھ کر کہا "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی بات میں سچے ہیں" یا کچھ ایسے ہی الفاظ کہے یہ روایت اور بھی بہت سی کتابوں میں ہے، ہم نے باوجود اس کی غربت اور نکارت اور ضعف کے اسے اس لئے بیان کیا ہے کہ اس میں اور حدیثوں کے بہت سے شواہد ہیں اور اس لئے بھی کہ بیہقی میں ہے حضرت ابوالازہر یزید بن ابی حکیم کہتے ہیں میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، پوچھا کہ حضورؐ آپ کی امت میں ایک شخص ہیں جنہیں سفیان ثوری کہا جاتا ہے، اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں، میں نے پھر اور راویوں کے نام بیان کر کے پوچھا کہ وہ آپ کی حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ آپ کو ایک رات معراج ہوئی آپ نے آسمان میں دیکھا، الخ، آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے میں نے کہا حضورؐ آپ کی امت کے لوگ آپ کی طرف سے معراج والے واقعہ میں بہت سی عجیب و غریب باتیں بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا ہاں وہ باتیں قصہ کہنے والوں کی ہیں ::

ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم نے حضورؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم اپنے معراج کی کیفیت تو بیان فرمائیے، آپ نے فرمایا سنو! میں نے اپنے اصحاب کو مکہ میں عشاء کی نماز دیر سے پڑھائی پھر جبرئیل علیہ السلام میرے پاس سفید رنگ کا ایک جانور لائے گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا اور مجھ سے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جائیے، اس نے کچھ سختی کی تو آپ نے اس کا کان مروڑا اور مجھے اس پر سوار کرا دیا، اس میں مدینہ میں نماز پڑھنے کا پھر مدین میں اس درخت کے پاس نماز پڑھنے کا ذکر ہے جہاں حضرت

موسیٰ ع ٹھہرے تھے، پھر بیتِ لحم میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے جہاں حضرت عیسیٰ ع تولد ہوئے تھے، پھر بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا، وہاں سخت پیاس لگنے کا اور دودھ اور شہد کے برتن آنے کا اور پیٹ بھر کر دودھ پینے کا ذکر فرماتے ہیں وہیں ایک شیخ تکیہ لگائے بیٹھے تھے، جنہوں نے کہا یہ فطرت تک پہنچ گئے اور راہ یافتہ ہوئے، پھر ہم ایک وادی پر آئے جہاں جہنم کو میں نے دیکھا جو سخت دہکتے ہوئے انگارے کی طرح تھی پھر لوٹتے ہوئی فلاں جگہ قریش کا قافلہ ہمیں ملا جو اپنے کسی گم شدہ اونٹ کی تلاش میں تھا، میں نے انھیں سلام کیا بعض لوگوں نے میری آواز بھی پہچان لی اور آپس میں کہنے لگے یہ آواز تو بالکل محمد ص کی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر صبح سے پہلے میں اپنے اصحاب کے پاس مکہ شریف پہنچ گیا، میرے پاس ابوبکر (رضی اللہ عنہ) آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ صلعم آپ رات میں کہاں تھے؟ جہاں جہاں خیال پہنچا میں نے سب جگہ تلاش کیا لیکن آپ نہ ملے، میں نے کہا میں تو رات بیت المقدس ہو آیا، وہ تو یہاں سے مہینہ بھر کے فاصلہ پر ہے، اچھا وہاں کے کچھ نشانات بیان فرمائیے اسیوقت وہ میرے سامنے کر دیا گیا گویا کہ میں اُسے دیکھ رہا ہوں اب جو بھی مجھ سے سوال ہوتا میں دیکھ کر اس کا جواب دیدیتا، پس ابوبکر رضہ نے کہا کہ میری گواہی ہے کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں لیکن کفارِ قریش باتیں بنانے لگے کہ ابنِ ابی کبشہ کو دیکھو کہ کہتا پھرتا ہے کہ ایک ہی رات میں بیت المقدس ہو آیا آپ نے فرمایا سنو! میں تمھیں ایک بات سناؤں، تمہارے قافلے کو میں نے فلاں مقام پر دیکھا ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جسے فلاں شخص لے آیا، اب وہ اتنے فاصلے پر ہیں ایک منزل ان کی فلاں جگہ ہوگی دوسری فلاں جگہ اور وہ فلاں دن یہاں پہنچیں گے ان کے قافلے میں سب سے پہلے گندمی رنگ کا اونٹ ہے جس پر سیاہ جھول پڑی ہوئی ہے اور دو سیاہ بوریاں اسباب کی دونوں طرف لدی ہوئی ہیں، جب وہ دن آیا جو دن اس قافلے کے واپس پہنچنے کا حضور ص نے بیان فرمایا تھا دوپہر کو لوگ دوڑے بھاگے شہر کے باہر گئے کہ دیکھیں یہ سب باتیں سچ ہیں؟ تو دیکھا کہ قافلہ آ رہا ہے اور واقعی وہ اونٹ آگے ہے، یہی روایت اور کتابوں میں بہت ہی مطول بھی مروی ہے اور اس میں بہت باتیں منکر بھی ہیں، مثلاً بیت اللحم میں آپ کا نماز ادا کرنا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کرنا وغیرہ، ابن عباس رضہ کی روایت میں ہے کہ جب آپ معراج والی رات جنت میں تشریف لے گئے تو ایک طرف سے پیروں کی چاپ کی آواز آئی، آپ نے پوچھا جبرئیل ع یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ حضرت بلال رضہ مؤذن ہیں، آپ نے واپس آکر فرمایا، بلال رضہ تو نجات پا چکے، میں نے اس اسطرح دیکھا اس میں ہے کہ حضرت موسیٰ ع نے بوقت ملاقات فرمایا نبی اُمّی کو مرحبا ہو، حضرت موسیٰ ع گندمی رنگ کے لانبے قد کے کانوں تک یا کانوں سے قدرے اونچے بال والے تھے، اسی میں ہے کہ ہر نبی نے آپ کو پہلے سلام کیا، جہنم کے ملاحظہ کیوقت آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ مردار کھا رہے ہیں، پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا، جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے یعنی غیبت گو تھے، وہیں آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو خود آگ جیسا سرخ ہو رہا تھا آنکھیں ٹیڑھی ترچھی تھیں، پوچھا یہ کون ہے؟ جبرئیل ع نے فرمایا: یہی ہے جس نے حضرت صالح ع کی اونٹنی کو مار ڈالا تھا، مسند احمد میں ہے کہ جب آپ کو بیت المقدس پہنچا کر وہاں سے واپس لا کر ایک ہی رات میں مکہ شریف پہنچا دیا گیا اور آپ نے یہ خبر لوگوں کو سنائی، بیت المقدس کے نشان بتلائے اور ان کے قافلے کی خبر دی تو بعض لوگ یہ کہہ کر کہ ہم ایسی باتوں میں انھیں سچا نہیں مان سکتے ہیں اسلام سے پھر گئے، پھر یہ سب ابوجہل کے ہمراہ قتل کیے گئے، ابوجہل کہنے لگا کہ یہ ہمیں شجرۃ الزقوم سے ڈرا رہا ہے لاؤ کھجور اور مکھن لاؤ اور تزقّم کرو یعنی ملا کر کھا لو، اور آپ نے اس رات دجّال کو اس کی اصلی صورت میں دیکھا اور آنکھوں کا دیکھنا نہ کہ خواب میں دیکھنا، حضرت عیسیٰ ع حضرت موسیٰ ع حضرت ابراہیم ع کو

بھی دیکھا، دجال کی شبیہہ آپ نے بیان فرمائی وہ بعداً خبیث مجذھا ہے اور اس کی ایک آنکھ ایسی قائم ہے جیسے تارا اور بال ایسے ہیں جیسے کسی درخت کی گھنی شاخیں حضرت عیسیٰ ع کا وصف آپ نے اس طرح بیان فرمایا کہ وہ سفید رنگ گھنگھریالے بال اور درمیانہ قد کے ہیں، اور حضرت موسیٰ ع گندمی رنگ کے اور مضبوط اور قوی آدمی ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بالکل ہو بہو مجھ جیسے ہی تھے، الخ

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مالک کو بھی جو جہنم کے داروغہ ہیں دیکھا ان نشانیوں میں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھائیں

پھر حضرت ابن عباس رض آپ کے چچا زاد بھائی نے آیتِ قرآن فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ پڑھی جس کی تفسیر حضرت قتادہ رح اس طرح کرتے ہیں کہ موسیٰ ع کی ملاقات کے ہونے میں تو شک نہ کر ہم نے اسے یعنی موسیٰ ع کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے بھیجا تھا، یہ روایت صحیح مسلم شریف میں بھی ہے اور سند سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں شب معراج ایک مقام سے مجھے نہایت ہی اعلیٰ اور مست خوشبو کی مہک آنے لگی، میں نے پوچھا یہ خوشبو کیسی ہے جواب ملا کہ فرعون کی لڑکی کی مشاطہ اور اس کی اولاد، محل کی، فرعون کی شہزادی کو کنگھی کرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے اتفاقاً کنگھی گر پڑی، تو اس کی زبان سے بے ساختہ "بسم اللہ" نکل گیا اس پر شہزادی نے اس سے کہا، اللہ تو میرے باپ ہی ہیں اس نے جواب دیا، نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو مجھے اور تجھے اور خود فرعون کو روزیاں دیتا ہے، اس نے کہا اچھا تو کیا میرے باپ کے سوا کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں میرا تیرا اور تیرے باپ سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے اس نے اپنے باپ سے کہلوایا، وہ سخت غضب ناک ہوا اور اسی وقت اسے بھرے دربار بلوا بھیجا اور کہا کیا تو میرے سوا اور کسی کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے کہا ہاں میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بلندیوں اور بزرگیوں والا ہے، فرعون نے اسی وقت حکم دیا گیا کہ تانبے کی جو گائے بنی ہوتی ہے اسے خوب تپایا جائے اور جب وہ بالکل آگ جیسی ہو جائے تو اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس میں ڈال دیا جائے، آخر میں خود اسے بھی اسی طرح ڈال دیا جائے، چنانچہ وہ گرم کی گئی جب آگ جیسی ہو گئی تو حکم دیا کہ اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس میں ڈالنا شروع کرو اس نے کہا بادشاہ ایک درخواست میری منظور کر وہ یہ کہ میری اور میرے ان بچوں کی ہڈیاں ایک ہی جگہ ڈال دینا، اس نے کہا اچھا تیرے کچھ حقوق ہمارے ذمہ ہیں اس لئے یہ منظور ہے، جب اور سب بچے اس میں ڈال دیئے گئے اور سب جل کر راکھ ہو گئے تو سب سے چھوٹے کی باری آئی جو ماں کی چھاتی سے لگا ہوا دودھ پی رہا تھا فرعون کے سپاہیوں نے اسے جب گھسیٹا تو اس نیک بندی کے آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا خدا تعالیٰ نے اس بچے کو اسی وقت زبان دیدی اور اس نے باآواز بلند کہا اماں جان افسوس نہ کرو، اماں جان ذرا بھی پس و پیش نہ کرو، حق پر جان دینا ہی سب سے بڑی نیکی ہے چنانچہ انہیں صبر آ گیا اسے بھی اسمیں ڈالدیا اور آخر میں ان بچوں کی ماں کو بھی، رضی اللہ عنہم اجمعین یہ خوشبو کی مہک اسی کے جنتی محل سے آ رہی ہیں، آپ نے اس واقعہ کے ساتھ ہی بیان فرمایا کہ چار چھوٹے بچوں نے گہوارے ہی میں بات چیت کی ایک تو یہی بچہ، اور ایک وہ بچہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی اور ایک وہ بچہ جس نے حضرت جریج ولی اللہ کی پاکدامنی کی شہادت دی تھی اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام، اس روایت کی سند بے عیب ہے اور روایت میں ہے کہ معراج والی رات کی صبح مجھے یقین تھا کہ جب میں یہ ذکر کروں گا ..... تو وہ مجھے جھٹلائیں گے، چنانچہ آپ ایک طرف غمناکی کے ساتھ بیٹھ گئے اسی وقت آپ کے پاس سے دشمن خدا ابوجہل گذرا اور پاس بیٹھ کر بطور مذاق کہنے لگا، کہئے کوئی نئی بات ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے، اس نے کہا کیا؟ آپ نے فرمایا رات کو مجھے سیر کرائی گئی اس نے پوچھا کہاں تک پہنچے؟ فرمایا بیت المقدس تک کہا

اور صبح کو پھر آپ یہاں موجود بھی ہیں؟ آپ نے فرمایا، ہاں اب اس موذی کے دل میں خیال آیا کہ اسوقت انھیں جھٹلانا اچھا نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں کے مجمع میں پھر یہ بات نہ کہیں، اس لئے اس نے کہا کیوں صاحب اگر میں ان سب لوگوں کو جمع کر دوں تو سب کے سامنے بھی آپ یہی کہیں گے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں سچی باتیں چھپانے کی نہیں ہوتیں اسی وقت اس نے ہانک لگائی کہ اے بنی کعب لوئی کی اولاد والو آؤ، سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے پاس آکر بیٹھ گئے تو اس ملعون نے کہا اب اپنی قوم کے لوگوں کے سامنے وہ بات بیان کرو جو مجھ سے کہہ رہے تھے تو آپ نے فرمایا ہاں سنو! مجھے آج رات سیر کرائی گئی سب نے پوچھا کہاں تک گئے؟ آپ نے فرمایا بیت المقدس تک لوگوں نے کہا اچھا اور پھر صبح کو ہم میں موجود ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں اب تو کسی نے تالیاں پیٹنی شروع کر دیں، کوئی تعجب کے ساتھ اپنا ہاتھ اپنے ماتھے پر رکھ کر بیٹھ رہا اور سخت حیرت کیساتھ انھوں نے بالاتفاق آپکو جھوٹا سمجھا پھر کچھ دیر کے بعد کہنے لگے، اچھا تم وہاں کی کیفیت اور جو نشانات ہم پوچھیں بتا سکتے ہو؟ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو بیت المقدس ہو آئے تھے اور وہاں کے چپے چپے سے واقف تھے آپ نے فرمایا پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ وہ پوچھنے لگے آپ بتلانے لگے فرماتے ہیں بعض ایسے باریک سوال مجھ سے کئے کہ ذرا گھبراہٹ مجھے ہونے لگی اسیوقت مسجد میرے سامنے کر دی گئی اب میں دیکھتا جاتا تھا اور بتاتا جاتا تھا بس یوں سمجھو کہ عقیل کے گھر کے پاس ہی مسجد تھی یا عقال کے گھر کے پاس، یہ اس لئے کہ بعض اوصاف مجھے مسجد کے یاد نہیں رہے تھے، آپ کے ان نشانات کے بتلانے کے بعد سب کہنے لگے حضورؐ نے اوصاف تو صاف صاف اور ٹھیک ٹھیک بتلاتے خدا کی قسم ایک بات میں بھی غلطی نہیں کی، یہ حدیث نسائی وغیرہ میں بھی موجود ہے بیہقی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے ہے کہ جب حضورؐ کو معراج کرائی گئی تو آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے جو ساتویں آسمان پر ہے جو چیز چڑھے وہ یہیں تک پہنچتی ہے، پھر یہاں سے اٹھالی جاتی ہے اور جو اترے وہ یہیں تک اترتی ہے پھر یہاں سے لے جاتی ہے، اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں چھا رہی تھیں، حضورؐ کو پانچ وقت کی نمازیں اور سورۃ بقرہ کی آخر کی آیتیں دی گئیں اور یہ کہ آپ کی امت میں سے جو شرک نہ کریگا اس کے کبیرہ گناہ بھی بخش دیئے جائیں گے، مسلم وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے حضرت ابن مسعودؓ سے معراج کی مطول حدیث بھی مروی ہے جسمیں غرابت ہے، حسن بن عرفہ نے اپنے مشہور جزو میں اسے وارد کیا ہے، حضرت ابو ظبیان کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس محمد بن سعد بن ابی وقاصؓ بھی تھے، تو حضرت محمد بن سعد نے ابو عبیدہؓ سے کہا، تم نے معراج کی بابت جو کچھ اپنے والد صاحب سے سنا ہو۔ سناؤ۔ انھوں نے کہا میں نہیں آپ ہی سناتے جو آپ نے اپنے والد سے سنا ہو، پس آپ نے روایت بیان کرنی شروع کی، اس میں یہ بھی ہے کہ جب براق اونچائی پر چڑھتا اس کے ہاتھ پاؤں برابر کے ہو جاتے، اسی طرح جب نیچے کی طرف اترتا تب بھی برابر ہی رہتے جس سے سوار کو تکلیف نہ ہو، ہم ایک صاحب کے پاس سے گزرے جو طویل قامت اور سیدھے بالوں والے گندمی رنگ کے تھے ایسے ہی جیسے ازدشنوۃ قبیلے کے آدمی ہوتے ہیں، وہ بہ آواز بلند کہہ رہے تھے کہ تو نے اس کا اکرام کیا اور اسے فضیلت عطا فرمائی، ہم نے انھیں سلام کیا انھوں نے جواب دیا، پوچھا جبرئیل یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا یہ احمدؐ ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)، انھوں نے فرمایا، نبی امی عربی کو مرحبا ہو جس نے اپنے رب کی رسالت پہنچائی اور اپنی امت کی خیر خواہی کی، پھر ہم لوٹے، میں نے پوچھا جبرئیلؑ یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ موسیٰ بن عمران ہیں، علیہ الصلوٰۃ والسلام، میں نے کہا اور یہ ایسے لفظوں سے باتیں کس سے کر رہے تھے؟ فرمایا اللہ

تعالیٰ سے آپ کے بارے میں، میں نے کہا خدا تعہ سے اور اس آواز سے؟ فرمایا ہاں خدا تعہ کو ان کی تیزی معلوم ہے، پھر ہم ایک درخت کے پاس سے گزرے جس کے پھل چراغوں جیسے تھے اس کے نیچے ایک بزرگ شخص بیٹھے ہوئے تھے جن کے پاس بہت سے چھوٹے بچے تھے، حضرت جبرئیل عہ نے مجھ سے فرمایا چلو اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سلام علیک کرو ہم نے وہاں پہنچ کر انھیں سلام کیا، جواب پایا، جبرئیل عہ سے آپ نے میری نسبت پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کے لڑکے احمد صلعم ہیں تو آپ نے فرمایا مرحبا ہو نبی امی پر جس نے اپنے رب کی پیغمبری پوری کی اور اپنی امت کی خیر خواہی، میرے خوش نصیب بیٹے آج رات آپ کی ملاقات اپنے پروردگار سے ہونے والی ہے آپ کی امت ---- سب سے آخری امت ہے اور سب سے کمزور بھی ہے خیال رکھنا ایسے ہی کام ہوں جو ان پر آسان رہیں، پھر ہم مسجد اقصیٰ پہنچے، میں نے اتر کر براق کو اسی حلقہ میں باندھا جس میں اور انبیاء باندھا کرتے تھے پھر مسجد میں گیا وہاں میں نے نبیوں کو پہچانا کوئی نماز میں کھڑا ہے کوئی رکوع میں کوئی سجدے میں پھر میرے پاس شہد کا اور دودھ کا برتن لایا گیا، میں نے دودھ کا برتن لے کر پی لیا جبرئیل عہ نے میرے مونڈھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا فطرت کو تو پہنچ گئے، رب محمد کی قسم، پھر نماز کی تکبیر ہوتی اور میں نے ان سب کو نماز پڑھائی پھر ہم واپس لوٹ آئے، اس کی اسناد غریب ہیں متن میں بھی غرائب ہیں مثلاً انبیاء کا آپ کی شناخت کا سوال پھر آپ کا ان کے پاس سے جانے کے بعد ان کی معرفت کا سوال وغیرہ حالانکہ صحیح حدیثوں میں ہے کہ حضرت جبرئیل عہ پہلے ہی آپ کو بتلا دیا کرتے تھے کہ یہ فلاں نبی ہیں تاکہ سلام پہچان کے بعد ہو۔ پھر اس میں ہے کہ انبیاء عہ سے ملاقات بیت المقدس کی مسجد میں داخل ہونے سے پہلے ہی ہوتی حالانکہ صحیح روایتوں میں ہے کہ ان سے ملاقات آسمانوں پر ہوتی پھر آپ دوبارہ اترتے ہوئے واپسی میں بیت المقدس کی مسجد میں آئے۔ وہ سب بھی آپ کے ساتھ تھے اور یہاں آپ نے انھیں نماز پڑھائی، پھر براق پر سوار ہو کر مکہ شریف واپس آئے، واللہ اعلم ۔۔

مسند احمد میں ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ شب معراج میں ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملا وہاں قیامت کے قائم ہونے سے خاص وقت کی بابت مذاکرہ ہوا، حضرت ابراہیم عہ نے لاعلمی ظاہر کی تو کہا حضرت موسیٰ سے پوچھو انہوں نے بھی بے خبری ظاہر کی پھر طے ہوا کہ حضرت عیسیٰ عہ پر رکھو آپ نے فرمایا اس کے صحیح وقت کا علم تو بجز خدا کے کسی کو نہیں، ہاں یہ تو مجھ سے فرمایا گیا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے اس وقت میرے ساتھ دو چھڑیاں ہوں گی، وہ مجھے دیکھتے ہی سیسے کی طرح گھلنے لگے گا آخر میری وجہ سے اللہ تعہ اسے ہلاک کریگا، پھر تو درخت پتھر بھی بول اٹھیں گے کہ اے مسلمان دیکھ یہاں میرے نیچے ایک کافر چھپا ہوا ہے آ اور اسے قتل کر، پس اللہ تعہ ان سب کو ہلاک کریگا لوگ ٹھنڈے دلوں اپنے شہروں اپنے وطنوں میں لوٹ جائیں گے، اسی زمانہ میں یاجوج ماجوج نکلیں گے جو ہر اونچائی سے کودتے پھاندتے آئیں گے اور جو چیز پائیں گے غارت کردینگے جو پانی دیکھیں گے پی جائیں گے آخر لوگ تنگ آکر مجھ سے شکایت کریں گے، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا، اللہ تعالیٰ ان سب کو ایک ساتھ ہی ہلاک کردے گا لیکن زمین پر ان لاشوں کے تعفن کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل ہو جائے گا، اس وقت اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جو ان کی لاشوں کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گی۔ مجھے یہ خوب معلوم ہے کہ اس کے بعد ہی فوراً قیامت آجائے گی، جیسے پورے دن کی حمل والی عورت ہو کہ نہ جانے صبح فارغ ہو جائے یا رات ہی کو

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس رات مسجد حرام سے بیت المقدس کی مسجد تک پہنچایا گیا اس رات آپ زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان تھے، کہ جبرئیل عہ دائیں اور میکائیل عہ بائیں سے آپ کو اڑا لے گئے

یہاں تک کہ آپ آسمان کی بلندیوں تک پہنچے، لوٹتے ہوئے آپ نے ان کی تسبیحیں مع اور تسبیحوں کے سُنیں، یہ روایت اسی سورت کی آیت تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ الخ کی تفسیر میں آئے گی، مسند میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رض جابیہ میں تھے، بیت المقدس کی فتح کا ذکر ہوا، آپ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے خیال میں مجھے وہاں کس جگہ نماز پڑھنی چاہیئے، انھوں نے فرمایا مجھ سے پوچھتے ہو تو میں تو کہوں گا کہ صخرہ کے پیچھے نماز پڑھئے تاکہ سارا بیت المقدس آپ کے سامنے رہے۔ آپ نے فرمایا، تم نے بھی یہودیت کی مشابہت کی، میں تو اس جگہ نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے، پس آپ نے آگے بڑھ کر قبلے کی طرف نماز ادا کی، بعد میں ادائے نماز آپ نے صخرہ کے آس پاس سے تمام کوڑا سمیٹا اور اپنی چادر میں باندھ کر باہر پھینکنا شروع کیا اور اوروں نے بھی آپ کا ہاتھ بٹایا، پس آپ نے نہ تو صخرہ کی ایسی تعظیم کی جیسے یہود کرتے تھے کہ نماز بھی اسی کے پیچھے پڑھتے تھے بلکہ اسی کو قبلہ بنا رکھا تھا۔ چونکہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی اسلام سے پہلے یہودی تھے اسی لئے آپ نے ایسی رائے پیش کی تھی جس کو خلیفۃ المسلمین نے ٹھکرا دیا، اور نہ آپ نے نصرانیوں کی طرح صخرہ کی جانب کی کہ انھوں نے تو اُسے کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنا رکھا تھا، بلکہ آپ نے خود اس کے پاس سے کوڑا اٹھا کر پھینکا یہ بالکل اس حدیث کے مشابہ ہے جس میں ہے کہ نہ تو قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف نماز ادا کرو، ایک طویل روایت معراج کی بابت ابو ہریرہ رض سے غربت والی بھی مروی ہے، اس میں ہے کہ حضرت جبرئیل ع اور میکائیل ع آپ کے پاس آئے، جبرئیل ع نے میکائیل ع سے کہا کہ میرے پاس زمزم کے پانی کا طشت بھر لاؤ کہ میں ان کے دل کو پاک کروں اور ان کے سینے کو کھول دوں، پھر آپ کا پیٹ چاک کیا اور اسے تین بار دھویا اور تینوں مرتبہ حضرت میکائیل کے لاتے ہوئے پانی کے طشت سے اُسے دھویا اور آپ کے سینے کو کھول دیا، سب غل وغش دور کر دیا اور علم و حلم و ایمان و یقین سے اسے پُر کیا، اسلام اس میں بھر دیا اور آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مُہر نبوت لگا دی، اور ایک گھوڑے پر بٹھا کر آپ کو حضرت جبرئیل ع لے چلے، دیکھا کہ ایک قوم ہے ادھر کھیتی کاٹتی ہے ادھر بڑھ جاتی ہے، حضرت جبرئیل ع سے آپ ص نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ راہِ خدا کے مجاہد ہیں جنکی نیکیاں سات سات سو تک بڑھتی ہیں اور جو خرچ کریں اس کا بدلہ پاتے ہیں، اللہ تعالیٰ بہترین رزاق ہے پھر آپ کا گزر اس قوم پر ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے، ہر بار ٹھیک ہو جاتے اور پھر کچلے جاتے، دم بھر کی انھیں مہلت نہ ملتی تھی، میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل ع نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ فرض نمازوں کے وقت ان کے سر بھاری ہو جایا کرتے تھے، پھر کچھ لوگوں کو میں نے دیکھا کہ ان کے آگے پیچھے دھجیاں لٹک رہی ہیں اور اونٹ اور جانوروں کی طرح کانٹوں دار جہنمی درخت چرچگ رہے ہیں اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے ہیں، میں نے کہا یہ کیسے لوگ ہیں؟ فرمایا اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دینے والے، اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ پھر میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے سامنے ایک ہنڈیا میں تو صاف ستھرا گوشت ہے دوسری میں خبیث سڑا بُسا گندہ گوشت ہے یہ اس اچھے گوشت سے تو روک دیئے گئے ہیں اور اس بدبودار بدمزہ سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں میں نے سوال کیا کہ یہ کس گناہ کے مرتکب ہیں؟ جواب ملا کہ یہ وہ مرد ہیں جو اپنی حلال بیویوں کو چھوڑ کر حرام عورتوں کے پاس رات گزارتے تھے اور وہ عورتیں ہیں جو اپنے حلال خاوندوں کو چھوڑ کر اوروں کے ہاں رات گزارتی تھیں، پھر آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک لکڑی ہے کہ ہر کپڑے کو پھاڑ دیتی ہے اور ہر چیز کو زخمی کر دیتی ہے، پوچھا یہ کیا؟ فرمایا یہ آپ کے اُن امتیوں کی مثال ہے جو راستے روک کر بیٹھ جاتے ہیں، پھر

اس آیت کو پڑھا وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ یعنی ہر ہر راستے پر لوگوں کو خوفزدہ کرنے اور راہِ خدا سے روکنے کو نہ بیٹھا کرو الخ پھر دیکھا کہ ایک شخص بہت بڑا ڈھیر جمع کئے ہوئے ہے جسے اٹھا نہیں سکتا، پھر بھی وہ اور بڑھا رہا ہے پوچھا جبرئیل یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے اوپر لوگوں کے حقوق اس قدر ہیں کہ وہ ہرگز ادا نہیں کر سکتا تاہم وہ اور حقوق چڑھا رہا ہے اور امانتیں لے رہا ہے، پھر آپ نے ایک جماعت کو دیکھا جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں ادھر کٹے ادھر درست ہو گئے، پھر کٹے، یہی حال برابر جاری ہے، پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ فتنے کے واعظ اور خطیب ہیں، پھر دیکھا کہ ایک چھوٹے سے پتھر کے سوراخ میں سے ایک بڑا بھاری بیل نکل رہا ہے پھر وہ لوٹنا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا، پوچھا جبرئیل ع یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ وہ شخص ہے جو کوئی بڑا بول بولتا تھا پھر اس پر نادم تو ہوتا تھا مگر لوٹا نہیں سکتا تھا، پھر آپ ایک وادی میں پہنچے وہاں نہایت نفیس خوشگوار ٹھنڈی ہوا اور دل خوش کن معطر خوشبودار راحت وسکون کی مبارک صدائیں سُن کر آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل ع نے فرمایا یہ جنت کی آواز ہے وہ کہہ رہی ہے کہ خدایا مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر میرے بالاخانے ریشم موتی مونگے سونا چاندی، جام کٹورے، شہد پانی، دودھ شراب وغیرہ وغیرہ نعمتیں بہت زیادہ ہو گئی ہیں، اسے خدا کی طرف سے جواب ملا کہ ہر ایک مسلمان مومن مرد وعورت جو مجھے اور میرے رسولوں کو مانتا ہو نیک عمل کرتا ہو نہ میرے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہو نہ میرے برابر کسی کو سمجھتا ہو، وہ سب تجھ میں داخل ہونگے سن جس کے دل میں میرا ڈر ہے وہ ہر خوف سو محفوظ ہے جو مجھ سے سوال کرتا ہے وہ محروم نہیں رہتا جو مجھے قرض دیتا ہے میں اسے بدلہ دیتا ہوں، جو مجھ پر توکل کرتا ہے اسے کفایت کرتا ہوں میں سچا معبود ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں میرے وعدے خلاف نہیں ہوتے مومن نجات یافتہ ہیں، اللہ تعالےٰ بابرکت ہے جو سب سے بہتر خالق ہے، یہ سُن کر جنت نے کہا بس میں خوش ہو گئی، پھر ایک دوسری وادی میں پہنچے جہاں نہایت بری بھیانک مکروہ آوازیں آ رہی تھیں اور سخت بدبو تھی آپنے اسکی بابت بھی جبرئیل ع سے پوچھا انھوں نے بتلایا کہ یہ جہنم کی آواز ہے وہ کہہ رہی ہے کہ خدایا مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر اور مجھے وہ دے میرے طوق و زنجیر میرے شعلے اور گرمی میرا تھوک اور لہو اور پیپ میرے عذاب اور سزا کے سامان بہت وافر ہو گئے ہیں میرا گہراؤ بہت زیادہ ہے میری آگ بہت تیز ہے مجھے وہ دے جسکا وعدہ مجھ سے ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر مشرک و کافر خبیث منکر بے ایمان مرد وعورت تیرے لئے ہے، یہ سنکر جہنم نے اپنی رضامندی ظاہر کی، آپ پھر چلے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے اتر کر صخرہ میں اپنے گھوڑے کو باندھا اندر جا کر فرشتوں کے ساتھ نماز ادا کی، فراغت کے بعد انھوں نے پوچھا کہ جبرئیل یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں انھوں نے کہا آپکی طرف بھیجا گیا؟ فرمایا ہاں، سب نے مرحبا کہا کہ بہترین بھائی اور بہت ہی اچھے خلیفہ ہیں اور بہت اچھائی اور عزت سے آئے ہیں پھر آپ کی ملاقات نبیوں کی روحوں سے ہوئی سب نے اپنے پروردگار کی ثنا بیان کی، حضرت ابراہیم ع نے فرمایا خدا کا شکر ہے جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور مجھے بہت بڑا ملک دیا اور میری امت ایسی فرمانبردار کہ ان کی اقتدا کی جاتی ہے اسی نے مجھے آگ سے بچا لیا اور اُسے میرے لئے ٹھنڈک اور سلامتی بنا دی، حضرت موسیٰ ع نے فرمایا خدا تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس نے مجھ سے کلام کیا ہے میرے دشمنوں کو آل فرعون کو ہلاک کیا بنی اسرائیل کو میرے ہاتھوں نجات دیدی میری امت میں ایسی جماعت رکھی جو حق کی ہادی اور حق کیساتھ عدل کرنیوالی تھی، پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی ثنا بیان کرنی شروع کی کہ الحمد للہ خدا نے مجھے عظیم الشان ملک دیا مجھے زبور کا علم دیا میرے لئے لوہا نرم کر دیا، پہاڑوں کو مسخر کر دیا اور پرندوں کو بھی جو میرے ساتھ تسبیح خدا کرتے تھے مجھے حکمت اور پر زور کلام عطا فرمایا، پھر حضرت سلیمان نے ثنا خوانی شروع کی،

کہ الحمد للہ خدا نے ہواؤں کو میرے تابع کر دیا اور شیاطین کو بھی کہ وہ میرے فرمان کے ماتحت بڑے بڑے محلات اور نقشے اور برتن وغیرہ بناتے تھے اس نے مجھے جانوروں کی گفتگو کے سمجھنے کا علم عطا فرمایا ہر چیز میں مجھے فضیلت دی۔ انسانوں کے جنوں کے پرندوں کے لشکر میرے ماتحت کر دیئے اور اپنے بہت سے مومن بندوں پر مجھ کو فضیلت دی اور مجھے وہ سلطنت دی جو میرے بعد کسی کے لائق نہیں اور وہ بھی ایسی جس میں پاکیزگی ہی پاکیزگی تھی اور کوئی حساب نہ تھا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدائے تعالیٰ کی تعریف بیان کرنی شروع کی کہ اس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا اور میری مثال حضرت آدم کی سی ہے جسے مٹی سے پیدا کر کے کہدیا تھا کہ ہو جا اور وہ ہو گئے تھے، اس نے مجھے کتاب و حکمت تورات و انجیل سکھائی، میں مٹی کا پرند بنا تھا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ بحکم خدا زندہ پرند بن کر اڑ جاتا، میں بچپن کے اندھوں کو اور جذامیوں کو بحکم خدا اچھا کر دیتا تھا مُردے اللہ کی اجازت سے زندہ ہو جاتے تھے مجھے اس نے اٹھا لیا مجھے اس نے پاک صاف کر دیا مجھے اور میری والدہ کو شیطان سے بچا لیا ہم پر شیطان کا کچھ اثر نہ تھا اب جناب رسول آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب نے تو اللہ تعالیٰ کی تعریفیں بیان کر لیں، اب میں کرتا ہوں، اللہ ہی کیلئے حمد و ثنا ہے جس نے مجھے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا تمام مخلوق کیلئے ڈرانے اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا، مجھ پر قرآن کریم نازل فرمایا جس میں ہر چیز کا بیان ہے میری امت کو تمام اور امتوں سے افضل بنایا جو کہ اوروں کی بھلائی کے لئے بنائی گئی ہے اسے بہترین امت بنایا انہی کو اول کی اور آخر کی امت بنایا میرا سینہ کھول دیا، میرے بوجھ دور کر دیئے میرا ذکر بلند کر دیا مجھے شروع کرنے والا اور ختم کرنیوالا بنایا۔ حضرت ابراہیم ع نے فرمایا انہی وجوہ سے آں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے افضل ہیں امام ابو جعفر رازی رح فرماتے ہیں شروع کرنے والے آپ ہیں یعنی بروز قیامت شفاعت آپ ہی سے شروع ہو گی، پھر آپ کے سامنے تین ڈھکے ہوئے برتن پیش کئے گئے، پانی کے برتن میں سے آپ نے تھوڑا سا پانی کر واپس کر دیا پھر دودھ کا برتن لے کر آپ نے پیٹ بھر کر دودھ پیا، پھر شراب کا برتن لایا گیا تو آپ نے اس کے پینے سے انکار کر دیا کہ میں شکم سیر ہو چکا ہوں، حضرت جبرئیل ع نے فرمایا یہ آپ کی امت پر حرام کر دی جانے والی ہے اور اگر آپ اسے پی لیتے تو آپ کی امت میں سے آپ کے تابعدار بہت ہی کم ہوتے پھر آپ کو آسمان کی طرف چڑھایا گیا دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا کہ یہ کون ہیں؟ جبرئیل ع نے کہا محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)، پوچھا گیا کیا آپ کی طرف بھیجا گیا؟ فرمایا ہاں، انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ اس بھائی اور خلیفہ کو خوش رکھے یہ بڑے اچھے بھائی اور نہایت عمدہ خلیفہ ہیں، اسی وقت دروازہ کھولدیا گیا آپ نے دیکھا کہ ایک شخص ہیں پوری پیدائش کے عام لوگوں کی طرح انکی پیدائش میں کوئی نقصان نہیں، ان کے دائیں ایک دروازہ ہے جہاں سے خوشبو کی لپٹیں آرہی ہیں، اور بائیں جانب ایک دروازہ ہے جہاں سے خبیث ہوا آرہی ہے داہنی طرف کے دروازہ کو دیکھ کر ہنس دیتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور بائیں طرف کے دروازہ کو دیکھ کر رو دیتے ہیں، اور غمگین ہو جاتے ہیں، میں نے کہا جبرئیل ع یہ شیخ پوری پیدائش والے کون ہیں؟ جن کی خلقت میں کچھ بھی نہیں گھٹا اور یہ دونوں دروازے کیسے ہیں؟ جواب ملا کہ یہ آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام ہیں دائیں جانب جنت کا دروازہ ہے اپنی جنتی اولاد کو دیکھ کر خوش ہو کر ہنس دیتے ہیں، اور بائیں جانب جہنم کا دروازہ ہے اپنی دوزخی اولاد کو دیکھ کر رو دیتے ہیں اور غمگین ہو جاتے ہیں، پھر دوسرے آسمان کی طرف چڑھے، اسی طرح کے سوال جواب کے بعد دروازہ کھلا وہاں آپ نے دو جوانوں کو دیکھا، دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ ابن ذکریا علیہم السلام ہیں یہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں اسی طرح تیسرے آسمان پر پہنچے وہاں، حضرت یوسف علیہ السلام کو پایا جنھیں حسن میں اور لوگوں پر وہی فضیلت تھی جو چاند کو باقی ستاروں پر پھر چوتھے آسمان

پر اسی طرح پہنچے وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا جنھیں اللہ تعالیٰ نے بلند مکان پر چڑھا لیا ہے، پھر آپ پانچویں آسمان پر بھی ایسی سوالات و جوابات کے بعد پہنچے دیکھا کہ ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، ان کے آس پاس کچھ لوگ ہیں جو انسے باتیں کر رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم میں ہر دلعزیز تھے اور یہ لوگ بنی اسرائیل ہیں، پھر اسی طرح چھٹے آسمان پر پہنچے حضرت موسیٰ ع کو دیکھا آپ کے اُن سے بھی آگے نکل جانے پر وہ رو دیئے دریافت کرنے پر سبب یہ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل میری نسبت یہ سمجھتے تھے کہ تمام اولاد آدم میں خدا کے پاس سب سے زیادہ بزرگ میں ہوں لیکن یہ ہیں میرے خلیفہ جو دنیا میں ہیں اور میں آخرت میں ہوں، خیر صرف یہی ہوتے تو بھی چنداں مضائقہ نہ تھا لیکن ہر نبی کے ساتھ ان کی امت ہے، پھر آپ اسی طرح ساتویں آسمان پر پہنچے وہاں ایک صاحب کو جن کی ڈاڑھی میں کچھ سفید بال تھے وہ جنت کے دروازے پر ایک کرسی لگائے بیٹھے ہوئے ہیں ان کے پاس کچھ لوگ بھی ہیں، بعض کے چہرے تو روشن ہیں اور بعض کے چہروں پر کچھ کم چمک ہے بلکہ رنگ میں کچھ اور بھی ہے یہ لوگ اٹھے اور نہر میں ایک غوطہ لگایا جس سے رنگ قدرے نکھر گیا، پھر دوسری نہر میں نہائے کچھ اور نکھر گئے، پھر تیسری میں غسل کیا بالکل روشن سفید چہرے ہو گئے۔ آکر دوسروں کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے اور انہی جیسے ہو گئے، آپ کے سوال پر حضرت جبرئیل ع نے بتلایا کہ یہ آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں روئے زمین پر سفید بال سب سے پہلے انہی کے نکلے یہ سفید منہ والے ایماندار لوگ ہیں جو برائیوں سے بالکل بچے رہے اور جنکے چہروں کے رنگ میں کچھ کدورت تھی یہ وہ لوگ ہیں جن سے نیکیوں کے ساتھ بدیاں بھی سرزد ہو گئی تھیں، انکی توبہ پر اللہ تعالیٰ مہربان ہو گیا، اول نہر رحمت اللہ تعالیٰ ہے دوسری نعمت اللہ تعالیٰ کی تیسری شراب طہور کی نہر ہے جو جنتیوں کی خاص شراب ہے پھر آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ ہی کی سنتوں پر جو پابندی کرے وہ یہاں تک پہنچایا جاتا ہے، اس کی جڑ سے پاکیزہ پانی کی صاف ستھرے دودھ کی لذیذ بے نشہ شراب کی اور صاف شہد کی نہریں جاری تھیں، اس درخت کے سائے میں کوئی سوار اگر ستر سال بھی چلا جائے تاہم اس کا سایہ ختم نہیں ہوتا، اس کا ایک ایک پتہ اتنا بڑا ہے کہ ایک ایک امت کو ڈھانپ لے، اللہ عزوجل کے نور نے اسے چوطرف سے ڈھک رکھا تھا اور پرند کی شکل کے فرشتوں نے اسے چھپا لیا تھا جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت میں وہاں تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے آپ سے باتیں کیں، فرمایا کہ مانگو کیا مانگتے ہو؟ آپ نے گذارش کیا کہ خدایا تو نے ابراہیم ع کو اپنا خلیل بنایا اور انھیں بڑا ملک دیا موسیٰ ع سے تو نے باتیں کیں داؤد کو عظیم الشان سلطنت دی اور ان کے لئے لوہا نرم کر دیا، سلیمان کو تو نے بادشاہت دی جنات انسان شیاطین ہوائیں ان کے تابع فرمان کر دیں اور وہ بادشاہت دی جو کسی کے لائق ان کے سوا نہیں، عیسیٰ ع کو تو نے تورات وانجیل سکھائی اپنے حکم سے اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرنے والا اور مردوں کو جلانے والا بنایا، انھیں اور اُن کی والدہ کو شیطان رجیم سے بچایا کہ اسے ان پر کوئی دخل نہ تھا میری نسبت فرمان ہو، رب العالمین عزوجل نے فرمایا تو میرا خلیل ہے، توراۃ میں میں نے تجھے خلیل الرحمٰن کا لقب دیا ہے تجھے تمام لوگوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے تیرا سینہ کھول دیا ہے تیرا بوجھ اتار دیا ہے تیرا ذکر بلند کر دیا ہے جہاں میرا ذکر آئے وہاں تیرا ذکر بھی ہوتا ہے اور تیری امت کو میں نے سب امتوں سے بہتر بنایا ہے جو لوگوں کے لئے برآمد کی گئی ہے تیری امت کو میں نے بہترین امت بنایا ہے تیری ہی امت کو اولین اور آخرین بنایا ہے ان کا خطبہ جائز نہیں جبتک وہ میرے بندے اور رسول ہونے کی شہادت نہ دے لیں

میں نے تیری امت میں ایسے لوگ بنائے ہیں جن کے دل میں ان کی کتابیں ہیں تجھے از روئے پیدائش سب سے اول کیا اور از روئے بعثت سب سے آخر کیا اور از روئے فیصلہ بھی سب سے اول کیا تجھے میں نے سات ایسی آیتیں دیں جو بار بار دھرائی جاتی ہیں جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں تجھے میں نے اپنے عرش تلے سے سورۃ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں دیں جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں میں نے تجھے کوثر عطا فرمائی اور میں نے تجھے اسلام کے آٹھ حصے دیئے، اسلام، ہجرت، جہاد، نماز، صدقہ، رمضان کے روزے نیکی کا حکم، برائی سے روک اور میں نے تجھے شروع کرنیوالا اور ختم کرنیوالا بنایا، پس آپ فرمانے لگے، مجھے میرے رب نے چھ باتوں کی فضیلت عطا فرمائی کلام کی ابتدا اور اس کی انتہا دی، جامع باتیں دیں تمام لوگوں کی طرف خوشخبری دینے والا اور آگاہ کرنیوالا بنا کر بھیجا میرے دشمن مجھ سے مہینہ بھر کی راہ پر ہوں وہیں سے ان کے دل میں میرا رعب ڈال دیا گیا، میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوتیں میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو بنائی گئی پھر آپ پر پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا اور بہ مشورہ حضرت موسیٰ ع تخفیف طلب کرنے کا اور آخر میں پانچ رہ جانے کا ذکر ہے جیسے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے پس پانچ ہیں اور ثواب پچاس کا جس سے آپ بہت خوش ہوئے جاتے وقت حضرت موسیٰ ع سخت تھے اور آتے وقت نہایت نرم اور سب سے بہتر اور کتاب کی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اسی آیت سُبْحٰنَ الَّذِیْ کی تفسیر میں آپنے یہ واقعہ بیان فرمایا یہ بھی واضح رہے کہ اس لمبی حدیث کا ایک راوی ابو جعفر رازی بظاہر حافظے کا کچھ ایسا اچھا نہیں معلوم ہوتا اسکے بعض الفاظ میں سخت غرابت اور بہت زیادہ نکارت ہے انھیں ضعیف بھی کہا گیا ہے اور صرف انہی کی روایت والی حدیث نظر سے خالی نہیں ایک اور بات یہ ہے کہ خواب والی حدیث کا کچھ حصہ بھی اس میں آگیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بہت سی حدیثوں کا مجموعہ یہ ہو یا خواب یا معراج کے سوا کسی واقعہ کی اسمیں روایت ہو واللہ اعلم بخاری مسلم کی ایک روایت میں آپ کا حضرت موسیٰ ع حضرت عیسیٰ ع حضرت ابراہیم ع کے حلیے وغیرہ بھی بیان کرنا مروی ہے، صحیح مسلم کی حدیث میں حطیم میں آپ سے بیت المقدس کے سوالات کئے جانے اور پھر اسکے ظاہر ہو جانے کا واقعہ بھی ہے اس میں بھی ان تینوں سے ملاقات کرنے کا اور انکے حلیے کا بیان ہے اور یہ بھی کہ آپ نے انھیں نماز میں کھڑا پایا، آپنے مالک خازن جہنم کو بھی دیکھا اور انھوں نے ہی ابتداءً آپ سے سلام کیا، بیہقی وغیرہ میں کئی ایک صحابہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ص ام ہانی کے مکان پہ سوتے ہوئے تھے آپ عشا کی نماز سے فارغ ہو گئے تھے وہیں سے آپ کو معراج ہوئی پھر امام حاکم نے بہت لمبی حدیث بیان فرمائی ہے جس میں درجوں کا اور فرشتوں وغیرہ کا ذکر ہے خدا کی قدرت سے تو کوئی چیز بعید نہیں بشرطیکہ وہ روایت صحیح ثابت ہو جائے، امام بیہقی رح اس روایت کو بیان کر کے فرمائے ہیں کہ مکے شریف سے بیت المقدس تک جانے اور معراج کے بارے میں اس حدیث میں پوری کفایت ہے لیکن اس روایت کو بہت ائمہ حدیث نے مرسل بیان کیا ہے واللہ اعلم، اب حضرت عائشہ رض کی سنئے بیہقی میں ہے کہ جب صبح کے وقت لوگوں سے حضور ص نے اس بات کا ذکر کیا تو بہت سے لوگ مرتد ہو گئے جو اس سے پہلے با ایمان اور تصدیق کرنے والے تھے پھر حضرت صدیق کے پاس ان کا جانا اور آپ کا سچا ماننا اور صدیق لقب پانا مروی ہے خود حضرت ام ہانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میرے ہی مکان سے کرائی گئی ہے اس رات آپ نماز عشا کے بعد میرے مکان پر ہی آرام فرما تھے، آپ بھی سو گئے ہم سب بھی، صبح سے کچھ ہی پہلے ہم نے حضور ص کو جگایا، پھر آپ کیساتھ ہی ہم نے صبح کی نماز ادا کی، تو آپ نے فرمایا، اے اُمّ ہانی میں نے تمہارے ساتھ ہی عشا کی نماز ادا کی اور اب صبح کی نماز میں بھی تمہارے ساتھ ہی ہوں اس درمیان میں اللہ تع نے مجھے بیت المقدس پہنچایا اور میں نے وہاں نماز بھی پڑھی، ایک راوی کلبی متروک ہے اور بالکل ساقط ہے لیکن اسے ابو یعلیٰ میں اور سند سے خوب بسط کے

ساتھ روایت کیا ہے طبرانی میں حضرت ام ہانی رضؓ سے منقول ہے کہ حضور ؐ شب معراج میرے ہاں سوتے ہوئے تھے میں نے آپ کو آگے ہر چند تلاش کی لیکن نہ پایا ڈر تھا کہ کہیں قریشیوں نے کوئی دھوکہ نہ کیا ہو لیکن حضور ؐ نے فرمایا کہ جبرئیل ؑ میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ تھام کر مجھے لے چلے دروازے پر ایک گھوڑا تھا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے اونچا تھا مجھ کو اس پر سوار کیا پھر مجھے بیت المقدس پہنچایا گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا وہ اخلاق میں اور صورت شکل میں بالکل میرے مشابہ تھے حضرت موسیٰ ؑ کو دکھلایا لانبے قد کے سیدھے بالوں کے ایسے تھے جیسے ازدشنوہ کے قبیلے کے لوگ ہوا کرتے ہیں، اسی طرح مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دکھایا درمیانہ سفید و سرخی مائل رنگ بالکل ایسے جیسے عروہ بن مسعود ثقفی ہیں، دجال کو دکھایا ایک آنکھ اس کی مٹی ہوتی تھی ایسا تھا جیسے قطن بن عبد العزیٰ، اتنے ارشاد کے بعد فرمایا کہ اچھا میں جاتا ہوں اور جو دیکھا ہے وہ قریش سے بیان کرتا ہوں، میں نے آپ کا پلہ تھام لیا اور عرض کیا کہ للہ آپ اپنی قوم میں اس کو بیان نہ کریں وہ آپ کو جھٹلائیں گے آپ کی بات ہرگز نہ مانیں گے اور اگر بس چلا تو آپ کی بے ادبی کریں گے لیکن آپ نے جھٹکا مار کر اپنا دامن میرے ہاتھ سے چھڑا لیا اور سیدھے قریش کے مجمع میں پہنچکر ساری باتیں بیان فرما دیں، جبیر بن مطعم کہنے لگا، بس حضرت ؐ آج ہمیں معلوم ہو گیا اگر آپ سچے ہوتے تو ایسی بات ہم سے بیٹھ کر نہ کہتے ایک شخص نے کہا حضرت! راستے میں ہمارا قافلہ بھی ملا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں، اور ان کا ایک اونٹ کھو گیا تھا جس کی تلاش کر رہے تھے، کسی نے کہا اور فلاں قبیلے والوں کے اونٹ بھی راستے میں ملے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی ملے تھے فلاں مقام پر تھے اس میں ایک سرخ رنگ کا اونٹ تھا جس کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا، ان کے پاس ایک بڑے پیالہ میں پانی تھا جسے میں نے پیا بھی، انھوں نے کہا اچھا ان کے اونٹوں کی گنتی بتلاؤ ان میں چرواہے کون کون تھے یہ بھی بتلاؤ کہ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے قافلہ آپ کے سامنے کر دیا آپ نے ساری گنتی بھی بتلا دی اور چرواہوں کے نام بھی بتلا دیئے ایک چرواہا ان میں ابن ابی قحافہ تھا اور یہ بھی فرما دیا کہ کل صبح کو وہ غنیہ پہنچ جائیں گے چنانچہ اس وقت اکثر لوگ بہ طور آزمائش ثنیہ جا پہنچے، دیکھا کہ واقعی قافلہ آگیا ان سے پوچھا کہ تمہارا اونٹ کھو گیا تھا؟ انھوں نے کہا درست ہے کھو گیا تھا، دوسرے قافلے والوں سے پوچھا کیا کسی سرخ رنگ اونٹنی کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے انھوں نے جواب دیا کہ ہاں یہ بھی صحیح ہے پوچھا کیا تمہارے پاس بڑا پیالہ پانی کا بھی تھا؟ ابوبکر نے کہا ہاں خدا کی قسم اسے تو میں نے آپ رکھا تھا اور ان میں سے نہ کسی نے پیا نہ وہ پانی گرا لگا، بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں، یہ آپ پر ایمان لائے اور اس دن سے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔

ان تمام احادیث کی واقفیت کے بعد جن میں صحیح بھی ہیں، حسن بھی ہیں، ضعیف بھی ہیں کم از کم اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ حضور ؐ کا مکہ شریف سے بیت المقدس تک لے جانا ہوا، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ صرف ایک ہی مرتبہ ہوا ہے گو راویوں کی عبارتیں اس باب میں مختلف الفاظ میں ہیں، گو ان میں زیادتی کمی بھی ہے، یہ کوئی بات نہیں سوائے انبیاء علیہم السلام کے خطا سے پاک کون ہے، بعض لوگوں نے ہر ہر ایسی روایت کو الگ واقعہ کہا ہے اور اس کے قائل ہوتے ہیں کہ یہ واقعہ کئی بار ہوا لیکن یہ لوگ بہت دور نکل گئے اور بالکل انوکھی بات کہی اور نہ جانے کی جگہ چلے گئے اور پھر بھی مطلب حاصل نہیں ہوا متاخرین میں سے بعض نے ایک اور ہی توجیہ پیش کی ہے اور انھیں اس پر بڑا ناز ہے، وہ یہ کہ ایک مرتبہ تو آپ کو مکے سے صرف بیت المقدس تک سیر ہوئی، ایک مرتبہ مکے سے آسمانوں پر چڑھائے گئے اور ایک مرتبہ مکے سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے آسمانوں تک لیکن یہ قول بھی بہت دور کا اور بالکل غریب ہے سلف میں سے تو اس کا قائل کوئی نہیں اگر ایسا ہوتا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی اسے کھول کر بیان فرما دیتے اور راوی آپ سے اس کے بار بار ہونے کی روایت کرتے

بقول حضرت زہری معراج کا یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے کا ہے عروہ بھی یہی کہتے ہیں، سدی کہتے ہیں کہ چھ ماہ پہلے کا ہے پس حق بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جاگتے میں نہ کہ خواب میں مکہ شریف سے بیت المقدس تک کی سیر کرائی گئی اس وقت آپ براق پر سوار تھے مسجد اقدس کے دروازے پر آپ نے براق کو باندھا وہاں جاکر اس کے قبلہ رخ تحیۃ المسجد کے طور پر دو رکعت نماز ادا کی پھر معراج لائے گئے جو درجوں والی ہے اور بہ طور سیڑھی کے ہے اس سے آپ آسمانِ دنیا پر چڑھائے گئے پھر ساتوں آسمانوں پر پہنچائے گئے ہر آسمان کے مقربین خدا سے ملاقاتیں ہوئیں، انبیا علیہم السلام سے انکے منازل و درجات کے مطابق سلام علیک ہوئی چھٹے آسمان میں کلیم اللہ ع سے اور ساتویں میں خلیل اللہ سے ملے، پھر ان سے بھی آگے بڑھ گئے صلی اللہ علیہ وسلم وعلی سائر الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام یہاں تک کہ آپ مستوی میں پہنچے جہاں قضا و قدر کی قلموں سے آوازیں آپ نے سنیں سدرۃ المنتہی کو دیکھا جس پر عظمتِ خدا چھا رہی تھی سونے کی ٹڈیاں اور طرح طرح کے رنگ اس پر نظر آرہے تھے فرشتے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے وہیں پر آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو انکی اصلی صورت میں دیکھا چھ سو پر تھے، وہیں آپ نے رفرف سبز رنگ کا دیکھا جس نے آسمان کے کناروں کو ڈھک رکھا تھا بیت المعمور کی زیارت کی جو خلیل اللہ علیہ السلام کے زمینی کعبے کے ٹھیک اوپر آسمانوں پر ہے یعنی آسمانی کعبہ ہے خلیل خدا اس سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے، اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت خدا کیلئے جاتے ہیں مگر جو آج گئے پھر انکی باری قیامت تک نہیں آتی آپنے جنت و دوزخ دیکھی یہیں اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم نے پچاس نمازیں فرض کرکے پھر تخفیف کر دی اور پانچ رکھیں جو خاص اس کی رحمت تھی، اس سے نماز کی بزرگی اور فضیلت بھی صاف طور سے ظاہر ہے پھر آپ واپس بیت المقدس کی طرف اترے اور آپ کے ساتھ تمام انبیاء علیہم السلام بھی اترے وہاں آپ نے ان سب کو نماز پڑھائی جبکہ نماز کا وقت ہوگیا ممکن ہے وہ اس دن کی صبح کی نماز ہو ہاں بعض حضرات کا قول ہے کہ امامتِ انبیاء آپ نے آسمانوں میں کی، لیکن روایت سے یہ واقعہ بیت المقدس کا معلوم ہوتا ہے گو بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جاتے ہوئے آپ نے یہ نماز پڑھائی، لیکن ظاہر یہ ہے کہ آپ نے واپسی میں امامت کرائی اسکی ایک دلیل تو یہ ہے کہ جب آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام سے آپکی ملاقات ہوتی ہے تو آپ ہر ایک کی بابت حضرت جبرائیل ع سے پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ اگر بیت المقدس میں انکی امامت آپ نے کرائی ہوتی تو اب چنداں ان سوال کی ضرورت نہیں رہتی دوسرے یہ کہ سب سے پہلے اور سب سے بڑی غرض تو بلندی پر جناب باری تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا تھا تو بظاہر یہی بات سب پر مقدم تھی، جب یہ ہو چکا اور آپ پر اور آپ کی امت پر اس رات میں فریضۂ نماز مقرر ہونا تھا وہ بھی ہو چکا اب آپ کو اپنے بھائیوں کے ساتھ جمع ہونیکا موقع ملا اور ان سب کے سامنے آپ کی بزرگی اور فضیلت ظاہر کرنیکے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اشارے سے آپ نے امام بن کر انہیں نماز پڑھائی، پھر بیت المقدس سے بہ سواری براق آپ واپس رات کے اندھیرے اور صبح کے کچھ یونہی سے اجالے کیوقت مکہ شریف پہنچ گئے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم، اب یہ جو مروی ہے کہ آپ کے سامنے دودھ اور شہد یا دودھ اور شراب یا دودھ اور پانی پیش کیا گیا، یہ چاروں ہی چیزیں اس کی بابت روایتوں میں یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ بیت المقدس کا ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ آسمانوں کا ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی جگہ یہ چیز آپ کے سامنے پیش ہوئی ہو اس لئے کہ جیسے کسی آنے والے کے سامنے بہ طور مہمانی کے کچھ چیز رکھی جاتی ہے اسی طرح یہ تھا، واللہ اعلم پھر اس میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ معراج آپ کے جسم و روح سمیت کرائی گئی تھی یا صرف روحانی طور پر؟ اکثر علماء کرام تو یہی فرماتے ہیں کہ جسم و روح سمیت آپ کو معراج ہوئی اور ہوئی بھی جاگتے میں نہ کہ بہ طور خواب کے، ہاں اسکا انکار نہیں کہ حضور کو پہلے خواب میں یہی چیزیں دکھائی گئی ہوں، آپ

خواب میں جو کچھ ملاحظہ فرماتے اسے اسی طرح پھر واقع میں جاگتے ہوئے بھی ملاحظہ فرما لیتے، اس کی بڑی دلیل ایک تو یہ ہے کہ اس واقعہ کے بیان فرمانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکیزگی بیان فرمائی ہے، اس اسلوب بیان کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے بعد کی بات کوئی بڑی اہم ہے اگر یہ واقعہ خواب کا مانا جاتے تو خواب میں ایسی باتیں دیکھ لینا اتنا اہم نہیں کہ اس کو بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالےٰ پہلے سے بہ طور احسان اور بہ طور اظہار قدرت اپنی تسبیح بیان کرے۔ پھر اگر یہ واقعہ خواب کا ہی تھا تو کفار اس طرح جلدی سے آپ کی تکذیب نہ کرتے ایک شخص اپنا خواب اور خواب میں دیکھی ہوئی عجائب چیزیں بیان کر رہا ہے، کرے کوئی وجہ نہیں تھی کہ بھڑ بھڑا کر آجائیں اور سنتے ہی سختی سے انکار کرنے لگیں پھر جو لوگ کہ اس سے پہلے آپ پر ایمان لا چکے تھے اور آپ کی رسالت کو قبول کر چکے تھے کیا وجہ ہے کہ وہ واقعہ معراج کو سن کر اسلام سے پھر جاتے ہیں اس سے بھی ظاہر ہے کہ آپ نے خواب کا قصہ بیان نہیں فرمایا تھا، پھر قرآن کے لفظ بِعَبۡدِہٖ پہ غور کیجئے عَبۡد کا اطلاق روح اور جسم دونوں کے مجموعہ پر آتا ہے پھر اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا کا فرمانا اس چیز کو اور صاف کر دیتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں لے گیا، اس دیکھنے کو لوگوں کی آزمائش کا سبب آیت وَمَا جَعَلۡنَا الرُّءۡیَا الَّتِیۡۤ اَرَیۡنٰکَ اِلَّا فِتۡنَۃً لِّلنَّاسِ، فرمایا گیا ہے، اگر یہ خواب ہی تھا تو اس میں لوگوں کی ایسی بڑی کونسی آزمائش تھی جسے مستقل طور پر بیان فرمایا جاتا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آنکھوں کا دیکھنا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا (بخاری) خود قرآن فرماتا ہے مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی نہ تو نگاہ بھٹکی نہ بہکی، ظاہر ہے کہ بصر یعنی نگاہ انسان کی ذات کا ایک بڑا وصف ہے نہ کہ صرف روح کا پھر براق کی سواری کا لایا جانا اور اس سفید چمکیلے جانور پر سوار کرا کر آپ کو لے جانا بھی اسی کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ جاگتے کا اور جسمانی ہے ورنہ صرف روح کے لئے سواری کی ضرورت نہیں، واللہ اعلم اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ معراج صرف روحی تھی نہ کہ جسمانی چنانچہ محمد بن اسحاق لکھتے ہیں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رض کا یہ قول مروی ہے، حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ جسم غائب نہیں ہوا تھا بلکہ روحانی معراج تھی اس قول کا انکار نہیں کیا گیا کیونکہ حسن رح فرماتے ہیں وَمَا جَعَلۡنَا الرُّءۡیَا الخ آیت اتری ہے اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی نسبت خبر دی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے خواب میں تیرا ذبح کرنا دیکھا ہے، اب تو سوچ لے کیا دیکھتا ہے؟ پھر یہی حال رہا ہے، پس ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر وحی جاگتے میں بھی آتی ہے اور خواب میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل جاگتا رہتا ہے واللہ اعلم، اس میں سے کونسی سچی بات ہے؟ آپ گئے اور آپ نے بہت سی باتیں دیکھیں، جس حال میں بھی آپ تھے سوتے یا جاگتے سب حق اور سچ ہے، یہ تو تھا محمد بن اسحاقؒ کا قول امام ابن جریر رح نے اس کی بہت کچھ تردید کی ہے اور ہر طرح اسے رد کیا ہے اور اسے خلافِ ظاہر قرار دیا ہے کہ الفاظ قرآنی کے سراسر خلاف یہ قول ہے پھر اس کے خلاف بہت سی دلیلیں قائم کی ہیں جن میں سے چند ہم نے بھی اوپر بیان کر دی ہیں واللہ اعلم ؞ ؞

ایک نہایت ہی عمدہ اور بہت زبردست فائدہ اس بیان میں اس روایت سے ہوتا ہے جو حافظ ابو نعیم اصبہانی نے کتاب دلائل النبوۃ میں لائے ہیں کہ جب دحیہ بن خلیفہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کے پاس بہ طور قاصد کے اپنے نامۂ مبارک کے ساتھ بھیجا یہ گئے پہنچے اور عرب تاجروں کو جو ملک شام میں تھے ہرقل نے جمع کیا ان میں ابو سفیان صخر بن حرب تھا اور اس کے ساتھی مکے کے اور کافر بھی تھے پھر اس نے ان سے بہت سے

سوالات کئے جو بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں ابوسفیان کی اول سے آخر تک یہی کوشش رہی کہ کسی طرح حضور ﷺ کی برائی اور حقارت اس کے سامنے کرے تاکہ بادشاہ کے دل کا میلان آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ ہو وہ خود کہتا ہے کہ میں صرف اس خوف سے غلط باتیں کرنے اور تہمتیں دھرنے سے باز رہا کہ کہیں میرا جھوٹ اس پر کھل نہ جائے پھر تو یہ میری بات کو جھٹلائے گا اور بڑی ندامت ہوگی، اسی وقت دل میں خیال آگیا اور میں نے کہا بادشاہ سلامت سنئے میں ایک واقعہ بیان کروں، جس سے آپ پر یہ بات کھل جائے گی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بڑے جھوٹے آدمی ہیں، سنئے! ایک دن وہ کہنے لگے کہ اس رات وہ مکہ سے چلے اور آپ کی اس مسجد میں یعنی بیت المقدس کی مسجد میں آئے اور پھر واپس صبح سے پہلے مکے پہنچ گئے، میری یہ بات سنتے ہی بیت المقدس کا لاٹ پادری جو شاہ روم کی اس مجلس میں اس کے پاس بڑی عزت سے بیٹھا ہوا تھا فوراً ہی بول اٹھا کہ یہ بالکل صحیح ہے مجھے اس رات کا علم ہے، قیصر نے تعجب خیز نظر سے اس کی طرف دیکھا اور ادب سے پوچھا، جناب کو کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا سنئے میری عادت تھی اور یہ کام میں نے اپنے متعلق کر رکھا تھا کہ جب تک مسجد شریف کے تمام دروازے اپنے ہاتھ سے بند نہ کر لوں سوتا نہ تھا اس رات میں دروازے بند کرنے کو کھڑا ہوا سب دروازے اچھی طرح بند کر دیئے لیکن ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا میں نے ہر چند زور لگائے لیکن کواڑ اپنی جگہ سے سرکا بھی نہیں میں نے اسی وقت اپنے آدمیوں کو آواز دی، وہ آئے ہم سب نے مل کر طاقت لگائی لیکن سب کے سب ناکام رہے بس یہ معلوم ہو رہا تھا کہ گویا ہم کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے سرکانا چاہتے ہیں وہ جنبش تک نہیں میں نے بڑھئی بلوائے انھوں نے دیکھا بھالا ترکیبیں کیں کوششیں کیں لیکن وہ بھی ہار گئے اور کہنے لگے صبح پر رکھئے چنانچہ وہ دروازہ اس شب یونہی رہا دونوں کواڑ بالکل کھلے رہے میں صبح ہی اس دروازے کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے پاس کونے میں جو چٹان پتھر کی تھی اس میں ایک سوراخ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رات کو کسی نے کوئی جانور باندھا ہے اس کے اثر اور نشان موجود تھے میں سمجھ گیا اور میں نے اسی وقت اپنی جماعت سے کہا کہ آج کی رات یہ ہماری مسجد کسی نبی کے لئے کھلی رکھی گئی اور اس نے یہاں ضرور نماز ادا کی ہے۔ یہ حدیث بہت لمبی ہے، فائدہ، حضرت ابوالخطاب عمر بن وحیہ اپنی کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر میں حضرت انس کی روایت سے معراج کی حدیث وارد کر کے اس کے متعلق نہایت عمدہ کلام کر کے پھر فرماتے ہیں معراج کی حدیث متواتر ہے حضرت عمر بن خطابؓ۔ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابوذرؓ حضرت مالک بن صعصعہؓ۔ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوسعیدؓ حضرت ابن عباسؓ، حضرت شداد بن اوسؓ۔ حضرت ابی بن کعبؓ۔ حضرت عبد الرحمٰن بن قرظؓ۔ حضرت ابوحبہؓ۔ حضرت ابولیلیٰ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو حضرت جابر۔ حضرت حذیفہ۔ حضرت بریدہ، حضرت ابوایوب، حضرت ابوامامہ، حضرت سمرہ بن جندب، حضرت ابوالحمراء، حضرت صہیب رومی۔ حضرت ام ہانی۔ حضرت عائشہ۔ حضرت اسماء وغیرہ سے مروی ہے رضی اللہ عنہم اجمعین، ان میں سے بعض نے تو اسے مطول بیان کیا ہے اور بعض نے مختصر، گو ان میں سے بعض روایتیں سنداً صحیح نہیں، لیکن بالجملہ صحت کے ساتھ واقعۂ معراج ثابت ہے اور مسلمان اجماعی طور پر اس کے قائل ہیں ہاں بیشک زندیق و ملحد لوگ اس کے منکر ہیں وہ خدا کے نورانی چراغ کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں، لیکن وہ پوری روشنی کے ساتھ چمکتا ہوا ہی رہے گا، گو کافروں کو برا لگے ۔

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى
ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل
لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ
کے لئے ہدایت بنا دی کہ تم میرے سوا کسی کو

دُوْنِیْ وَكِيْلًا ② ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ

اپنا کارساز نہ بنانا۔ اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوح

نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ③

کے ساتھ چڑھا لیا تھا وہ تو ہمارا بڑا ہی شکرگذار بندہ تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعۂ معراج کے بیان کے بعد اپنے پیغمبر کلیم خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بیان فرماتا ہے قرآن کریم میں عموماً یہ دونوں بیان ایک ساتھ آئے ہیں اسی طرح توراۃ اور قرآن کا بیان بھی ملا جلا ہوتا ہے حضرت موسیٰ ع کی کتاب کا نام توراۃ ہے وہ کتاب بنی اسرائیل کے لئے ہادی تھی انہیں حکم ہوا تھا کہ خدا کے سوا کسی اور کو ولی اور مددگار اور معبود نہ سمجھیں ہر ایک نبی توحید خدا لیکر آتا رہا ہے، پھر انھیں کہا جاتا ہے کہ اے ان بزرگوں کی اولاد جنہیں ہم نے اپنے اس احسان سے نوازا تھا کہ طوفان نوح کی عالمگیر ہلاکت سے انھیں بچا لیا اور اپنے پیارے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کیساتھ کشتی پر چڑھا لیا تھا۔ تمھیں اپنے بڑوں کی طرح ہماری شکر گذاری کرنی چاہیئے، دیکھو میں نے تمہاری طرف اپنے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے مروی ہے کہ حضرت نوح ؑ جو نوالہ کھاتے پیتے پہنتے غرض ہر وقت خدا کی حمد و ثنا بیان فرماتے رہتے تھے اس لئے آپ کو شکر گزار بندہ کہا گیا، مسند احمد وغیرہ میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے بہت ہی خوش ہوتا ہے جو لقمہ کھائے تو شکر خدا بجا لائے اور پانی کا گھونٹ پئے تو خدا کا شکر ادا کرے یہ بھی مروی ہے کہ آپ ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرتے رہتے شفاعت والی لمبی حدیث جو بخاری وغیرہ میں ہے اس میں ہے کہ جب لوگ طلب شفاعت کے لئے حضرت نوح نبی علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو ان سے کہیں گے کہ زمین والوں کی طرف آپ ہی پہلے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شکر گزار بندہ رکھا ہے آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کیجئے الخ:

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ

ہم نے بنی اسرائیل کے لئے ان کی کتاب میں صاف فیصلہ کر دیا تھا کہ تم زمین

لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا

میں دوبارہ فساد برپا کرو گے۔ اور تم بڑی زبردست زیادتیاں

كَبِيْرًا ④ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ

کرنے لگو گے۔ ان دونوں وعدوں میں سے پہلے کے آتے ہی ہم تمہارے مقابلہ پر

عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ

اپنے بندوں کو اٹھا کھڑا کرینگے جو بڑے ہی لڑاکو ہونگے پس وہ تمہارے گھروں

الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ⑤ ثُمَّ

کے اندر تک پھیل پڑیں گے خدا کا یہ وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔ پھر ہم ان پر

رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ

تمہارا غلبہ پھیریں گے اور مال اور اولاد سے تمہاری

وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ⑥ اِنْ

مدد فرمائیں گے اور تمھیں بڑے جتھے والا کر دیں گے۔ اگر تم نے

اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ

اچھے کام کئے تو خود اپنے ہی فائدہ کے لئے اچھے کام کرو گے اور اگر تم نے

فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا

برائیاں کیں بھی تو اپنے ہی لئے پھر جب دوسرا وعدہ آئیگا تو وہ تمہارے منہ

وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ

بگاڑ دیں گے اور پہلی دفعہ کی طرح پھر اسی مسجد میں گھس جائیں گے

اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ⑦

اور جس جس چیز پر قابو پائیں گے توڑ پھوڑ کر جڑ سے اکھاڑ دیں گے

عَسٰي رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ

تمہارا رب تو اس بات پر ہے کہ تم پر رحم کرے، ہاں اگر تم پھر بھی وہی کرنے

عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ⑧

لگے تو ہم بھی دوبارہ ایسا کریں گے ہم نے منکروں کا قید خانہ جہنم کو بنا رکھا ہے

جو کتاب بنی اسرائیل پر اتری تھی اس میں ہی اللہ تعالیٰ نے انھیں پہلے ہی سے خبر دیدی تھی کہ وہ زمین پر دو مرتبہ سرکشی کریں گے اور سخت فساد برپا کریں گے پس یہاں پر قَضَیْنَا کے معنیٰ مقرر کر دینا اور پہلے ہی سے خبر دیدینا کے ہیں جیسے آیت وَقَضَیْنَا اِلَیْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ میں یہی معنیٰ ہیں، پس ان کے پہلے فساد کیوقت ہم نے اپنی مخلوق میں سے ان لوگوں کو مقرر مُسلّط کیا جو بڑے ہی لڑنے والے سخت جان ساز وسامان سے پورے لیس تھے وہ ان پر چھا گئے ان کے شہر چھین لئے لوٹ مار کر کے ان کے گھروں تک کو خالی کر کے بے خوف وخطر واپس چلے گئے۔ خدا کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا کہتے ہیں کہ یہ جالوت کا لشکر تھا پھر اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کی مدد کی اور یہ حضرت طالوت کی بادشاہت میں پھر لڑے اور حضرت داؤدؑ نے جالوت کو قتل کیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ موصل کا بادشاہ سنحاریب اور اسکے لشکر نے ان پر فوج کشی کی تھی، بعض کہتے ہیں بابل کا بادشاہ بختنصر چڑھ آیا تھا، ابن ابی حاتم نے یہاں پر ایک عجیب غریب قصہ نقل کیا ہے کہ کس طرح اس شخص نے بتدریج ترقی کی تھی اولاً یہ ایک فقیر تھا پڑا رہتا تھا اور بھیک مانگ کر گذارہ کرتا تھا پھر تو اس نے بیت المقدس تک ... فتح کر لیا اور وہاں پر بنی اسرائیل کو بے دریغ قتل کیا، ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں ایک مطوّل مرفوع حدیث بیان کی ہے جو محض موضوع ہے اور اس کے موضوع ہونے میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔

تعجب ہے کہ باوجود اس قدر وافر علم کے حضرت امام صاحب نے یہ حدیث وارد کر دی، ہمارے استاد شیخ حافظ علامہ ابوالحجاج مزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے اور کتاب کے حاشیہ پر بھی لکھدیا ہے، اس بارے میں بنی اسرائیل کی روایتیں بھی بہت سی ہیں لیکن ہم انھیں وارد کر کے بے فائدہ اپنی کتاب کو طول دینا نہیں چاہتے کیونکہ ان میں سے بعض تو موضوع ہیں اور بعض گو ایسی نہ ہوں لیکن بحمد اللہ ہمیں ان روایتوں کی کوئی ضرورت نہیں کتاب اللہ ہمیں اور تمام کتابوں سے بے نیاز کر دینے والی ہے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی حدیثوں نے ہمیں ان چیزوں کا محتاج نہیں رکھا، مطلب صرف اس قدر ہے کہ بنی اسرائیل کی سرکشی کے وقت اللہ نے ان کے دشمن ان پر مسلط کر دیے جنھوں نے ان کو خوب مزہ چکھایا بری طرح درگت بنائی ان کے بال بچوں کو تہ تیغ کیا انھیں اس قدر ذلیل کیا کہ انکے گھروں تک میں گھس کر ان کا ستیاناس کیا اور ان کی سرکشی کی پوری سزا دی۔ انھوں نے بھی ظلم وزیادتی میں کوئی کسر نہیں رکھی تھی عوام تو عوام انھوں نے تو نبیوں کے گلے ریتے تھے، علماء کو برسر بازار قتل کیا تھا، بختنصر ملک شام پر غالب آیا بیت المقدس کو ویران کر دیا وہاں کے باشندوں کو قتل کیا۔ پھر دمشق پہنچا، یہاں دیکھا کہ ایک سخت پتھر پر خون جوش مار رہا ہے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا ہم نے تو اسے باپ دادوں سے اسی طرح دیکھا ہے یہ خون برابر ابلتا رہتا ہے ٹھہرتا نہیں اس نے وہیں پر قتل عام شروع کر دیا، ستر ہزار مسلمان وغیرہ اس کے ہاتھوں یہاں قتل ہوئے پس وہ خون ٹھہر گیا، اس نے علماء اور حافظوں کو اور تمام شریف اور ذی عزت لوگوں کو بے دردی سے قتل کیا ان میں کوئی حافظ تورات نہ بچا پھر قید کرنا شروع کیا ان قیدیوں میں نبی زادے بھی تھے، غرض ایک لرزہ خیز ہنگامہ ہوا لیکن چونکہ صحیح روایتوں سے بلکہ صحت کے قریب والی روایتوں سے بھی تفصیلات نہیں ملتیں اس لئے ہم نے انھیں چھوڑ دیا ہے واللہ اعلم، پھر فرماتا ہے نیکی کرنے والا در اصل اپنا ہی بھلا کرتا ہے اور برائی کرنیوالا حقیقت میں اپنا ہی برا کرتا ہے جیسے ارشاد ہے:۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا جو شخص نیک کام کرے وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جو برائی کرے اسکا بوجھ بھی اسی پر ہے جب دوسرا وعدہ آیا اور پھر بنی اسرائیل نے خدا کی نافرمانیوں پر کھلے عام کمر کس لی اور بیباکی اور بے حیائی کے ساتھ ظلم کرنے شروع کر دیتے تو پھر ان کے دشمن چڑھ دوڑے کہ وہ انکی شکلیں بگاڑ دیں اور بیت المقدس کی مسجد جس طرح پہلے انھوں نے اپنے قبضے میں کر لی تھی اب پھر دوبارہ کر لیں اور جہاں تک بن پڑے ہر چیز کا ستیاناس کر دیں چنانچہ یہ بھی ہو کر رہا تمہارا رب تو ہے ہی رحم کرنیوالا اور

اس سے ناامیدی نازیبا ہے بہت ممکن ہے کہ پھر سے دشمنوں کو پست کردے ہاں یہ یاد رہے کہ ادھر تم نے سر اٹھایا ادھر ہم نے تمہارا سر کچلا ادھر تم نے فساد مچایا ادھر ہم نے تمہیں برباد کیا، یہ تو ہوئی دنیوی سزا ابھی آخرت کی زبردست اور غیر فانی سزا باقی ہے، جہنم کافروں کا قید خانہ ہے جہاں سے نہ وہ نکل سکیں نہ بھاگ سکیں ہمیشہ کیلئے اُنکا اوڑھنا بچھونا یہی ہے، حضرت قتادہ فرماتے ہیں پھر بھی انھوں نے سر اٹھایا اور یکسر فرمانِ الٰہی کو چھوڑا اور مسلمانوں سے بھڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر غالب کیا اور انھیں ذلیل ہو کر جزیہ دینا پڑا

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ

یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے

وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ

اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے

أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ⑨ وَأَنَّ الَّذِينَ

کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے   اور یہ کہ جو لوگ آخرت پر یقین

لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ

نہیں رکھتے ان کے لئے ہم نے   دردناک   عذاب

عَذَابًا أَلِيمًا ⑩

ع ۱

تیار کر رکھا ہے ؛

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی پاک کتاب کی تعریف میں فرماتا ہے کہ یہ قرآن بہترین راہ کی طرف رہبری کرتا ہے۔ ایمان دار جو ایمان کے مطابق فرمانِ نبوی پر عمل بھی کریں انھیں یہ بشارتیں سناتا ہے کہ ان کے لئے خدا کے پاس بہت بڑا اجر ہے انھیں بے شمار ثواب ملے گا اور جو ایمان سے خالی ہیں انھیں یہ قرآن قیامت کے دن دردناک عذابوں کی خبر دیتا ہے۔ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ، انھیں المناک عذابوں کی خبر پہنچا دے ؛

وَيَدْعُ الْإِنسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ

انسان برائی کی   دعائیں مانگنے لگتا ہے بالکل اسی کی اپنی بھلائی کی

وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا ⑪

دعا کی طرح   انسان   ہے ہی بڑا جلد باز ؛

یعنی انسان کبھی کبھی دلگیر اور ناامید ہو کر اپنی سخت غلطی سے خود اپنے لئے برائی کی دعا مانگتا ہے، کبھی اپنے مال واولاد کے لئے بددعا کرنے لگتا ہے کبھی موت کی کبھی ہلاکت کی کبھی بربادی اور لعنت کی، لیکن اس کا خدا اس پر خود اس سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ ادھر وہ دعا کرے اُدھر وہ قبول فرمالے تو ابھی ہلاک ہو جائے حدیث میں بھی ہے کہ اپنی جان ومال کے لئے بددعا نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ کسی قبولیت کی گھڑی میں ایسا کوئی کلمۂ بد زبان سے نکل جائے۔ اس کی وجہ انسان کی اضطرابی حالت اور اس کی جلد بازی ہے، یہ ہے ہی جلد باز، حضرت سلمان فارسی رضہ اور حضرت ابن عباسؓ نے اس موقعہ پر حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ ابھی پیروں تلے تک روح نہیں پہنچی تھی جو آپ نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا، روح سر کی طرف سے آرہی تھی ناک تک پہنچی تو چھینک آئی، آپ نے کہا الحمد للہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا يَرْحَمُكَ رَبُّكَ يَا آدَمُ، اے آدم تجھ پر تیرا رب رحم کرے۔ جب آنکھوں تک پہنچی تو آنکھیں کھول کر دیکھنے لگے، جب اور نیچے کے اعضاء میں گئی تو خوشی سے اپنے تئیں دیکھنے لگے ابھی پیروں تک نہیں پہنچی تھی جو چلنے کا ارادہ کیا لیکن نہ چل سکے تو دعا کرنے لگے کہ الٰہی رات سے پہلے روح آجائے ؛

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ

ہم نے رات اور دن کو اپنی قدرت کے نشان بنائے ہیں رات کی نشانی کو تو ہم نے

اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِتَبْتَغُوا

بے نور کر دیا ہے   اور دن کی نشانی کو منور دکھانیوالی بنائی ہے تاکہ تم اپنے

فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ

رب کا فضل تلاش کر سکو اور اس لئے بھی کہ برسوں کا شمار اور

السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ

حساب معلوم کر سکو۔ اور ہر ہر چیز کو ہم نے خوب تفصیل

تَفْصِیْلًا ⑫

سے بیان فرما دیا ہے ؛

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے دو کا یہاں بیان فرماتا ہے کہ دن رات اس نے الگ الگ وضع کے بنائے رات آرام کے لئے دن تلاش معاش کے لئے کہ اس میں کام کاج کرو صنعت و حرفت کرو سیر و سفر کرو، رات دن کے اختلاف سے دنوں کی جمعوں کی مہینوں کی برسوں کی گنتی معلوم کر سکو تاکہ لین دین میں معاملات میں قرض میں مدت میں عبادت کے کاموں میں سہولت اور پہچان ہو جائے، اگر ایک ہی وقت رہتا تو بڑی مشکل ہو جاتی سچ ہے اگر خدا چاہتا تو ہمیشہ رات ہی رکھتا کوئی اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ دن کر دے اور اگر وہ ہمیشہ دن ہی دن رکھتا تو کس کی مجال تھی کہ رات لا دے؟ یہ نشانات قدرت سننے دیکھنے کے قابل ہیں یہ اسی کی رحمت ہے کہ رات سکون کے لئے بنائی اور دن تلاش معاش کے لئے، ان دونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے لگاتار آنے والے بنائے تاکہ شکر و نصیحت کا ارادہ رکھنے والے کامیاب ہو سکیں اسی کے ہاتھ رات دن کا اختلاف ہے وہ رات کا پردہ دن پر اور دن کا لفافہ رات پر چڑھا دیتا ہے سورج چاند اسی کی ماتحتی میں ہیں ہر ایک اپنے مقررہ وقت پر چل پھر رہا ہے وہ خدا غالب اور غفار ہے وہ صبح کا چاک کرنے والا ہے، اسی نے رات کو سکون والی بنائی ہے اور سورج چاند کو مقرر کیا ہے یہ خدائے عزیز و علیم کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے رات اپنے اندھیرے سے چاند کے ظاہر ہونے سے پہچانی جاتی ہے اور دن روشنی سے اور سورج کے چڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے سورج چاند دونوں ہی روشن اور منور ہیں لیکن ان میں بھی پورا تفاوت رکھا کہ ہر ایک پہچان لیا جا سکے۔ سورج کو بہت روشن اور چاند کو نورانی اسی نے کیا ہے، منزلیں اسی نے مقرر کی ہیں تاکہ حساب اور سال معلوم رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ پیدائش حق ہے الخ ؛؛ قرآن میں ہے کہ لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں کہدے کہ وہ لوگوں کے لئے اوقات ہیں اور حج کے لئے بھی الخ، رات کا اندھیرا ہٹ جاتا ہے اور دن کا اُجالا آ جاتا ہے سورج دن کی علامت ہے چاند رات کا نشان ہے اللہ تعٰ نے چاند کو کچھ سیاہی والا پیدا کیا ہے پس رات کی نشانی چاند کو بہ نسبت سورج کے ماند کر دیا ہے اس میں ایک طرح کا دھبہ رکھ دیا ہے۔ ابن الکواء نے امیر المومنین حضرت علی رضؓ سے پوچھا کہ چاند میں یہ جھائی کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ ہم نے رات کے نشان یعنی محویت دھندلکا ڈال دیا اور دن کا نشان خوب روشن ہے یہ چاند سے زیادہ منور اور چاند سے بہت بڑا ہے، دن رات کو دو نشانیاں مقرر کر دی ہیں، پیدائش ہی ان کی اس طرح کی ہے ؛؛

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ

ہم نے ہر انسان کی برائی بھلائی کو اس کے گلے لگا دیا ہے

عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

اور بروز قیامت ہم اس کے سامنے اس کا

كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ⑬ اِقْرَاْ

نامۂ اعمال نکالیں گے جسے وہ اپنے روبرو کھلا ہوا پائیگا، لے خود ہی اپنی

كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ

کتاب آپ ہی پڑھ لے۔ آج تو تو آپ ہی اپنا خود حساب لینے

حَسِیْبًا ⑭

کو کافی ہے ؛؛

اوپر کی آیتوں میں زمانے کا ذکر کیا جس میں انسان کے اعمال ہوتے ہیں اب یہاں فرمایا ہے کہ اس کا جو عمل ہوتا ہے بھلا ہو یا برا وہ اس پر چپک جاتا ہے، نیکی کا نیک بدلہ ملے گا۔ بدی کا بد خواہ وہ کتنی ہی کم مقدار میں کیوں نہ ہو جیسے فرمان ہے کہ ذرہ برابر کی خیر اور اتنی ہی شر ہر شخص قیامت کے دن دیکھ لیگا

اور جیسے فرمان ہے داہنی اور بائیں جانب وہ بیٹھے ہوتے ہیں۔ جو بات منہ سے نکلے وہ اسی وقت ٹانک لیتا ہے اور جگہ ہے وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۝ الخ تم پر نگہبان ہیں جو بزرگ ہیں اور لکھنے والے ہیں تمہارے ہر ہر فعل سے باخبر ہیں اور آیت میں ہے تمہیں صرف تمہارے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ ملے گا، اور جگہ ہے ہر برائی کرنے والے کو سزا دی جائے گی۔ مقصود یہ ہے کہ ابن آدم کے چھوٹے بڑے، چھپے کھلے، نیک بد اعمال صبح شام دن رات برابر لکھے جا رہے ہیں مسند احمد میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، البتہ ہر انسان کی شامتِ عمل اس کی گردن میں ہے ابن لہیعہ فرماتے ہیں کہ یہاں تک شگون لینا بھی، لیکن اس حدیث کی یہ تشریح غریب ہے، واللہ اعلم، اس کے اعمال کے مجموعے کی کتاب قیامت کے دن یا تو اس کے دائیں ہاتھ میں دی جائیگی یا بائیں میں، نیکوں کے دائیں ہاتھ میں اور بروں کے بائیں ہاتھ میں کھلی ہوتی ہوگی کہ وہ بھی پڑھ لے اور دوسرے بھی دیکھ لیں اس کی تمام عمر کے کل اعمال اس میں لکھے ہوئے ہوں گے جیسے فرمان ہے یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ الخ اس دن انسان اپنے تمام اگلے پچھلے اعمال سے خبردار کر دیا جائے گا، انسان تو اپنے معاملہ میں خود ہی حجت ہے گو وہ اپنی بے گناہی میں کتنے ہی بہانے پیش کر دے، اس وقت اس سے فرمایا جائے گا کہ تو خوب جانتا ہے کہ تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا اس میں وہی لکھا گیا ہے جو تو نے کیا ہے اس وقت چونکہ بھولی بسری چیزیں بھی یاد آجائیں گی، اس لئے درحقیقت کوئی عذر پیش کرنے کی گنجائش نہ رہے گی، پھر سامنے کتاب ہے جو پڑھ رہا ہے خواہ وہ دنیا میں ان پڑھ ہی تھا لیکن آج ہر شخص اسے پڑھ لے گا گردن کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا کہ وہ ایک مخصوص حصہ ہے اس میں جو چیز لٹکا دی گئی وہ چپک گئی ضروری ہو گئی شاعروں نے بھی اس خیال کو ظاہر کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے بیماری کا متعدی ہونا کوئی چیز نہیں فال کوئی چیز نہیں ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار ہے اور روایت میں ہے کہ شگون ہر انسان کا اس کے گلے کا ہار ہے۔ آپ کا فرمان ہے کہ ہر دن کے عمل پر مہر لگ جاتی ہے جب مومن بیمار پڑتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں خدایا تو نے فلاں کو تو روک لیا ہے، اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ فرماتا ہے اس کے جو عمل تھے برابر لکھتے جاؤ یہاں تک کہ میں اسے تندرست کر دوں یا فوت کر دوں ؛

قتادہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں طائر سے مراد عمل ہیں حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں اے ابن آدم! تیرے دائیں بائیں فرشتے بیٹھے ہیں صحیفے کھلے رکھے ہیں داہنی جانب والا نیکیاں بائیں طرف والا بدیاں لکھ رہا ہے اب تجھے اختیار ہے زیادہ نیکی کر یا زیادہ بدی تیری موت پر یہ دفتر لپیٹ دیئے جائیں گے اور تیری قبر میں تیری گردن میں لٹکا دیئے جائیں گے، قیامت کے دن کھلے ہوئے تیرے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے اور تجھ سے کہا جائیگا لے اپنا نامۂ اعمال خود پڑھ لے اور تو ہی حساب اور انصاف کر لے، خدا کی قسم وہ بڑا ہی عادل ہے جو تیرا معاملہ تیرے ہی سپرد کر رہا ہے ؛

مَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ
جو راہ راست حاصل کرلے وہ خود اپنے ہی بھلے کے لئے راہ یافتہ ہوتا ہے اور جو
مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ
بھٹک جائے اس کا بوجھ اسی کے اوپر ہے کوئی بوجھ والا کسی اور کا بوجھ اپنے اوپر
وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۭ وَمَا کُنَّا
نہ لادے گا ہماری عادت نہیں کہ رسول بھیجنے سے پہلے
مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا ⑮
ہی عذاب کرنے لگیں ؛

جس نے راہ راست اختیار کی حق کی اتباع کی نبوت کی مانی اس کے اپنے حق میں اچھائی ہے اور جو حق سے ہٹا صحیح راہ سے پھر اس کا وبال اسی پر ہے کوئی کسی کے گناہ میں پکڑا نہ جائے گا ہر ایک کا عمل اسی کے ساتھ ہے کوئی نہ ہوگا جو دوسرے کا بوجھ

بٹائے، اور جگہ قرآن میں ہے وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ اور آیت میں ہے وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ یعنی اپنے بوجھ کے ساتھ یہ ان کے بوجھ بھی اٹھائیں گے، جنھیں انھوں نے بہکا رکھا تھا، پس ان دونوں مضمونوں میں کوئی منافاۃ نہ سمجھی جائے اس لئے کہ گمراہ کرنے والوں پر انکو گمراہ کرنے کا بوجھ ہے نہ ان کے بوجھ ہلکے کئے جائیں اور ان پر لاد دے جائیں ہمارا عادل خدا ایسا نہیں کرتا، پھر اپنی ایک اور رحمت بیان فرماتا ہے کہ وہ رسول ص کے پہنچنے سے پہلے کسی امت کو عذاب نہیں کرتا چنانچہ سورۃ تبارک میں ہے کہ جہنمیوں سے داروغے پوچھیں گے کہ کیا تمھارے پاس ڈرانے والے نہیں آتے تھے؟ وہ جواب دیں گے کہ بیشک آتے تھے لیکن ہم نے انھیں سچا جانا انھیں جھٹلا دیا اور صاف کہدیا کہ تم تو یونہی بہک رہے ہو سرے سے یہ بات ہی ان ہونی ہے کہ خدا کسی پر کچھ اتارے اسی طرح جب یہ لوگ جہنم کی طرف کشاں کشاں پہنچائے جارہے ہوں گے اس وقت بھی داروغے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم میں سے ہی رسول نہیں آتے تھے؟ جو تمہارے رب کی آیتیں تمھارے سامنے پڑھتے ہوں اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں یقیناً آئے لیکن کلمۂ عذاب کافروں پر ٹھیک اترا، اور آیت میں ہے کہ کفار جہنم میں پڑے چیخ رہے ہوں گے کہ خدایا ہمیں اس سے نکال تو ہم اپنے قدیم کرتوت چھوڑ کر اب نیک اعمال کریں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ کیا میں نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اگر نصیحت حاصل کرنا چاہے تو کر سکتے تھے اور میں نے تم میں اپنے رسول بھی بھیجے تھے جنھوں نے خوب آگاہ کر دیا تھا اب تو عذاب برداشت کرو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں، الغرض اور بھی بہت سی آیتوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر رسول بھیجے کسی کو جہنم میں نہیں بھیجتا، صحیح بخاری میں آیت اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ کی تفسیر میں ایک لمبی حدیث مروی ہے جس میں جنت دوزخ کا کلام ہے، پھر ہے کہ جنت کے بارے میں اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہ کرے گا اور وہ جہنم کے لئے ایک مخلوق نو پیدا کریگا، جو اس میں ڈالدی جائے گی، وہ کہتی رہے گی کہ کیا ابھی اور زیادہ ہے؟ اس کی بابت علماء کی ایک جماعت نے بہت کچھ کلام کیا ہے، دراصل یہ جنت کے بارے میں ہے اس لئے کہ وہ دارِ فضل ہے اور جہنم دارِ عدل ہے اس میں بغیر عذر توڑے بغیر حجت ظاہر کئے کوئی داخل نہ کیا جائیگا، اس لئے حافظانِ حدیث کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ راوی کو اس میں الٹا یاد رہ گیا اور اس کی دلیل بخاری مسلم کی وہ روایت ہے جس میں اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ دوزخ پُر نہ ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھدے گا اس وقت وہ کہے گا بس بس اور اس وقت بھر جائے گی اور چاروں طرف سے سمٹ جائے گی خدائے تعالیٰ کسی پر ظلم نہ کرے گا ہاں جنت کے لئے ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا باقی رہا یہ مسئلہ کہ کافروں کے جو نابالغ چھوٹے بچے بچپن میں مرجاتے ہیں اور جو دیوانے لوگ ہیں اور نپٹ بہرے اور جو ایسے زمانے میں گزرے ہیں جسوقت کوئی رسول یا دین کی صحیح تعلیم نہیں ہوتی اور انھیں دعوتِ اسلام نہیں پہنچی اور جو بالکل بڈھے حواس باختہ ہوں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اس بارے میں شروع سے اختلاف چلا آرہا ہے ان کے بارے میں جو حدیثیں ہیں وہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں، پھر ائمہ کا کلام بھی ملخصاً ذکر کروں گا اللہ تعالیٰ مدد کرے، پہلی حدیث مسند احمد میں ہے چار قسم کے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے گفتگو کریں گے ایک تو بالکل بہرا آدمی جو کچھ بھی نہیں سنتا اور دوسرا بالکل احمق پاگل آدمی جو کچھ بھی نہیں جانتا تیسرے بالکل بڈھا پھوس آدمی جس کے حواس درست نہیں چوتھے وہ لوگ جو ایسے زمانوں میں گزرے ہیں جن میں کوئی پیغمبر یا اس کی تعلیم موجود نہ تھی بہرا تو کہے گا کہ اسلام آیا لیکن میرے کان میں کوئی آواز نہ پہنچی دیوانہ کہے گا کہ اسلام آیا لیکن میری حالت تو یہ تھی کہ بچے مجھ پر مینگنیاں پھینک رہے تھے اور بالکل بڈھے بے حواس آدمی کہیں گے کہ اسلام آیا لیکن میرے ہوش و حواس ہی درست نہ تھے جو میں سمجھ سکتا۔ رسولوں کے زمانوں کا اور ان کی تعلیم کو

موجود نہ پانے والے کا قول ہوگا کہ نہ رسول آئے نہ میں نے حق پایا۔ پھر میں کیسے عمل کرتا؟ اللہ تعالیٰ ان کی طرف پیغام بھیجیگا کہ اچھا جاؤ جہنم میں کود جاؤ۔ خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر وہ حکم برداری کرلیں اور جہنم میں کود پڑیں تو جہنم کی آگ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی ہوجائے گی، اور روایت میں ہے کہ جو کود پڑیں گے ان پر سلامتی اور ٹھنڈک ہوجائیگی اور جو رکیں گے انھیں حکم عدولی کے باعث گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ابن جریر میں اس حدیث کے بیان کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضہ کا یہ فرمان ہے کہ اگر تم چاہو تو اس کی تصدیق میں کلام اللہ کی آیت وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیۡنَ الخ پڑھ لو، دوسری حدیث ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ ہم نے حضرت انس رضہ سے سوال کیا کہ ابو حمزہ مشرکوں کے بچوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں ہ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ وہ گنہگار نہیں جو دوزخ میں عذاب کئے جائیں اور نیک کار نہیں جو جنت میں بدلہ دیئے جائیں ؛

تیسری حدیث ابو یعلیٰ میں ہے کہ ان چاروں کے عذر سن کر جناب باری تعالیٰ فرمائے گا کہ اوروں کے پاس تو میں اپنے رسول بھیجتا تھا لیکن تم سے میں آپ کہتا ہوں کہ جاؤ کہ اس جہنم میں چلے جاؤ۔ جہنم میں سے بھی فرمان باری سے ایک گردن اونچی ہوگی اس فرمان کو سنتے ہی وہ لوگ جو نیک طبع ہیں فوراً دوڑ کر اس میں کود پڑیں گے اور جو بد باطن ہیں وہ کہیں گے اللہ پاک ہم ابھی سے بچنے کے لئے تو یہ عُذرِ معذرت ...... کر رہے تھے، اللہ تعالےٰ فرمائے گا جب تم خود میری نہیں مانتے تو میرے رسولوں کی کیا مان کر دیتے، اب تمہارے لئے فیصلہ یہی ہے کہ تم جہنمی ہو اور ان فرمانبرداروں سے کہا جائے گا کہ تم بیشک جنتی ہو تم نے اطاعت کرلی۔ چوتھی حدیث مسند ابو یعلیٰ موصلی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی اولاد کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے بال بچوں کے ساتھ ہے پھر مشرکین کی اولاد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہے تو کہا گیا کہ یارسول اللہ ص انھوں نے کوئی عمل تو نہیں کیا، آپ نے فرمایا ہاں، لیکن اللہ تعہ بخوبی جانتا ہے۔ پانچویں حدیث حافظ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بزار رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اہل جاہلیت اپنے بوجھ اپنی گردنوں پر لادے ہوئے آئینگے اور اللہ کے سامنے عذر کریں گے کہ نہ ہمارے پاس تیرے رسول پہنچے نہ ہمیں تیرا کوئی حکم پہنچا اگر ایسا ہوتا تو ہم جی کھول کر مان لیتے، اللہ تعالےٰ فرمائے گا اچھا اب اگر حکم کروں تو مان لوگے، وہ کہیں گے ہاں ہاں بیشک بے چون وچرا۔ اللہ تبارک وتعہ فرمائے گا اچھا جاؤ جہنم کے پاس جاکر اس میں داخل ہوجاؤ۔ یہ چلیں گے یہانتک کہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اب جو اس کا جوش اور اس کی آواز اور اس کے عذاب دیکھیں گے تو واپس آجائیں گے اور کہیں گے خدایا ہمیں اس سے تو بچالے اللہ تعہ فرمائے گا دیکھو تم اقرار کرچکے ہو کہ میری فرمانبرداری کروگے پھر یہ نافرمانی کیوں؟ وہ کہیں گے اچھا اب سے مان لیں گے اور کر گذریں گے۔ چنانچہ ان سے مضبوط عہد وپیمان لئے جائیں گے پھر یہی حکم ہوگا، یہ جائیں گے اور پھر خوف زدہ ہوکر واپس لوٹیں گے اور کہیں گے خدایا ہم تو ڈر گئے، ہم سے تو اس فرمان پر کاربند نہیں ہوا جاتا، اب جناب باری فرمائے گا تم نافرمانی کرچکے اب جاؤ ذلت کے ساتھ جہنمی بن جاؤ آپ فرماتے ہیں کہ اگر پہلی مرتبہ ہی یہ بحکم خدا اس میں کود جاتے تو آتش دوزخ ان پر سرد پڑجاتی اور ان کا ایک رواں بھی نہ جلاتی، امام بزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کا متن معروف نہیں ایوب سے صرف عباد ہی روایت کرتے ہیں اور عباد سے صرف ریحان بن سعید ہی روایت کرتے ہیں میں کہتا ہوں اسے ابن حبان نے ثقہ بتلایا ہے یحیی بن معین اور نسائی کہتے ہیں کہ اس میں کوئی ڈر خوف کی بات نہیں۔ ابوداؤد نے ان سے روایت نہیں کی۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ شیخ ہیں ان میں کوئی حرج نہیں۔ ان کی حدیثیں لکھ لی جاتی ہیں اور ان سے دلیل نہیں لی جاتی ؛

چھٹی حدیث، امام محمد بن یحییٰ ذہلی رح روایت لاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خالی زمانے والے اور مجنون اور بچے خدا کے سامنے آئیں گے، ایک کہے گا میرے پاس تیری کتاب پہنچی ہی نہیں، مجنوں کہے گا میں بھلائی برائی کی تمیز ہی نہیں رکھتا بچہ کہے گا میں نے سمجھ بوجھ کا بلوغت کا زمانہ پایا ہی نہیں، اسی وقت ان کے سامنے آگ شعلے مارنے لگے گی اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے ہٹا دو، تو جو آگے چل کر نیکی کرنے والے تھے وہ تو اطاعت گزاری کر لیں گے اور جو اس عذر کے ہٹ جانے کے بعد بھی نافرمانی کرنے والے تھے وہ رک جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا جب تم میری ہی براہ راست نہیں مانتے تو میرے پیغمبروں کی کیا مان کر دیتے؛

ساتویں حدیث انہی تین شخصوں کے بارے میں اوپر والی حدیثوں کی طرح ہے اس میں یہ بھی ہے کہ جب یہ جہنم کے پاس پہنچیں گے تو اس میں سے ایسے شعلے بلند ہوں گے کہ یہ سمجھ لیں گے کہ یہ تو ساری دنیا کو جلا کر بھسم کر دیں گے دوڑتے ہوئے واپس لوٹ آئیں گے، پھر دوبارہ بھی یہی ہوگا. اللہ عزوجل فرمائے گا تمہاری پیدائش سے پہلے ہی تمہارے اعمال کی مجھے خبر تھی. میں نے علم ہوتے ہوئے تمہیں پیدا کیا تھا اسی علم کے مطابق تم ہو. اے جہنم! انہیں دبوچ لے، چنانچہ اسی وقت آگ انہیں لقمہ بنا لے گی؛؛

آٹھویں حدیث، حضرت ابوہریرہ رض کی روایت ان کے اپنے قول سمیت پہلے بیان ہو چکی ہے صحیحین میں آپ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی نصرانی مجوسی بنا لیتے ہیں جیسے کہ بکری کے صحیح سالم بچے کے کان کاٹ دیا کرتے ہیں لوگوں نے کہا حضور ص اگر وہ بچپن میں ہی مر جائے؟ آپ نے فرمایا اللہ کو ان کے اعمال کی صحیح اور پوری خبر تھی، مسند کی حدیث میں ہے کہ مسلمان بچوں کی کفالت جنت میں حضرت ابراہیم ع کے سپرد ہے صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو موحد

یک طرفہ خالص بنایا ہے ایک روایت میں اس کے ساتھ ہی مسلمان کا لفظ بھی ہے۔

نویں حدیث، ابوبکر برقانی اپنی کتاب المستخرج علی البخاری میں روایت لاتے ہیں کہ حضور ص نے فرمایا ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے لوگوں نے باواز بلند دریافت کیا کہ مشرکوں کے بچے بھی؟ آپ نے فرمایا مشرکوں کے بچے بھی، طبرانی کی حدیث میں ہے کہ مشرکوں کے بچے اہل جنت کے خادم بنائے جائیں گے؛

دسویں حدیث، مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ ص جنت میں کون کون جائیں گے؟ آپ نے فرمایا نبی، شہید اور بچے اور زندہ در گور کئے ہوتے بچے. علماء میں سے بعض کا مسلک تو یہ ہے کہ ان کے بارے میں ہم توقف کرتے ہیں خاموش ہیں ان کی دلیل بھی گزر چکی بعض کہتے ہیں یہ جنتی ہیں ان کی دلیل معراج والی حدیث ہے جو صحیح بخاری شریف میں حضرت سمرہ بن جندب رض سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے اس خواب میں ایک شخص کو ایک جنتی درخت تلے دیکھا جس کے پاس بہت سے بچے تھے سوال پر حضرت جبرئیل ع نے بتلایا کہ یہ حضرت ابراہیم ع ہیں اور ان کے پاس یہ بچے مسلمانوں اور مشرکوں کی اولاد ہیں، لوگوں نے کہا حضور مشرکین کی اولاد بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں مشرکین کی اولاد بھی، بعض علماء فرماتے ہیں یہ دوزخی ہیں کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہیں بعض علماء کہتے ہیں ان کا امتحان قیامت کے میدانوں میں ہو جائیگا اطاعت گزار جنت میں جائیں گے خدا اپنے سابق علم کا اظہار کر کے پھر انہیں جنت میں پہنچائیگا اور بعض بوجہ اپنی نافرمانی کے جو اس امتحان کے وقت ان سے سرزد ہو گی اور خدائے تعالیٰ اپنا پہلا علم آشکارا کر دے گا اسوقت انہیں جہنم کا حکم ہوگا، اس مذہب سے تمام حدیثوں اور مختلف دلیلوں میں جمع ہو جاتی ہے اور پہلے کی حدیثیں جو ایک دوسرے کو تقویت پہنچاتی ہیں اس معنیٰ کی گئی ایک ہیں شیخ ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری رح نے یہی مذہب اہل سنت والجماعت کا نقل فرمایا ہے اور اسی کی تائید امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاعتقاد میں کی ہے اور ابھی بہت سے محققین علماء اور پرکھ والے حفاظوں نے یہی فرمایا ہے۔ شیخ ابو عمر بن عبدالبر نمری نے امتحان کی بعض روایتیں بیان کر

لکھا ہے کہ اس بارے کی حدیثیں قوی نہیں ہیں، اور ان سے حجت ثابت نہیں ہوتی اور اہلِ علم ان کا انکار کرتے ہیں اس لئے کہ آخرت دارِ جزا ہے دارِ عمل نہیں ہے اور نہ دارِ امتحان ہے اور جہنم میں جانے کا حکم بھی تو انسانی طاقت سے باہر کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ عادت نہیں۔ امام صاحب کے اس قول کا جواب بھی سن لیجئے اس بارے میں جو حدیثیں ہیں ان میں سے بعض تو بالکل صحیح ہیں جیسے کہ ائمہ علماء نے تصریح کی ہے۔ بعض حسن ہیں اور بعض ضعیف بھی ہیں لیکن وہ بوجہ صحیح اور حسن حدیثوں کے قوی ہو جاتی ہیں اور جب یہ ہے تو ظاہر ہے کہ یہ حدیثیں حجت و دلیل کے قابل ہو گئیں اب رہا امام صاحب کا یہ فرمان کہ آخرت دارِ عمل دارِ امتحان نہیں وہ دارِ جزا ہے یہ بیشک صحیح ہے لیکن اس سے اس کی نفی کیسے ہو گئی کہ قیامت کے مختلف میدانوں کی پیشیوں میں جنت دوزخ کے دخول سے پہلے کوئی حکم و احکام نہ دیئے جائیں گے شیخ ابو الحسن اشعری رحہ نے تو مذہب اہل سنت والجماعت کے عقائد میں بچوں کے امتحان کو داخل کیا ہے مزید برآں آیت قرآن یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ اسکی کھلی دلیل ہے کہ منافق اور مومن کی تمیز کے لئے پنڈلی کھولدی جائیگی اور سجدے کا حکم ہوگا صحاح کی حدیثوں میں ہے کہ مومن تو سجدہ کر لیں گے اور منافق اپنے منہ پیٹھ کے بل گر پڑیں گے، صحیحین میں اس شخص کا قصہ بھی ہے جو سب سے آخر جہنم سے نکلے گا کہ وہ اللہ سے وعدے وعید کرے گا اور کچھ سوال نہ کریگا سوا اس سوال کے، اس کے پورا ہوتے کے بعد وہ اپنے قول و قرار سے پھر جائے گا اور ایک اور سوال کر بیٹھے گا وغیرہ آخر میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ابن آدم! تو بڑا ہی عہد شکن ہے اچھا جا جنت میں چلا جا، پھر امام صاحب کا یہ فرمانا کہ انھیں ان کی طاقت سے خارج بات کا یعنی جہنم میں کود پڑنے کا حکم کیسے ہوگا خدائے تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا یہ بھی صحت حدیث میں کوئی روک پیدا نہیں کر سکتا خود امام صاحب اور تمام مسلمان مانتے ہیں کہ پل صراط پر سے گذرنے کا حکم سب کو ہوگا جو جہنم کی پیٹھ پر ہوگا اور تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہوگا مومن اس پر سے اپنی نیکیوں کے اندازے سے گذر جائیں گے، بعض مثل بجلی کے بعض مثل ہوا کے، بعض مثل گھوڑوں کے بعض مثل اونٹوں کے بعض مثل بھاگنے والوں کے بعض مثل پیدل چلنے والوں کے بعض گھٹنوں کے بل سرک سرک کر بعض کٹ کٹ کر جہنم میں گر پڑیں گے پس جب یہ چیز وہاں ہے تو انھیں جہنم میں کود پڑنے کا حکم تو اس سے کوئی بڑا نہیں بلکہ یہ اس سے بڑا اور بہت بھاری ہے اور سنئے حدیث میں ہے کہ دجال کے ساتھ آگ اور باغ ہوگا، شارع علیہ السلام نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ جسے آگ دیکھ رہے ہیں اسی میں سے پیئیں وہ انکے لئے ٹھنڈک اور سلامتی کی چیز ہے پس یہ صاف نظیر ہے اس واقعہ کی اور لیجئے بنو اسرائیل نے جب گوسالہ پرستی کی اس کی سزا میں خدا نے حکم دیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں ایک ابر نے آکر انھیں ڈھانپ لیا اب جو تلوار چلی تو صبح ہی صبح ابر کھلنے سے پہلے ان میں سے ستر ہزار آدمی قتل ہو چکے تھے بیٹے نے باپ کو اور باپ نے بیٹے کو قتل کیا، کیا یہ حکم اس حکم سے کم تھا؟ کیا اس کا عمل نفس پر گراں نہیں؟ پھر تو اس کی نسبت بھی کہدینا چاہئے تھا کہ خدا کسی نفس کو اس کی برداشت سے باہر تکلیف نہیں دیتا۔

ان تمام بحثوں کے صاف ہونے کے بعد اب سنئے! مشرکین کے بچپن میں مرے ہوئے بچوں کی بابت بھی بہت سے اقوال ہیں ایک یہ کہ یہ سب جنتی ہیں ان کی دلیل ہیں معراج میں حضرت ابراہیم ؑ کے پاس مشرکوں اور مسلمانوں کے بچوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا ہے اور دلیل ان کی مسند کی وہ روایت ہے جو پہلے گذر چکی کہ آپ نے فرمایا بچے جنت میں ہیں ہاں امتحان ہونے کی جو حدیثیں گذریں وہ ان میں سے مخصوص ہیں پس جنکی نسبت رب العالمین کو معلوم ہے کہ وہ مطیع اور فرمانبردار ہیں ان کی روحیں عالم برزخ میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس ہیں اور مسلمانوں کے بچوں کی روحیں بھی اور جن کی نسبت خدائے تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ قبول کرنیوالی نہیں ان کا امر اللہ کے سپرد ہے وہ قیامت کے دن جہنمی ہوں گے جیسے کہ احادیثِ امتحان سے ظاہر

ہے امام اشعری رحمہ نے اسے اہل سنت سے نقل کیا ہے اب کوئی تو کہتا ہے کہ یہ مستقل طور پر جنتی ہیں کوئی کہتا ہے یہ اہل جنت کے خادم ہیں گو ایسی حدیث ابوداؤد طیالسی میں ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے واللہ اعلم ۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مشرکوں کے بچے بھی اپنے باپ دادوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے، جیسے کہ مسند وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ وہ اپنے باپ دادوں کے تابعدار ہیں، یہ سن کر حضرت عائشہ رض نے پوچھا بھی کہ باوجود بے عمل ہونے کے؟ آپ نے فرمایا وہ کیا عمل کرنیوالے تھے اسے خدائے تعالیٰ بخوبی جانتا ہے ابوداؤد میں ہے حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی اولاد کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے باپ دادوں کے ساتھ ہیں میں نے کہا مشرکوں کی اولاد؟ آپ نے فرمایا وہ اپنے باپ دادوں کے ساتھ ہیں۔ میں نے کہا کہ بغیر اس کے کہ انھوں نے کوئی عمل کیا ہو؟ آپ نے فرمایا وہ عمل کیا کرتے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے مسند کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں ان کا رونا پیٹنا اور چیخنا چلانا بھی تجھے سنا دوں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے روایت لائے ہیں کہ حضرت خدیجہ رض نے اپنے ان دو بچوں کی نسبت سوال کیا جو جاہلیت کے زمانے میں فوت ہوتے تھے آپ نے فرمایا وہ دونوں دوزخ میں ہیں جب آپ نے دیکھا کہ یہ بات انھیں بہت بھاری پڑی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم ان کی جگہ دیکھ لیتیں تو تم خود ان سے بیزار ہو جاتیں حضرت خدیجہ رض نے پوچھا اچھا جو بچہ آپ سے ہوا تھا؟ آپ نے فرمایا سنو! مومن اور ان کی اولاد جنتی ہیں اور مشرک اور ان کی اولاد جہنمی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی، وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ جو لوگ ایمان لاتے اور ان کی اولادوں نے ان کی اتباع ایمان کے ساتھ کی ہم ان کی اولادیں انہی کے ساتھ ملا دیں گے یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد میں محمد بن عثمان راوی مجہول الحال ہیں اور ان کے شیخ زاذان نے حضرت علی کو نہیں پایا واللہ اعلم ابوداؤد میں حدیث ہے زندہ درگور کرنے والی اور زندہ درگور شدہ دوزخی ہیں، ابوداؤد میں مسند حسن مروی ہے حضرت سلمہ بن قیس اشجعی رض فرماتے ہیں میں اپنے بھائی کو لئے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضور ہماری ماں جاہلیت کے زمانے میں مرگئی ہیں وہ صلہ رحمی کرنیوالی اور مہمان نواز تھیں، ہماری ایک نابالغ بہن کو انہوں نے زندہ دفن کردیا تھا آپ نے فرمایا ایسا کرنے والی اور جس کے ساتھ ایسا کیا گیا ہے دونوں دوزخی ہیں یہ اور بات ہے کہ وہ اسلام کو پالے اور اسے قبول کرلے تیسرا قول یہ ہے کہ انکے بارے میں توقف کرنا چاہیے کوئی فیصلہ کن بات یک طرفہ نہ کہنی چاہیے ان کا اعتماد آپ کے اس فرمان پر ہے کہ ان کے اعمال کا صحیح اور پورا علم اللہ تعالیٰ کو ہے بخاری میں ہے کہ مشرکوں کی اولاد کے بارے میں جب آپ سے سوال کیا تو آپ نے انہی لفظوں میں جواب دیا تھا بعض بزرگ کہتے ہیں کہ یہ "اعراف" میں رکھے جائیں گے اس قول کا بھی نتیجہ یہی ہے کہ یہ جنتی ہیں اس لئے کہ اعراف کوئی رہنے سہنے کی جگہ نہیں یہاں والے بالآخر جنت میں ہی جائیں گے، جیسے کہ سورۃ اعراف کی تفسیر میں ہم اس کی تقریر کر آئے ہیں واللہ اعلم ۔

یہ تو تھا اختلاف مشرکوں کی اولاد کے بارے میں لیکن مومنوں کی نابالغ اولاد کے بارے میں تو علماء کا بہلا اختلاف یہی قول ہے کہ وہ جنتی ہیں۔ جیسے کہ حضرت امام احمد کا قول ہے اور یہی لوگوں میں مشہور بھی ہے اور انشاء اللہ عزوجل ہمیں بھی یہی امید ہے لیکن بعض علماء سے منقول ہے کہ وہ ان کے بارے میں توقف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب بچے خدا کی مرضی اور اس کی چاہت کے ماتحت ہیں اہل فقہ اور اہل حدیث کی ایک جماعت اس طرف بھی گئی ہے موطا امام مالک کی ابواب القدر کی حدیثوں میں بھی کچھ ایسا ہی ہے، گو امام مالک کا کوئی فیصلہ اس بارے میں نہیں لیکن بعض متاخرین کا قول ہے کہ مسلمان بچے تو جنتی ہیں اور مشرکوں کے بچے مشیت خداوندی کے ماتحت ہیں، ابن عبدالبر نے اس بات کو اسی وضاحت سے بیان کیا ہے لیکن یہ قول غریب ہے کتاب التذکر

ہیں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرمایا ہے واللہ اعلم اس بارے میں ان بزرگوں نے ایک حدیث یہ بھی وارد کی ہے کہ انصاریوں کے ایک بچے کے جنازے میں حضور ؐ کو بلایا گیا تو ام المومنین عائشہ ؓ نے فرمایا اس بچے کو مرحبا ہو یہ تو جنت کی چڑیا ہے نہ برائی کا کوئی کام کیا نہ اس زمانے کو پہنچا تو آپ نے فرمایا اسکے سوا کچھ اور بھی اے عائشہ ؓ سنو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت اور جنتیوں کو مقرر کر دیا ہے حالانکہ وہ اپنے باپ کی پیٹھ میں تھے اسی طرح اس نے جہنم کو پیدا کیا ہے اور اس میں جلنے والے پیدا کئے ہیں حالانکہ وہ ابھی اپنے باپوں کی پیٹھوں میں ہیں مسلم اور سنن کی یہ حدیث ہے چونکہ یہ مسئلہ صحیح دلیل بغیر ثابت نہیں ہو سکتا اور لوگ اپنی لاعلمی کے باعث بغیر ثبوت شارع کے اس میں کلام کرنے لگے ہیں اس لئے علماء کی ایک جماعت نے اس میں کلام کرنا ہی ناپسند رکھا ہے، ابن عباس ؓ قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق اور محمد بن حنیفہ وغیرہ کا مذہب یہی ہے حضرت ابن عباس نے منبر پر خطبہ میں فرمایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس امت کا کام ٹھیک ٹھاک رہیگا جب تک کہ یہ بچوں کے بارے میں اور تقدیر کے بارے میں کچھ کلام نہ کریں گے (ابن حبان امام ابن حبان کہتے ہیں مراد اس سے مشرکوں کے بچوں کے بارے میں کلام نہ کرنا ہے اور کتابوں میں یہ روایت حضرت عبداللہ ؓ کے اپنے قول سے موقوفاً مروی ہے ۔

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا

جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے خوش حال

مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ

لوگوں کو کچھ حکم دیتے ہیں وہ اس بستی میں کھلی نافرمانی کرنے لگتے ہیں تو ان پر بات ثابت

فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ⑯

ہو جاتی ہے پھر ہم اسے تہہ و بالا کر دیتے ہیں ۔

مشہور قرآت تو اَمَرْنَا ہے اس امر سے مراد تقدیری امر ہے جیسے اور آیت میں ہے اَتٰهَآ اَمْرُنَا یعنی وہاں ہمارا مقرر کردہ امر آجاتا ہے رات کو یا دن کو یاد رہے کہ اللہ برائیوں کا حکم نہیں کرتا مطلب یہ ہے کہ وہ فحش کاریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس وجہ سے مستحق عذاب ہو جاتے ہیں یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ ہم انھیں اپنی اطاعت کے احکام کرتے ہیں وہ برائیوں میں لگ جاتے ہیں پھر ہمارا سزا کا قول ان پر راست آجاتا ہے جن کی قرآت اُمِّرْنَا ہے وہ کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہاں کے سردار ہم بدکاروں کو بنا دیتے ہیں وہ وہاں خدا کی نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں، یہاں تک کہ عذاب خدا انہیں اس بستی سمیت تہس نہس کر دیتا ہے جیسے فرمان ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا الخ ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے مجرم رکھے ہیں، ابن عباس ؓ فرماتے ہیں یعنی ہم ان کے دشمن بڑھا دیتے ہیں وہاں سرکشوں کی زیادتی کر دیتے ہیں، مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے بہتر مال جانور ہے جو زیادہ بچے دینے والا ہو یا راستہ ہے جو کھجور کے درختوں سے پٹا ہوا ہو، بعض کہتے ہیں یہ تناسب ہے جیسے کہ آپ کا قول ہے گناہ والیاں نہ کہ اجر پانے والیاں ۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ

ہم نے نوح ؑ کے بعد بھی بہت سی قومیں ہلاک کر دیں۔

وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ⑰

تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار اور خوب دیکھنے بھالنے والا ہے۔

اے قریشیو! ہوش سنبھالو میرے اس بزرگ رسول کی تکذیب کر کے بے خوف نہ ہو جاؤ اپنے سے پہلے نوح علیہ السلام کے بعد کے لوگوں کو دیکھو کہ رسولوں کی تکذیب نے ان کا تمام نشان مٹا دیا، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نوح ؑ سے پہلے کے حضرت آدم تک کے لوگ دین اسلام پر تھے۔ پس تم اے قریشیو کچھ ان سے زیادہ ساز سامان اور گنتی اور طاقت والے نہیں ہو باوجود اس کے تم اشرف الرسل ختم النبیین کو جھٹلا رہے ہو پس تم عذابوں اور سزاؤں کے زیادہ لائق ہو۔ اللہ تعالیٰ پر اپنے کسی بندے کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں خیر و شر سب اس پر ظاہر ہے، کھلا، چھپا سب وہ جانتا ہے ہر عمل کو خود دیکھ رہا ہے ۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ

جسکا ارادہ صرف اس جلدی والی دنیا کا ہی ہو اسے ہم یہاں جس قدر جس کے لئے چاہیں

لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا

سردست دیتے ہیں بالآخر اس کے لئے جہنم مقرر کر دیتے ہیں جہاں وہ برے حالوں دھتکارا

مَّدْحُوْرًا ⑱ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ

ہوا داخل ہوگا، اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو اور جیسی کوشش اس کے

سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ

لئے ہونی چاہئے وہ کرتا بھی ہو اور ہو بھی وہ باایمان یہی لوگ ہیں

كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ⑲

جن کی کوشش کی خدا کے ہاں پوری قدر دانی کی جائے گی :۔

کچھ ضروری نہیں کہ طالب دنیا کی ہر ہر چاہت پوری ہی ہو جس کا جو ارادہ خدا پورا کرنا چاہے کر دے لیکن ہاں ایسے لوگ آخرت میں خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ یہ تو وہاں جہنم کے گڑھے میں گھرے ہوتے ہوں گے نہایت برے حالوں ذلت خواری میں ہوں گے، کیونکہ یہاں انھوں نے یہی کیا تھا فانی کو باقی پر دنیا کو آخرت پر ترجیح دی تھی اس لئے وہاں رحمتِ خدا سے دور ہیں، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جسکا آخرت میں گھر نہ ہو یہ اس کا مال ہے جس کا آخرت میں مال نہ ہو، اُسے وہی جمع کرتا رہتا ہے جس کے پاس اپنی عقل نہ ہو۔

ہاں جو طالب دیدارِ آخرت ہو جائے اور صحیح طریقہ سے آخرت میں کام آنے والی نیکیاں مطابق سنت کرتا رہتا ہے اور اسکے دل میں بھی ایمان تصدیق اور یقین ہو، عذاب ثواب کے وعدے صحیح جانتا ہو خدا رسول کو مانتا ہو ان کی کوشش قدردانی سے دیکھی جائے گی نیک بدلہ ملے گا :۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ

ہر ایک کو ہم پہنچائے جاتے ہیں انھیں بھی اور انھیں بھی تیرے پروردگار کے

رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ⑳

انعامات میں سے تیرے پروردگار کی بخشش رکی ہوئی نہیں ہے۔

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَ

دیکھ لے کہ ان میں ایک کو ایک پر ہم نے کس طرح فضیلت دے رکھی ہے اور

لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ㉑

آخرت تو درجوں کی تمیز میں اور بھی بڑھ کر ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے

یعنی ان دونوں قسم کے لوگوں کو ایک وہ جن کا مطلب صرف دنیا ہے دوسرے وہ جو طالب اخریٰ ہیں دونوں قسم کے لوگوں کو ہم بڑھاتے رہتے ہیں جس میں بھی وہ ہیں یہ تیرے رب کی عطا ہے وہ ایسا متصرف اور حاکم ہے جو کبھی ظلم نہیں کرتا مستحق سعادت کو سعادت اور مستحق شقاوت کو شقاوت دیدیتا ہے۔ اس کے احکام کوئی رد نہیں کر سکتا اس کے روکے ہوئے کوئی دے نہیں سکتا. اس کے ارادوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ تیرے رب کی نعمتیں عام ہیں نہ کسی کے روکے سے رکیں نہ کسی کے ہٹائے ہٹیں، وہ نہ کم ہوتی ہیں نہ گھٹتی ہیں :۔

دیکھ لو کہ ہم نے دنیا میں انسانوں کے مختلف درجے رکھے ہیں ان میں امیر بھی ہیں فقیر بھی ہیں درمیانہ حالت میں بھی ہیں اچھے بھی ہیں برے بھی ہیں اور درمیانے درجے کے بھی کوئی بچپن میں مرتا ہے کوئی بڑا بوڑھا ہو کر کوئی اس کے درمیان، آخرت درجوں کے اعتبار سے دنیا سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ کچھ تو جہنم کے گڑھوں میں ہوں گے۔ طوق و زنجیر پہنے ہوئے کوئی جنت کے درجوں میں ہوں گے، بلند و بالا بالاخانے ہیں نعمت و راحت سرور و خوشی ہیں۔ پھر خود جنتیوں میں بھی درجوں کا تفاوت ہوگا ایک ایک درجے میں زمین و آسمان کا سا تفاوت ہوگا، جنت میں ایسے ایک سو درجے ہیں۔ بلند درجوں والے اہل علیین کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم کسی چمکتے ستارے کو آسمان کی اونچائی پر دیکھتے ہو پس آخرت درجوں اور فضیلتوں کے اعتبار سے بہت بڑی بڑائی میں ہے جو بندہ دنیا میں جو درجہ بڑھنا چاہے گا اور اپنی خواہش میں کامیاب ہو جائیگا وہ آخرت کا درجہ گھٹا دیگا اور اپنی چاہت

میں کامیاب ہو جائے گا، وہ آخرت کا درجہ گھٹا دیگا جو اس سے بہت بڑا ہے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ

اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرا کہ آخرش تو بُرے

مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۲۲

حالوں بے کس ہو کر بیٹھ رہے ؛

یہ خطاب ہر ایک مکلف سے ہے آپ کی تمام امت کو حق تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو اگر ایسا کرو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اللہ کی مدد ہٹ جائیگی جس کی عبادت کرو گے اسی کے سپرد کر دیئے جاؤ گے اور یہ ظاہر ہے کہ خدا کے سوا کوئی نفع نقصان کا مالک نہیں وہ واحد و لا شریک ہے مسند احمد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جسے فاقہ پہنچے اور لوگوں سے اسے بند کرنا چاہے اس کا فاقہ بند نہ ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ سے اسکی بابت دعا کرے اللہ اسکو پاس تونگری بھیجدیگا یا تو جلدی یا دیر سے، یہ حدیث ابوداؤد و ترمذی میں ہے اسے حسن صحیح غریب بتلاتے ہیں ؛؛

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ

تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ

اور ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرنا اگر تیری موجودگی میں ان میں سے

الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ

ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے ہوں تک نہ کہنا

اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۲۳

نہ انھیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب احترام سے بات چیت کرنا۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ

اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رہنا اور دعا کرو

قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۲۴

کہ اے میرے پروردگار، ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

یہاں **قضیٰ** کے معنی میں حکم فرمانے کے ہے تاکیدی حکم خدا جو کبھی ٹلنے والا نہیں یہی ہے کہ عبادت اللہ ہی کی ہو اور والدین کی اطاعت میں سر مو فرق نہ آئے ابی بن کعب اور ابن مسعود اور ضحاک بن مزاحم کی قرأت میں قضیٰ کے بدلے وصّٰی ہے یہ دونوں حکم ایک ساتھ جیسے یہاں ہیں ایسے ہی اور بھی بہت سی آیتوں میں ہیں جیسے فرمان ہے اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ میرا شکر اور اپنے ماں باپ کا بھی احسان مند رہ، خصوصاً ان کے بڑھاپے کے زمانے میں انکا پورا ادب کرنا کوئی بری بات زبان سے نہ نکالنا یہاں تک ان کے سامنے "ہوں" بھی نہ کہنا نہ کوئی ایسا کام کرنا جو انھیں برا معلوم ہو اپنا ہاتھ انکی طرف بے ادبی سے نہ بڑھانا بلکہ ادب عزت اور احترام کے ساتھ ان سے بات چیت کرنا نرمی اور تہذیب سے گفتگو کرنا انکی رضا مندی کے کام کرنا دکھ نہ دینا ستانا نہیں ان کے سامنے تواضع عاجزی فروتنی اور خاکساری سے رہنا ان کے لئے ان کے بڑھاپے میں ان کے انتقال کے بعد دعائیں کرتے رہنا خصوصاً یہ دعا کہ خدایا ان پر رحم کر جیسے رحم سے انہوں نے میرے بچپن کے زمانے میں میری پرورش کی۔ ہاں ایمانداروں کو کافروں کے لئے دعا کرنی منع ہو گئی ہے گو وہ ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں ماں باپ سے سلوک و احسان کے احکام کی حدیثیں بہت سی ہیں، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین دفعہ آمین کہی جب آپ سے وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل ؑ آئے اور کہا اے نبی صلعم! اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس تیرا ذکر ہوا اور اس نے تجھ پر درود بھی نہ پڑھا ہو، کہئے آمین! چنانچہ میں نے آمین کہی پھر فرمایا اس شخص کی ناک بھی خدائے تعالیٰ خاک آلود کرے جس کی زندگی میں ماہ رمضان آیا اور چلا بھی گیا اور اس شخص کی بخشش نہ ہوئی آمین کہئے! چنانچہ میں نے اس پر بھی آمین کہی۔ پھر فرمایا خدا اسے بھی برباد کرے جسے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو پالیا اور پھر بھی انکی خدمت کر کے جنت میں نہ پہنچ سکا کہئے آمین میں نے کہا آمین۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے جس نے کسی مسلمان ماں باپ کے یتیم بچوں کو پالا اور کھلایا پلایا یہاں تک کہ وہ بے نیاز ہو گیا اس کے لئے یقیناً جنت

واجب ہے اور جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ اسے جہنم سے آزاد کرے گا اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم سے آزاد ہوگا، اس حدیث کی ایک سند میں ہے جس نے اپنے ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو پالیا پھر بھی دوزخ میں گیا اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کرے ۔

مسند احمد کی ایک روایت میں یہ تینوں چیزیں ایک ساتھ بیان ہوتی ہیں یعنی آزادگی گردن خدمتِ والدین اور پرورشِ یتیم۔ ایک روایت میں ماں باپ کی نسبت یہ بھی ہے کہ خدا اُسے دُور کرے اور اسے برباد کرے الخ ایک روایت میں تین مرتبہ اس کیلئے یہ بددعا ہے ایک روایت میں حضورؐ کا نام سن کر درود نہ پڑھنے والے اور ماہِ رمضان میں بخشش خدا سے محروم رہ جانیوالے اور ماں باپ کی خدمت اور رضامندی سے جنت نہ پہنچنے والے کے لئے خود حضورؐ کا یہ بددعا کرنا منقول ہے ایک انصاری نے حضورؐ سے سوال کیا کہ، میرے ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ کوئی سلوک کر سکتا ہوں ؟ آپ نے فرمایا ہاں چار سلوک، ان کے جنازے کی نماز اُن کے لئے دُعا و استغفار، ان کے وعدوں کو پورا کرنا، اُن کے دوستوں کی عزت کرنا، اور وہ صلہ رحمی جو صرف ان کی وجہ سے ہو ——

یہ ہے وہ سلوک جو ان کی موت کے بعد بھی تو ان کے ساتھ کرسکتا ہے (ابوداؤد۔ ابن ماجہ) ایک شخص نے آکر حضورؐ سے کہا یارسول اللہؐ! میں جہاد کے ارادے سے آپ کی خدمت میں خوشخبری لے کر آیا ہوں، آپ نے فرمایا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا ہاں، فرمایا جا اسی کی خدمت میں لگا رہ جنت اسکے پیروں کے پاس ہے۔ دوبارہ سہ بارہ اس نے مختلف مواقع پر اپنی یہی بات دوہرائی اور یہی جواب حضور نے بھی دوہرایا (نسائی۔ ابن ماجہ وغیرہ) فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے باپوں کی نسبت وصیت فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ماؤں کی نسبت وصیت فرماتا ہے، پچھلے جملے کو تین بار بیان فرما کر فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے قرابتداروں کی بابت وصیت کرتا ہے سب سے زیادہ نزدیک والا پھر اس کے پاس والا (ابن ماجہ۔ مسند احمد) فرماتے ہیں دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے اپنی ماں سے سلوک کر اور اپنے باپ سے اور اپنی بہن سے اور اپنے بھائی سے پھر اس کے بعد قریب ہو اسی طرح درجہ بدرجہ (مسند احمد) بزار کی مسند میں ضعیف سند سے مروی ہے کہ ایک صاحب اپنی ماں کو اٹھائے طواف کررہے تھے حضورؐ سے دریافت کرنے لگے کہ اب تو میں نے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا؟ آپ نے فرمایا "ایک شمہ بھی نہیں، واللہ اعلم ؞

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ ۚ اِنْ تَكُوْنُوْا

جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تمہارا رب بخوبی جانتا ہے اگر تم نیک ہو تو وہ

صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے ؞

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے جلدی میں اپنے ماں باپ کے ساتھ کوئی ایسی بات ہوتی ہے، جسے وہ اپنے نزدیک عیب کی اور گناہ کی بات نہیں سمجھتے چونکہ ان کی نیت بخیر ہوتی ہے اسلئے خدا ان پر رحمت کرتا ہے جو ماں باپ کا فرماں بردار اور نمازی ہو اسکی خطائیں خدا کے یہاں معاف ہیں، کہتے ہیں کہ اَوَّابِیْنَ وہ لوگ ہیں جو مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل پڑھیں، بعض کہتے ہیں جو ضحی کی نماز ادا کرتے رہیں جو ہر گناہ کے بعد توبہ کر لیا کریں، جو جلدی سے بھلائی کی طرف لوٹ آیا کریں، تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے خلوص دل سے استغفار کر لیا کریں، عبید کہتے ہیں جو برابر ہر مجلس سے اٹھتے ہوئے یہ دُعا پڑھ لیا کریں۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا اَصَبْتُ فِیْ مَجْلِسِیْ هٰذَا ابن جریر فرماتے ہیں اولیٰ قول یہ ہے کہ جو گناہ سے توبہ کر لیا کریں معصیت سے طاعت کی طرف آجایا کریں۔ خدا کی ناپسندی کے کاموں کو ترک کر کے اس کی رضامندی اور پسندیدگی کے کام کرنے لگیں یہی قول بہت ٹھیک ہے کیونکہ اَوَّابٌ مشتق ہے اَوْبٌ سے اور اس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں جیسے عرب کہتے ہیں اب فلان اور جیسے قرآن میں ہے اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَهُمْ اُن کا لوٹنا

جب سفر سے لوٹتے تو فرماتے اٰئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ لوٹنے والے توبہ کرنے والے عبادتیں کرنیوالے اپنے رب کی ہی تعریفیں کرنیوالے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَ

رشتے داروں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا حق

ابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۲۶

ادا کرتے رہو اور اسراف اور بیجا خرچ سے بچو۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ

بیجا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۲۷ وَاِمَّا

اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے اور اگر

تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ

تجھے ان سے منہ پھیر لینا پڑے اپنے رب کی اس رحمت کی جستجو میں جسکی تو امید

تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۲۸

رکھتا ہے تو بھی تجھے چاہیئے کہ عمدگی اور نرمی سے انہیں سمجھا دے۔

ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کا حکم دے کر اب قرابتداروں کے ساتھ صلۂ رحمی کا حکم دیتا ہے حدیث میں ہے اپنی ماں سے سلوک کر اور اپنے باپ سے پھر جو زیادہ قریب ہو اور جو زیادہ قریب ہو۔ اور حدیث میں ہے جو اپنے رزق کی اور اپنی عمر کی ترقی چاہتا ہو اسے صلہ رحمی کرنی چاہیئے بزار میں ہے اس آیت کے اترتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلا کر فدک عطا فرمایا اس حدیث کی سند صحیح نہیں اور واقعہ بھی کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اسلئے کہ یہ آیت مکیہ ہے اور اسوقت تک باغ فدک حضور ص کے قبضے میں نہ تھا سنہ ۷ھ میں خیبر فتح ہوا تب باغ فدک آپ کے قبضے میں آیا پس یہ قصہ ٹھیک نہیں بیٹھتا۔ مساکین اور مسافرین کی پوری تفسیر سورۂ براۃ میں گذر چکی یہاں دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں خرچ کا حکم کرکے پھر اسراف سے منع فرماتا ہے نہ تو انسان

کو بخیل ہونا چاہیئے نہ مسرف بلکہ اعتدال اختیار کرے جیسے اور آیت میں ہے وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا الخ یعنی ایماندار اپنے خرچ میں نہ تو حد سے گزرتے ہیں نہ بالکل ہاتھ روک لیتے ہیں پھر اسراف کی برائیاں بیان فرماتا ہے کہ ایسے لوگ شیطان جیسے ہیں۔ تبذیر کہتے ہیں غیر حق میں خرچ کرنیکو، اپنا کل مال بھی اگر راہ للہ دیدے تو یہ تبذیر و اسراف نہیں اور غیر حق میں تھوڑا سا بھی مبذر ہے، بنو تمیم کے ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ ص! میں مالدار آدمی ہوں اور اہل و عیال کنبے قبیلے والا ہوں، تو مجھے بتلائیے کہ میں کیا روش اختیار کروں؟ آپ نے فرمایا اپنے مال کی زکوٰۃ الگ کر اس سے تو پاک صاف ہو جائے گا اپنے رشتہ داروں سے سلوک کر سائل کا حق پہچانتا رہ اور پڑوسی اور مسکین کا بھی اس نے کہا حضور ص اور تھوڑے الفاظ میں سمجھا دیجئے آپ نے فرمایا قرابت داروں مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کر اور بے جا خرچ نہ کر اس نے کہا حسبی اللہ اچھا حضور ص جب میں آپکے قاصد کو زکوٰۃ ادا کر دوں تو اللہ تعالیٰ و رسول کے نزدیک میں بری ہو گیا؟ آپ نے فرمایا ہاں جب تو نے میرے قاصد کو دیدیا تو تو بری ہو گیا اور تیرے لئے اجر ثابت ہو گیا اب جو اسے بدل ڈالے اسکا گناہ اس کے ذمہ ہے یہاں فرمان ہے کہ اسراف اور بیوقوفی اور اللہ کی اطاعت کے ترک اور نافرمانی کے ارتکاب کیوجہ سے مسرف لوگ شیطان کے بھائی بن جاتے ہیں شیطان میں یہی بدخصلت ہے کہ وہ رب کی نعمتوں کا شکر اسکی اطاعت کا تارک اسکی نافرمانی اور مخالفت کا عامل ہے پھر فرماتا ہے کہ ان قرابتداروں مسکینوں مسافروں میں سے کوئی کبھی تجھ سے کچھ سوال کر بیٹھے اور اسوقت تیرے ہاتھ تلے کچھ نہ ہو اور اسوجہ سے تجھے منہ پھیر لینا پڑے تو بھی جواب نرم دے کہ بھائی جب اللہ ہمیں دیگا ان شاء اللہ ہم آپ کے حق نہ بھولیں گے وغیرہ۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا

اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے

تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۲۹

بالکل ہی کھول دیا کر کہ پھر ملامت کیا ہوا اور پچھتاتا ہوا بیٹھ جائے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ

إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿۳۰﴾

یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر اور خوب دیکھنے والا ہے ؛

حکم ہو رہا ہے کہ اپنی زندگی میں اپنی میانہ روش رکھو نہ بخیل ہو نہ مسرف ہاتھ گردن سے نہ باندھ لو یعنی بخیل نہ بنو کہ کسی کو نہ دو یہودیوں نے بھی اسی محاورے کو استعمال کیا ہے اور کہا ہے کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، ان پر خدا کی لعنتیں نازل ہوں کہ یہ خدا کو بخیلی کی طرف منسوب کرتے تھے جس سے اللہ تعالیٰ کریم وہاب پاک اور بہت دور ہے پس بخل سے منع کر کے پھر اسراف سے روکتا ہے کہ اتنا کھل نہ کھیلو کہ اپنی طاقت سے زیادہ دے ڈالو، پھر ان دونوں حکموں کا سبب بیان فرماتا ہے کہ بخیلی سے تو ملامتی بن جاؤ گے ہر ایک کی انگلی اٹھے گی کہ یہ بڑا بخیل ہے ہر ایک دور ہو جائیگا کہ یہ محض بے فیض آدمی ہے جیسے زہیر نے اپنے معلقہ میں کہا ہے:

وَمَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّيَبْخَلْ بِمَالِهٖ

عَلٰى قَوْمِهٖ يُسْتَغْنَ عَنْهُ وَيُذْمَمُ

یعنی جو مالدار ہو کر بخیلی کرے لوگ اس سے بے نیاز ہو کر اس کی برائی کرتے ہیں پس بخیلی کی وجہ سے انسان برا بن جاتا ہے اور لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے ہر ایک اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور جو حد سے زیادہ خرچ کر گذرتا ہے وہ تھک کر بیٹھ جاتا ہے اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہتا ضعیف اور عاجز ہو جاتا ہے جیسے کوئی جانور جو چلتے چلتے تھک جائے اور راستے میں اڑ جائے۔ حسیر سورۃ تبارک میں آیا ہے پس یہ بطور لف ونشر کے ہے صحیحین کی حدیث میں ہے بخیل اور سخی کی مثال ان دو شخصوں جیسی ہے جن پر دو لوہے کے جبے ہوں سینے سے گلے تک، سخی تو جوں جوں خرچ کرتا ہے اس کی کڑیاں ڈھیلی ہوتی جاتی ہیں اور اس کے ہاتھ کھلتے جاتے ہیں اور وہ جبہ بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی پوروں تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے اثر کو مٹاتا ہے اور بخیل جب کبھی خرچ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے جبے کی کڑیاں اور سمٹ جاتی ہیں اور وہ ہر چند اسے وسیع کرنا چاہتا ہے لیکن اس میں کوئی گنجائش نہیں نکلتی صحیحین میں ہے کہ آپ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے فرمایا ادھر ادھر خدا کی ہر راہ میں خرچ کرتی رہ جمع نہ رکھا کر ورنہ اللہ بھی روک لے گا، بند باندھ کر روک نہ لیا کر ورنہ پھر خدا بھی سربند کر لیگا، ایک اور روایت میں ہے، شمار کر کے نہ رکھا کر ورنہ اللہ تعالیٰ بھی گنتی کر کے روک لیگا صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا کہ تو راہ خدا میں خرچ کیا کر اللہ تعالیٰ تجھے دیتا رہیگا صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر صبح دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں ایک دعا کرتا ہے کہ خدایا سخی کو بدلہ دے اور دوسرا دعا کرتا ہے کہ بخیل کا مال تلف کر مسلم شریف میں ہے کہ صدقے خیرات سے کسی کا مال نہیں گھٹتا اور ہر سخاوت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ذی عزت کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ کے حکم کی وجہ سے دوسروں سے عاجزانہ برتاؤ کرے اللہ اسے بلند درجے کا کر دیتا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ طمع سے بچو اسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے طمع کا پہلا حکم یہ ہوتا ہے کہ بخیلی کرو انھوں نے بخیلی کی پھر اس نے انھیں صلۂ رحمی توڑنے کو کہا انہوں نے وہ بھی کیا پھر فسق وفجور کا حکم دیا یہ اس پر بھی کاربند ہوئے بیہقی میں ہے کہ جب انسان خیرات کرتا ہے ستر شیطانوں کے جبڑے ٹوٹ جاتے ہیں مسند کی حدیث میں ہے درمیانہ خرچ رکھنے والا کبھی فقیر نہیں ہوتا ؛؛

پھر فرماتا ہے کہ رزق دینے والا، کشادگی کرنے والا تنگی میں ڈالنے والا اپنی مخلوق میں اپنی حسب منشا ہیر پھیر کرنے والا جسے چاہے غنی اور جسے چاہے فقیر کرنے والا اللہ ہی ہے ہر بات میں اس کی حکمت ہے وہی اپنی حکمتوں کا علیم ہے وہ خوب جانتا ہے اور دیکھتا ہے کہ مستحق امارت کون ہے اور مستحق فقیری کون ہے، حدیث قدسی میں ہے کہ میرے بعض بندے وہ ہیں کہ فقیری ہی کے قابل ہیں اگر میں انھیں امیر بنا دوں تو ان کا دین تباہ ہو جائے اور میرے بعض بندے ایسے بھی ہیں جو امیری کے لائق ہیں اگر میں انھیں فقیر بنا دوں تو ان کا دین بگڑ جائے ہاں یہ یاد رہے کہ بعض لوگوں کے حق میں امیری ڈھیل کے طور

جو جانے اس کی پاسبانی کرو اس کی بابت قیامت کے دن جوابدہی ہوگی ناپ بھاؤ کو پورا بھر کر دیا کرو لوگوں کو ان کی چیز گھٹا کر کم نہ دو قِسطاس کی دوسری قرأت قُسطاس بھی ہے پھر حکم ہوتا ہے بغیر پاسنگ کی صحیح وزن بتلانے والی سیدھی ترازو سے بغیر ڈنڈی مارے تولا کرو دونوں جہان میں تم سب کے لئے یہی بہتری ہے دنیا میں بھی تمہارے بیوپار کی رونق ہے اور آخرت میں بھی یہ تمہارے چھٹکارے کی دلیل ہے، حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں اے تاجرو تمہیں ان دو چیزوں کو سونپا گیا ہے جنکی وجہ سے تم سے پہلے کے لوگ برباد ہوگئے یعنی ناپ تول، نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی حرام پر قدرت رکھتے ہوئے صرف خوف خدا سے اُسے چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسے اُس سے بہتر چیز عطا فرمائے گا ؛؛

وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ

جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ کیونکہ

السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ

کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے

كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾

پوچھ گچھ کی جانے والی ہے ؛

یعنی جس بات کا علم نہ ہو اس میں زبان نہ ہلاؤ بے علم کے کسی کی عیب جوئی اور بہتان بازی نہ کرو، جھوٹی شہادتیں نہ دیتے پھرو بے دیکھے نہ کہدیا کرو کہ میں نے دیکھا نہ بے سنے سننا بیان کرو نہ بے علمی پر اپنا جاننا بیان کرو کیونکہ ان تمام باتوں کی جوابدہی خدا کے ہاں ہوگی۔ غرض وہمی خیال اور گمان کے طور پر کچھ کہنا منع ہو رہا ہے؛ جیسے فرمان خدا ہے:۔ اِجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ الخ زیادہ گمان سے بچو بعض گمان گناہ ہیں، حدیث میں ہے گمان سے بچو گمان بدترین جھوٹی بات ہے، ابو داؤد کی حدیث میں ہے کہ انسان کا تکیہ کلام بہت ہی برا ہے کہ لوگ خیال کرتے ہیں اور حدیث میں ہے، بدترین بہتان یہ ہے کہ انسان جھوٹ موٹ کوئی خواب گھڑ لے اور صحیح حدیث میں ہے جو شخص ایسا خواب از خود گھڑ لے، قیامت کے دن اسے یہ تکلیف دی جائیگی کہ وہ دو جَو کے درمیان گرہ لگائے اور یہ اس سے ہرگز نہیں ہونا قیامت کے دن آنکھ، کان، دل سب سے بازپرس ہوگی، سب کو جوابدہی کرنی ہوگی، یہاں پر تِلْكَ کی جگہ اُولٰٓئِكَ کا استعمال ہے عرب میں یہ استعمال برابر جاری ہے یہاں تک کہ شاعروں کے شعروں میں بھی ؛؛

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ

زمین میں اکڑ کر نہ چلا کر کہ نہ تو زمین کو پھاڑ

تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾

سکتا ہے۔ اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے

كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَیِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾

ان سب کاموں کی برائی تیرے رب کے نزدیک سخت ناپسند ہے

اکڑ اکڑ اترا تکبر کے ساتھ چلنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو منع فرماتا ہے یہ عادت سرکش اور مغرور لوگوں کی ہے پھر اسے نیچا دکھانے کے لئے فرماتا ہے کہ تم کتنے ہی بلند سر ہو کر چلو لیکن پہاڑوں کی بلندی سے پست ہی رہو گے اور کیسے ہی کھٹ پٹ کرتے ہوئے پاؤں مار مار کر چلو لیکن زمین کو پھاڑنے سے رہے بلکہ ایسے لوگوں کا برعکس حال ہوتا ہے جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص چادر جوڑے میں تبختر کرتا ہوا چلا جا رہا تھا جو وہیں زمین میں دھنسا دیا گیا جو آج تک دھنستا ہوا چلا جا رہا ہے قرآن میں قارون کا قصہ موجود ہے کہ وہ مع اپنے محلات کے زمین دوز کر دیا گیا ہاں تواضع نرمی فروتنی اور عاجزی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ اور عالی قدر کرتا ہے حدیث میں ہے کہ جھکنے والوں کو خدا بلند کرتا ہے وہ اپنے تئیں حقیر سمجھتا ہے اور لوگ اسے جلیل القدر سمجھتے ہیں اور تکبر کرنے والا اپنے تئیں بڑا آدمی سمجھتا ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے کتوں اور سوروں سے بھی زیادہ حقیر جانتے ہیں امام ابوبکر بن ابی الدنیا رح اپنی کتاب الخمول والتواضع میں لائے ہیں کہ ابن الاہیم دربارِ منصور میں جا رہا تھا ریشمی جبہ پہنے ہوا تھا اور پنڈلیوں کے اوپر سے اسے دہرا سلوایا تھا کہ نیچے سے قبا

بھی دکھائی دے اور اکڑتا اینٹھتا جا رہا تھا حضرت حسن رہ نے اسے اس حالت میں دیکھ کر فرمایا افوہ ناک چڑھا بل کھا یا رخسار کو پھولا اپنے ڈنڑ بازو دیکھتا اپنے تئیں تولتا نعمتوں کے ذکر شکر کو بھولا رب کے احکام کو چھوڑا حق اللہ کو توڑا دیوانوں کی چال چلتا عضو عضو میں کسی کی دی ہوئی نعمت رکھتا شیطان کی لعنت کا مارا وہ دیکھو جا رہا ہے ابن اہیم نے سن لیا اور اسی وقت لوٹ آیا اور عذر معذرت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے معذرت کیا کرتا ہے اللہ تعہ سے توبہ کر اور اسے ترک کر کیا تو نے خدائے تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا الخ عابد بحریؒ نے آل علی میں سے ایک شخص کو اکڑتا ہوا چلتا دیکھ کر فرمایا اے شخص جس نے تجھے یہ اکرام دیا ہے اس کی روش اختیار کر اس نے اسی وقت توبہ کر لی ابن عمر رض نے ایک ایسے شخص کو دیکھ کر فرمایا کہ شیطان کے بھی بھائی ہوتے ہیں حضرت خالد بن معدان فرماتے ہیں لوگو اکڑ کر چلنا چھوڑ دو اس لئے کہ انسان ؛ لے

اس کا ہاتھ اس کے باقی جسم سے (ابن ابی الدنیا) ابن ابی الدنیا میں حدیث ہے کہ جب میری امت تبختر اور تکبر کی چال چلنے لگے گی اور فارسیوں اور رومیوں کو اپنی خدمت میں لگائے گی تو اللہ تعالیٰ ایک کو ایک پر مسلط کر دے گا سَيِّئُهٗ کی دوسری قرات سَيِّئَةً ہے تو معنی یہ ہوتے کہ جن کاموں سے ہم نے تمہیں روکا ہے یہ سب کام نہایت برے ہیں اور خدائے تعالیٰ کے ناپسندیدہ ہیں یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کرو سے لیکر اکڑ کر نہ چلو تک کے تمام کام، اور سَيِّئُهٗ کی قرات پر مطلب یہ ہے کہ وَقَضٰى رَبُّكَ سے یہاں تک جو حکم احکام اور جو ممانعت اور روک بیان ہوئی اس میں جن برے کاموں کا ذکر ہے وہ سب اللہ کے نزدیک مکروہ کام ہیں امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہی توجیہہ بیان فرمائی ہے ؛؛

فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿٣٩﴾

راندۂ درگاہ ہوکر دوزخ میں ڈال دیا جائے ؛

؛ احکام ہم نے دیتے ہیں سب بہترین اور صاف ہیں اور جن باتوں سے ہم نے روکا ہے وہ بڑی ذلیل خصلتیں ہیں ہم یہ سب باتیں تیری طرف بذریعہ وحی کے نازل فرما رہے ہیں کہ تو لوگوں کو حکم دے اور منع کرے دیکھ میرے ساتھ کسی کو معبود نہ ٹھہرانا ورنہ وہ وقت آئیگا کہ خود اپنے تئیں ملامت کرنے لگے گا اور خدا کی طرف سے بھی ملامت ہوگی بلکہ تمام اور مخلوق کی طرف سے بھی اور تو ہر بھلائی سے دور کر دیا جائیگا اس آیت میں بواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکی امت سے خطاب ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ

کیا بیٹوں کے لئے تو اللہ نے تمہیں چھانٹ لیا اور خود اپنے لئے فرشتوں

الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿٤٠﴾

کو لڑکیاں بنالیں ؟ بیشک بیشک تم بہت بڑا بول بول رہے ہو

ملعون مشرکوں کی تردید ہو رہی ہے کہ یہ تم نے خوب تقسیم کی ہے کہ بیٹے تمہارے بیٹیاں اللہ کی جو تمہیں ناپسند جسے تم جلو کڑھو بلکہ زندہ درگور کر دو انہیں اللہ کے لئے ثابت کرو اور آیتوں میں بھی ان کا یہ کمینہ پن بیان ہوا ہے کہ یہ کہتے ہیں خدائے رحمان کی اولاد ہے حقیقتاً ان کا یہ قول نہایت ہی برا ہے بہت ممکن ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائے زمین شق ہو جائے پہاڑ چورا چورا ہو جائیں کہ یہ خدائے رحمان کی اولاد ٹھہرا رہے ہیں حالانکہ خدا کو یہ کسی طرح لائق ہی نہیں، زمین و آسمان کی کل مخلوق اس کی غلام ہے سب اس کے شمار میں ہیں اور گنتی میں اور ایک ایک اس کے سامنے قیامت کے دن تنہا پیش ہونے والا ہے ؛؛

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ

یہ بھی منجملہ اس وحی کے ہے جو تیری جانب تیرے رب نے حکمت سے اتاری ہے

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى

تو خدا کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنانا کہ ملامت خوردہ اور

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا

ہم نے تو اس قرآن میں ہر ہر طرح بیان فرما دیا کہ لوگ سمجھ جائیں

وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿٤١﴾

لیکن اس سے بھی انھیں تو نفرت ہی بڑھتی رہتی ہے

اس پاک کتاب میں ہم نے تمام مثالیں کھول کھول کر بیان فرما دیں ہیں وعدے وعید صاف طور پر مذکور ہیں تاکہ لوگ برائیوں سے اور خدا کی ناراضی سے بچیں لیکن تاہم ظالم لوگ تو حق سے نفرت رکھتے اور اس سے دور بھاگنے میں ہی بڑھ رہے ہیں ؀

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا

کہدے کہ اگر خدا کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسے کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو

لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾

ضرور وہ اب تک تو مالک عرش کی جانب راہ ڈھونڈ نکالتے جو کچھ یہ کہتے ہیں

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾

اس سے وہ پاک اور بالا تر ہے بہت دور اور بہت بلند ہے۔

جو مشرک اللہ تعالیٰ کی ساتھ اوروں کی بھی عبادت کرتے ہیں اور انھیں شریک خدا مانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انھیں کی وجہ سے ہم قرب خدا حاصل کر سکتے ہیں ان سے کہو کہ اگر تمہارا یہ گمان فاسد کچھ بھی جان رکھتا ہوتا اور خدا کے ساتھ واقعی کوئی ایسے معبود ہوتے کہ وہ جسے چاہیں قرب خدا دلوا دیں اور جس کو چاہیں سفارش کر دیں تو خود وہ معبود ہی اس کی عبادت کرتے اس کا قرب ڈھونڈتے۔ پس تمہیں صرف اس کی عبادتیں کرنی چاہئیں نہ اس کے سوا دوسرے کی عبادتیں نہ دوسرے معبود کی کوئی ضرورت کہ خدا میں اور تم میں وہ واسطہ بنے کہ خدا کو یہ واسطے سخت ناپسند معلوم ہوتے اور ان سے وہ انکار کرتا ہے اپنے تمام نبیوں اور رسولوں کی زبان سے اس سے منع فرماتا ہے ؀

اس کی ذات ظالموں کے بیان کردہ اس وصف سے بالکل پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ان آلودگیوں سے ہمارا مولا پاک ہے وہ اَحَدْ اور صَمَدْ ہے، وہ ماں باپ اور اولاد سے پاک ہے اس کی جنس کا کوئی نہیں ؀

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ

ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہے اسی کی تسبیح

وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا

کر رہے ہیں ایسی کوئی چیز نہیں جو اُسے پاکیزگی اور

يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ

تعریف کے ساتھ یاد نہ کرتی ہو ہاں یہ صحیح ہے کہ تم اُن کی تسبیح

تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

سمجھ نہیں سکتے وہ بڑا بردبار اور بخشنہار ہے۔

ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں بسنے والی کُل مخلوق اسکی قدوسیت تسبیح تنزیہ تعظیم جلالت بزرگی بڑائی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے اور مشرکین جو نکمے اور باطل اوصاف ذاتِ خدا کے لئے مانتے ہیں ان سے یہ تمام مخلوق برات کا اظہار کرتی ہے اور اس کی الوہیت اور ربوبیت میں اسے واحد اور لاشریک مانتی ہے ہر ہستی خدا کی توحید کی زندہ شہادت ہے ان نالائق لوگوں کے قول سے مخلوق تکلیف میں ہے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے زمین دھنس جائے پہاڑ ٹوٹ جائیں، طبرانی میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام ابراہیم اور زمزم کے درمیان سے جبرئیل و میکائیل مسجد اقصیٰ تک شب معراج میں لے گئے جبرئیل آپ کے دائیں تھے اور میکائیل بائیں۔ آپ کو ساتوں آسمانوں تک اڑا لے گئے وہاں سے آپ لوٹے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بلند آسمانوں میں بہت سی تسبیحوں کے ساتھ یہ تسبیح سنی کہ سَبَّحَتِ السَّمٰوٰتُ الْعُلٰى مِنْ ذِى الْمَهَابَةِ مُشْفِقَاتٍ لِّذِى الْعُلُوِّ بِمَا عَلَا سُبْحٰنَ الْعَلِىِّ الْاَعْلٰى سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى مخلوق میں سے ہر ہر چیز اس کی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے لیکن اے لوگو! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے اس لئے کہ وہ تمہاری زبان میں نہیں۔ حیوانات، نباتات، جمادات سب اس کی تسبیح خواں ہیں۔ ابن مسعود رضہ سے صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ کھانا کھاتے میں کھانے کی تسبیح ہم سنتے رہتے تھے، ابوذر رضہ والی حدیث میں ہے کہ حدیث میں ہے کہ حضور صلعم نے اپنی مٹھی میں چند کنکریاں لیں میں نے آپ سنا کہ وہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح تسبیح

خدا کر رہی تھیں۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضؓ کے ہاتھ میں اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں میں بھی۔ یہ حدیث صحیح میں اور مسندوں میں مشہور ہے کچھ لوگوں کو حضور ؐ نے اونٹوں پر اور جانوروں پر سوار کھڑے ہوتے دیکھ کر فرمایا کہ سواری سلامتی کے ساتھ لو اور پھر اچھائی سے چھوڑ دیا کرو راستوں اور بازاروں میں لوگوں سے باتیں کرنے کی کرسیاں اپنی سواریوں کو نہ بنا لیا کرو، سنو بہت سی سواریاں اپنے سواروں سے بھی زیادہ ذکر اللہ کرنے والی اور ان سے بھی بہتر افضل ہوتی ہیں (مسند احمد) سنن نسائی میں ہے کہ حضور ؐ نے مینڈک کے مار ڈالنے کو منع فرمایا ہے، اور فرمایا اس کا بولنا تسبیح خدا ہے اور حدیث میں ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ اخلاص کہنے کے بعد ہی کسی کی نیکی قابل قبول ہوتی ہے الحمد للہ کلمہ شکر ہے اس کا نہ کہنے والا خدا کا ناشکرہ ہے۔ اللہ اکبر --- زمین و آسمان کی فضا بھر دیتا ہے سبحان اللہ کا کلمہ مخلوق کی تسبیح ہے، اللہ نے کسی مخلوق کو تسبیح اور نماز کے اقرار سے باقی نہیں چھوڑا، جب کوئی لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتا ہے تو اللہ فرماتا ہے میرا بندہ مطیع ہوا اور مجھے سونپا۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی طیالسی جبہ پہنے ہوتے جسمیں ریشمی کف اور ریشمی گھنڈیاں تھیں آنحضرت صلعم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اس شخص کا ارادہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ چرواہوں کے لڑکوں کو اونچا کرے اور سرداروں کے لڑکوں کو ذلیل کرے آپ کو غصہ آ گیا اور اس کا دامن گھسیٹتے ہوئے فرمایا کہ تجھے میں جانوروں کا سا لباس پہنے ہوتے تو دیکھتا نہیں ہوں؟ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے آئے اور بیٹھ کر فرمانے لگے کہ حضرت نوح ؑ نے اپنی وفات کے وقت اپنے بچوں کو بلا کر فرمایا کہ میں تمہیں بطور وصیت کے دو حکم دیتا ہوں اور دو ممانعت، ایک تو میں تمہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے منع کرتا ہوں، دوسرے تکبر سے روکتا ہوں اور پہلا حکم تو تمہیں یہ کرتا ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ کہتے رہو اس لئے کہ آسمان اور زمین اور ان میں کی تمام چیزیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے میں صرف یہی کلمہ ہو تو بھی یہی کلمہ وزنی رہے گا سنو! اگر تمام آسمان و زمین ایک حلقہ بنا دیئے جائیں اور ان پر اس کو رکھ دیا جائے تو وہ انہیں پاش پاش کر دے دوسرا حکم میرا سبحان اللہ وبحمدہ پڑھنے کا ہے کہ یہ ہر چیز کی نماز ہے اور اسی کی وجہ سے ہر ایک کو رزق دیا جاتا ہے، ابن جریر میں ہے کہ آپ نے فرمایا آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ حضرت نوح ؑ نے اپنے لڑکے کو کیا حکم دیا فرمایا کہ پیارے بچے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ سبحان اللہ کہا کرو یہ کل مخلوق کی تسبیح ہے اور اسی سے مخلوق کو روزی دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر چیز اس کی تسبیح تحمید بیان کرتی ہے اس کی اسناد بوجہ زندی راوی کے ضعیف ہیں۔ عکرمہ رح فرماتے ہیں ستون درخت دروازوں کی چولیں ان کے بھڑتے کھلتے آواز پانی کی کھڑکھڑاہٹ یہ سب تسبیح خدا ہے، خدا فرماتا ہے کہ ہر چیز حمد و ثنا کے بیان میں مشغول ہے، ابراہیم کہتے ہیں کہ طعام بھی تسبیح خوانی کرتا ہے سورۂ حج کی آیت بھی اس کی شہادت دیتی ہے اور مفسرین کہتے ہیں کہ ہر ذی روح چیز تسبیح خواں ہے جیسے حیوانات اور نباتات ؞ ؞

ایک مرتبہ حضرت حسنؒ کے پاس خوان آیا تو ابو یزید رقاشی نے کہا کہ اے ابو سعید کیا یہ خوان بھی تسبیح گو ہے، آپ نے فرمایا ہاں تھا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک تر لکڑی کی صورت میں تھا تسبیح گو تھا، جب کٹ کر سوکھ گیا تسبیح جاتی رہی، اس قول کی تائید میں اس حدیث سے بھی مدد لی جا سکتی ہے کہ حضور ؐ دو قبروں کے پاس سے گزرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ انہیں عذاب کیا جا رہا ہے اور کسی بڑی چیز میں نہیں ایک تو پیشاب کیوقت پردے کا خیال نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا پھر آپ نے ایک تر ٹہنی لے کر اس کے دو ٹکڑے کر کے دو قبروں پر گاڑ دیئے اور فرمایا کہ شاید جب تک یہ خشک نہ ہوں ان کے عذاب میں تخفیف رہے (بخاری مسلم) اس لئے بعض علماء نے کہا ہے کہ جب تک یہ تر رہیں گی تسبیح پڑھتی رہیں گی جب خشک ہو جائیں

گی تسبیح بند ہو جائے گی واللہ اعلم اللہ تعالیٰ حلیم و غفور ہے اپنے گناہگاروں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا تاخیر کرتا ہے ڈھیل دیتا ہے پھر بھی اگر کفر و فسق پر اڑا رہے تو بے پناہ پکڑ نازل فرما دیتا ہے صحیحین میں ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب مواخذہ کرتا ہے تو نہیں چھوڑتا، دیکھو قرآن میں ہے کہ جب تیرا رب کسی بستی کے لوگوں کو ان کے مظالم پر پکڑتا ہے تو پھر ایسی ہی پکڑ ہوتی ہے الخ اور آیت میں ہے کہ بہت سی ظالم بستیوں کو ہم نے مہلت دی پھر آخرش پکڑ لیا اور آیت میں ہے كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ الخ ہاں جو گناہوں سے رک جائے ان سے ہٹ جائے توبہ کرے تو اللہ بھی اس پر رحم اور مہربانی کرتا ہے جیسے آیت قرآن میں ہے جو شخص برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا اور مہربان پائے گا، سورۂ فاطر کی آخری آیتوں میں بھی یہی بیان ہے ؞

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ

تو جب قرآن پڑھتا ہے ہم تیرے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا

یقین نہیں رکھتے ایک پوشیدہ حجاب ڈال دیتے

مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً

ہیں۔ اور ان کے دلوں پر ہم پردے ڈال دیتے

اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ

ہیں کہ اسے سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ، اور جب تو صرف خدا

رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى

ہی کا ذکر اس کی توحید کے ساتھ اس قرآن میں کرتا ہے تو وہ رو گردانی

اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾

کرتے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں ؞

فرماتا ہے کہ قرآن کی تلاوت کے وقت ان کے دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں کوئی اثر ان کے دلوں تک نہیں پہنچتا وہ حجاب انہیں چھپا لیتا ہے یہاں مستور ساتر کے معنی میں ہے جیسے میمون اور مشوم یامن اور شاتم کے معنی میں ہیں وہ پردے گو بظاہر نظر نہ آتیں لیکن ہدایت میں اور انہیں حد فاصل ہو جاتے ہیں، مسند ابو یعلیٰ موصلی میں ہے کہ سورۂ تَبَّتْ يَدَا کے اترنے پر عوراء ام جمیل شور مچاتی دھار دار پتھر ہاتھوں میں لئے یہ کہتی ہوئی آئی کہ اس مذمم کو ہم نہیں مانتے ہمیں اس کا دین ناپسند ہے، ہم اس کے فرمان کے مخالف ہیں اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تھے کہنے لگے حضور یہ آ رہی ہے اور آپ کو دیکھ لے گی آپ نے فرمایا بے فکر رہو یہ مجھے نہیں دیکھ سکتی اور آپ نے اس سے بچنے کے لئے تلاوت قرآن شروع کر دی یہی آیت تلاوت فرمائی وہ آئی اور حضرت صدیق اکبر رض سے پوچھنے لگی کہ میں نے سنا ہے تمہارے نبی نے میری ہجو کی ہے آپ نے فرمایا نہیں، رب کعبہ کی قسم تیری کوئی ہجو حضور نے نہیں کی وہ یہ کہتی ہوئی لوٹی کہ تمام قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی بیٹی ہوں، اَكِنَّةً۔ کنان کی جمع ہے اس پردے نے ان کے دلوں کو ڈھک رکھا ہے جس سے یہ قرآن سمجھ نہیں سکتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے جس سے وہ قرآن اس طرح سن نہیں سکتے کہ انہیں فائدہ پہنچے اور جب تو قرآن میں خدا کی وحدانیت کا ذکر پڑھتا ہے تو یہ بے طرح بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ نُفُوْرٌ جمع نافر کی جیسے قاعد کی قعود آتی ہے۔ اور ہو سکتا ہے یہ مصدر بغیر فعل ہو۔ واللہ اعلم۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ خدائے تعالیٰ واحد کے ذکر سے بے ایمانوں کے دل اچاٹ ہو جاتے ہیں مسلمانوں کا لا الٰہ الا اللہ کہنا مشرکوں پر بہت گراں گزرتا تھا ابلیس اور اس کا لشکر اس سے بہت چڑتا تھا اس کے دبانے کی پوری کوشش کرتا تھا لیکن خدا کا ارادہ اس کے برخلاف اسے بلند کرنے اور عزت دینے اور پھیلانے کا تھا یہی وہ کلمہ ہے کہ اس کا قائل فلاح پاتا ہے اس کا عامل مدد دیا جاتا ہے، دیکھ لو اس جزیرے کے حالات تمہارے سامنے ہیں کہ یہاں سے وہاں تک یہ پاک کلمہ پھیل گیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد شیطانوں کا بھاگنا ہے گو بات یہ ٹھیک ہے خدا کے ذکر سے اذان سے تلاوت قرآن سے

شیطان بھاگتا ہے لیکن اس آیت کی یہ تفسیر کرنی غرابت سے خالی نہیں

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ
اسے سنتے وقت ان کی نیتوں سے ہم خوب آگاہ ہیں جب یہ تیری
اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ
طرف کان لگائے ہوئے ہوتے ہیں تب بھی اور جب یہ مشورہ کرتے ہیں
اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ㊼
تب بھی جب کہ یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم اس کی تابعداری میں لگے ہوئے ہو جس پر جادو
اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا
کر دیا گیا ہے دیکھ تو سہی تیری کیا کیا مثالیں بیان کرتے پھرتے ہیں اور بہک رہے
فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ㊽
ہیں اب تو راہ پانا ان کے بس میں نہیں رہا۔

سرداران کفر جو آپس میں باتیں بناتے تھے وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی جا رہی ہیں کہ آپ تو تلاوت میں مشغول ہوتے ہیں یہ چپکے چپکے کہا کرتے ہیں کہ اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ یہ تو ایک انسان ہے جو کھانے پینے کا محتاج ہے گو یہ لفظ اس معنی میں شعر میں بھی ہے اور امام ابن جریر نے اسی کو ٹھیک بھی بتلایا ہے لیکن ہے یہ غور طلب انکا ارادہ اس موقع پر اس کہنے سے یہ تھا کہ خود یہ جادو میں مبتلا ہے کوئی ہے جو اسے اس موقع پر کچھ پڑھا جاتا ہے کافر لوگ طرح طرح کے وہم آپ کی نسبت ظاہر کرتے تھے کوئی کہتا آپ شاعر ہیں کوئی کہتا کاہن ہیں، کوئی مجنون بتلاتا کوئی جادوگر وغیرہ، اس لئے فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کیسے بہک رہے ہیں کہ حق کی جانب آ ہی نہیں سکتے۔ سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ ابو سفیان بن حرب ابو جہل بن ہشام اخنس بن شریق رات کے وقت اپنے اپنے گھروں سے کلام اللہ شریف حضورؐ کی زبانی سننے نکلے، آپ اپنے گھر میں رات کو نماز پڑھ رہے تھے، یہ لوگ گرچپ چپاتے چھپتے لگتے ادھر ادھر بیٹھ گئے ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی رات کو سنتے رہے فجر ہوتے وقت یہاں سے چلے اتفاقاً راستے میں سب کی ملاقات ہو گئی ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے اب سے یہ حرکت نہ کرنا ورنہ اور لوگ تو بالکل اسی کے ہو جائیں گے لیکن رات کو پھر یہ تینوں آ گئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے قرآن سننے میں رات گزاری صبح واپس چلے، راستے میں مل گئے پھر سے کل کی باتیں دہرائیں اور آج پختہ ارادہ کیا کہ اب سے ایسا کام ہرگز کوئی نہ کرے گا، تیسری رات پھر یہی ہوا، اب کے انہوں نے کہا آؤ عہد کر لیں کہ اب نہیں آئیں گے چنانچہ قول و قرار کر کے جدا ہوئے صبح کو اخنس اپنی لاٹھی سنبھال ابو سفیان کے گھر پہنچا اور کہنے لگے ابو حنظلہ مجھے بتلاؤ تمہاری اپنی رائے آں حضرتؐ کی بابت کیا ہے؟ اس نے کہا ابو ثعلبہ جو آیتیں قرآن کی میں نے سنی ہیں ان میں سے بہت سی آیتوں کا تو مطلب معنی میں جان گیا لیکن بہت سی آیتوں کی مراد مجھے معلوم نہیں ہوئی اخنس نے کہا واللہ میرا بھی یہی حال ہے، یہاں سے ہو کر اخنس ابو جہل کے پاس پہنچا اس سے بھی یہی سوال کیا اس نے کہا سنئے شرافت و سرداری کے بارے میں ہمارا بنو عبد مناف سے مدت کا جھگڑا چلا آتا ہے انھوں نے کھلایا ہم نے بھی کھلانا شروع کر دیا انہوں نے سواریاں دیں ہم نے بھی انہیں سواریوں کے جانور دیئے انہوں نے لوگوں کے ساتھ سلوک کئے اور انہیں انعامات دیئے ہم نے بھی ان سے پیچھے رہنا پسند نہ کیا، اب جبکہ ان تمام باتوں میں وہ اور ہم برابر رہے اس دوڑ میں جب وہ بازی لے جا نہ سکے تو جھٹ سے انہوں نے کہا کہ ہم میں نبوت ہے ہم میں ایک شخص ہے جس کے پاس آسمانی وحی آتی ہے اب بتاؤ اس کو ہم کیسے مان لیں؟ واللہ نہ اس پر ہم ایمان لائیں گے نہ کبھی اسے سچا کہیں گے، اس وقت اخنس اسے چھوڑ کر چلدیا۔

الربع

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا
کہنے لگے کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئی پیدائش
لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ㊾ قُلْ كُوْنُوْا
میں پھر دوبارہ اٹھا کر کھڑے کر دیئے جائیں گے؟ جواب دے کہ تم
حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ㊿ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ
پتھر بن جاؤ یا لوہا۔ یا کوئی اور ایسی خلقت جو تمہارے دلوں میں

صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ

بہت ہی سخت معلوم ہوا، اب یہ پوچھیں گے کہ کون ہے جو دوبارہ ہماری

قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ

زندگی لوٹائے؟ تو جواب دے کہ وہی خدا جس نے تمہیں اول بار پیدا کیا

اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ

اس پر وہ اپنے سر ہلا ہلا کر تجھ سے دریافت کریں گے کہ اچھا یہ ہے کب؟ تو تو جواب

عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا (51) يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ

دے کہ کیا عجب کہ وہ قریب ہی آن لگی ہو　جس دن وہ تمہیں بلائے گا تم

فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ

اس کی تعریف کرتے ہوئے تعمیل ارشاد کرو گے اور گمان کرنے لگو گے

اِلَّا قَلِيْلًا (52)

کہ تمہارا رہنا بالکل تھوڑا ہے ۔

ع ۵ ۱۲ ۵

کافر جو قیامت کے قائل نہ تھے اور مرنے کے بعد کے جینے کو محال جانتے تھے وہ بطور انکار پوچھا کرتے تھے کہ کیا ہم جب ہڈی اور مٹی ہو جائیں گے غبار بن جائیں گے کچھ نہ رہیں گے بالکل مٹ جائیں گے پھر بھی نئی پیدائش سے پیدا ہوں گے؟ سورۃ نازعات میں ان منکروں کا قول بیان ہوا ہے کہ کیا ہم مرے پیچھے الٹے پاؤں زندگی میں لوٹائے جائیں گے؟ اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ ہماری ہڈیاں بھی گل سڑ گئی ہوں؟ بھئی یہ تو بڑے خسارے کی بات ہے سورۃ یٰسین میں ہے کہ یہ ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے بیٹھ گیا اور اپنی پیدائش کو فراموش کر گیا الخ پس انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ ہڈیاں تو کیا تم خواہ پتھر بن جاؤ خواہ لوہا بن جاؤ خواہ اس سے بھی زیادہ سخت چیز بن جاؤ مثلاً پہاڑ یا زمین یا آسمان بلکہ تم خود موت ہی کیوں نہ بن جاؤ اللہ تعالیٰ پر تمہارا جلانا دشوار نہیں جو چاہو ہو جاؤ دوبارہ اٹھو گے ضرور۔ حدیث میں ہے کہ بکرے کی صورت میں موت کو قیامت کے دن جنت دوزخ کے درمیان لایا جائے گا اور دونوں سے کہا جائے گا کہ اسے پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے ہاں پھر اسے وہیں ذبح کر دیا جائے گا اور منادی ہو جائے گی کہ اے جنتیو! اب ہمیشگی ہے موت نہیں اور اے جہنمیو اب ہمیشگی ہے موت نہیں، یہاں فرمان ہے کہ یہ پوچھتے ہیں کہ اچھا جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے یا پتھر یا لوہا ہو جائیں گے یا جو ہم چاہیں گے جو بڑی سے بڑی سخت چیز ہو، وہی ہم ہو جائیں تو یہ تو بتلاؤ کہ یہ کس کے اختیار میں ہے کہ اب ہمیں پھر سے اس زندگی کی طرف لوٹا دے؟ ان کے اس سوال اور بے جا اعتراض کے جواب میں تو انہیں سمجھا کہ تمہیں لوٹانیوالا تمہارا سچا خالق اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے جب کہ تم کچھ نہ تھے پھر اس پہ دوسری بار کی پیدائش کیا گراں ہے بلکہ بہت آسان ہے تم خواہ کچھ بھی بن جاؤ یہ جواب چونکہ لاجواب ہے بھونچکے تو وہ جائیں گے لیکن پھر بھی اپنی شرارت سے باز نہ آئیں گے بد عقیدگی نہ چھوڑیں گے اور بہ طور مذاق سر ہلاتے ہوئے کہیں گے کہ اچھا یہ ہوگا کب؟ سچے ہو تو وقت کی تعیین کر دو بے ایمانوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ جلدی مچاتے رہتے ہیں ہاں ہے تو وہ وقت قریب ہی تم اس کے لئے انتظار کرلو غفلت نہ برتو اس کے آنے میں کوئی شک نہیں آنے والی چیز کو آئی ہوئی سمجھا کرو، خدا کی ایک آواز کے ساتھ ہی تم زمین سے نکل کھڑے ہو گے، ایک آنکھ جھپکانے کی دیر بھی تو نہ لگے گی، خدا کے فرمان کے ساتھ ہی تم سے میدان محشر پُر ہو جائے گا قبروں سے اٹھ کر خدا کی تعریفیں کرتے ہوئے اس کے احکام کی بجا آوری میں کھڑے ہو جاؤ گے حمد کے لائق وہی ہے تم اس کے حکم سے اور ارادے سے باہر نہیں ہو حدیث میں ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں پر ان کی قبروں میں کوئی وحشت نہیں ہوگی۔ گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ قبروں سے اٹھ رہے ہیں اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے لا الٰہ الا اللہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوں گے کہیں گے کہ خدا کی حمد ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا سورۃ فاطر کی تفسیر میں یہ بیان آرہا ہے ان شاء اللہ۔ اس وقت تمہارا یقین ہوگا کہ تم بہت ہی کم مدت دنیا میں رہے گویا صبح یا شام کوئی کہے گا دس دن، کوئی کہے گا ایک دن، کوئی سمجھے گا ایک ساعت ہی سوال پر یہی کہیں گے کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ہی، اور اس پر قسمیں کھائیں گے، اسی طرح دنیا میں بھی

اپنے جھوٹ پر قسمیں کھاتے رہے تھے ۔

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ

میرے بندوں سے کہدے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منہ سے نکالا کریں، کیونکہ

الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ

شیطان آپس میں فساد ڈلواتا رہتا ہے بے شک شیطان انسان

لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿٥٣﴾

کا کھلا دشمن ہے ۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ص سے فرماتا ہے کہ آپ مومنین بندوں سے فرمادیں کہ وہ اچھے لفظوں اور بہتر فقروں اور تہذیب سے کلام کرتے رہیں ورنہ شیطان ان میں آپس میں سر پھٹول اور برائی ڈلوادے گا لڑائی جھگڑے شروع ہوجائیں گے، وہ انسان کا دشمن ہے گھات میں لگا رہتا ہے، اسی لئے حدیث میں مسلمان بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ کرنا بھی حرام ہے کہ کہیں شیطان اُسے لگا نہ دے اور یہ جہنمی نہ بن جائے، ملاحظہ ہو مسند احمد، حضور ص نے لوگوں کے ایک مجمع میں فرمایا کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کوئی کسی پر ظلم وستم نہ کرے کوئی کسی کو بے عزت نہ کرے پھر آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تقویٰ یہاں ہے جو دو شخص آپس میں دینی دوست ہوں پھر ان میں جدائی ہوجائے اس جدائی کو جو ان میں سے بیان کرے وہ بیان کرنے والا بُرا ہے، وہ بدتر ہے وہ نہایت شریر ہے (مسند)۔

رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ ۖ إِنْ يَّشَأْ يَرْحَمْكُمْ أَوْ إِنْ

تمہارا رب تم سے بہ نسبت تمہارے بھی بہت زیادہ جاننے والا ہے وہ

يَّشَأْ يُعَذِّبْكُمْ ۚ وَمَا أَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿٥٤﴾

اگر چاہے تو تم پر رحم کردے چاہو تمہیں سزا دے ہم نے تمہیں انکا ذمہ دار ٹھہرا کر

وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ

نہیں بھیجا، آسمان و زمین میں جو بھی ہے تیرا رب سب کو بخوبی جانتا ہے

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلٰى بَعْضٍ

ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر بہتری اور برتری دے رکھی ہے ۔

وَّآتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿٥٥﴾

داؤد کو زبور ہم نے ہی عطا فرمائی ہے

تمہارا رب تم سے بخوبی واقف ہے وہ ہدایت کے مستحق لوگوں کو بخوبی جانتا ہے وہ جس پر چاہتا ہے، رحم کرتا ہے اپنی اطاعت کی توفیق دیتا ہے اور اپنی جانب جھکا لیتا ہے اسی طرح جسے چاہے بداعمالی پر پکڑ لیتا ہے اور سزا دیتا ہے ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار نہیں بنایا تیرا کام صرف ہوشیار کردینا ہے تیری ماننے والے جنتی ہونگے اور نہ ماننے والے دوزخی بنیں گے، زمین و آسمان کے تمام انسان جنات فرشتوں کا اسے علم ہے ہر ایک کے مراتب کا اسے علم ہے ایک کو ایک پر فضیلت ہے نبیوں میں بھی درجے ہیں کوئی کلیم اللہ ہے کوئی بلند درجہ ہے، ایک حدیث میں ہے کہ نبیوں میں فضیلتیں قائم نہ کیا کرو اس سے مطلب صرف تعصب اور نفس پرستی سے اپنے طور پر فضیلت قائم کرنا ہے نہ یہ کہ قرآن حدیث سے ثابت شدہ فضیلت سے بھی انکار، جو فضیلت جس نبی کی ازروئے دلیل ثابت ہوجائے گی اس کا ماننا واجب ہے، مانی ہوئی بات ہے کہ تمام انبیاء سے رسول افضل ہیں اور رسولوں میں پانچ اولوالعزم رسول ان سب سے افضل ہیں جن کا نام سورۃ احزاب کی آیت میں ہے یعنی محمد، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین سورۃ شوریٰ کی آیت شَرَعَ لَكُمْ الخ میں بھی ان پانچوں کے نام موجود ہیں، جس طرح یہ سب چیزیں ساری امت مانتی ہے اسی طرح بغیر اختلاف کے یہ بھی ثابت ہے کہ ان میں بھی سب سے افضل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا کہ مشہور ہے ہم نے اسکے دلائل دوسری جگہ بسط سے بیان کئے ہیں، واللہ الموافق ۔

پھر فرماتا ہے ہم نے داؤد پیغمبر کو زبور دی یہ بھی ان کی فضیلت اور شرف کی دلیل ہے صحیح بخاری شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حضرت داؤد ع پر قرآن اتنا آسان کر دیا گیا تھا کہ جانور پر زین کسی جاتے اتنی سی دیر میں آپ قرآن پڑھ لیا کرتے تھے ۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِهِ فَلَا

کہدے کہ خدا کے سوا جنھیں تم معبود سمجھ رہے ہو انھیں پکارو لیکن نہ تو

يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ﴿۵۶﴾

وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ

جنھیں یہ لوگ پکارتے رہتے ہیں خود وہ اپنے رب کی نزدیکی

إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ

کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک

وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ

ہو جائے وہ خود اس کی رحمت کی امیدواری میں لگے رہتے ہیں اور اس کے

إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿۵۷﴾

عذاب سے خوفزدہ ہو رہے ہیں بات بھی یہی ہے کہ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے

خدا کے سوا اوروں کی عبادت کرنے والوں سے کہتے کہ تم انھیں خوب پکار کر دیکھ لو کہ آیا وہ تمھارے کچھ بھی کام آسکتے ہیں؟ نہ انکو بس کی بات کہ مشکل کشائی کردیں نہ یہ بات کہ اُسے کسی اور پر ٹال دیں وہ محض بے بس ہیں قادر اور طاقت والا صرف خدائے واحد ہی ہے مخلوق کا خالق اور سب کا حکمراں وہی ہے، یہ مشرک کہا کرتے تھے کہ ہم فرشتوں کی اور مسیح کی اور عزیرؑ کی عبادت کرتے ہیں، ان کے معبود تو خدا کی طرف نزدیکی کی جستجو میں ہیں صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جن جنات کی یہ مشرکین پرستش کرتے تھے وہ خود مسلمان ہو گئے تھے، لیکن یہ اب تک اپنے کفر پر جمے ہوئے ہیں اس لئے انھیں خبردار کیا گیا کہ تمھارے معبود خود اللہ کی طرف جُھک گئے، ابن مسعودؓ کہتے ہیں یہ جن فرشتوں کی ایک قسم سے تھے، حضرت عیسیٰؑ، حضرت مریمؑ حضرت عزیرؑ سورج، چاند، فرشتے سب قرب خدا کی تلاش میں ہیں ابن جریر فرماتے ہیں ٹھیک مطلب یہ ہے کہ جن جنوں کو یہ پوجتے تھے آیت میں وہی مُراد ہیں کیونکہ حضرت مسیحؑ وغیرہ کا زمانہ تو گذر چکا تھا اور فرشتے پہلے ہی سے عابد خدا تھے تو مراد یہاں بھی جنات ہیں وسیلہ کے معنی قربت و نزدیکی کے ہیں جیسے کہ حضرت قتادہؒ کا قول ہے یہ سب بزرگ اس دھن میں ہیں کون خدا سے زیادہ نزدیکی حاصل کرلے؟ وہ خدا کی رحمت کے خواہاں اور اس کے عذاب سے ترساں ہیں حقیقت میں بغیر ان دونوں باتوں کے عبادت نامکمل ہے خوف گناہ سے روکتا ہے اور امید اطاعت پر آمادہ کرتی ہے واقع میں اس کے عذاب ہی ہیں ڈر کے قابل اللہ ہمیں بچائے ؞

وَإِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ

جتنی بھی بستیاں ہیں ہم قیامت کے دن سے پہلے پہلے یا تو انھیں ہلاک کردینے

يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا

والے ہیں یا سخت تر سزا دینے والے ہیں۔

كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ﴿۵۸﴾

یہ تو کتاب میں لکھا جا چکا ہے ؞

وہ نوشتہ جو لوح محفوظ میں لکھدیا گیا ہے وہ حکم جو جاری کردیا گیا ہے اس کا بیان اس آیت میں ہے کہ گنہگاروں کی بستیاں یقیناً ویران کردی جائیں گی یا تباہی کے قریب ان کے گناہوں کی وجہ ہو جائیں گی اس میں ہماری جانب سے کوئی ظلم نہ ہوگا بلکہ ان کے اپنے کرتوت کا خمیازہ ہوگا، ان کے اعمال کا وبال ہوگا، رب کی آیتوں اور اس کے رسولوں سے سرکشی کرنے کا پھل ہوگا ؞

وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُّرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا

ہمیں نشانات کے نازل کرنے سے روک صرف اسی کی ہے کہ اگلے

أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ ۚ وَآتَيْنَا ثَمُودَ

لوگ انھیں جھٹلا چکے ہیں ہم نے ثمودیوں کو بطور نشان

النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا ۚ وَمَا

کے اونٹنی دی لیکن انھوں نے اس پر ظلم کیا ہم تو لوگوں کو

نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ﴿۵۹﴾

صرف دھمکانے کے لئے ہی نشانات بھیجتے ہیں ؞

حضورؐ کے زمانے میں کافروں نے آپ سے کہا کہ حضرت آپ سے

پہلے کے انبیاء میں سے بعض کے تابع ہوا تھی بعض مُردوں کو جلاتے تھے وغیرہ اب اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم بھی آپ پر ایمان لائیں تو آپ اس صفا پہاڑ کو سونا کا کر دیجئے۔ ہم آپ کی سچائی کے قائل ہو جائیں گے آپ پر وحی آئی کہ اگر آپ کی بھی یہی خواہش ہو تو میں اس پہاڑ کو ابھی سونے کا بنا دیتا ہوں لیکن یہ خیال رہے کہ اگر پھر بھی یہ ایمان نہ لائے تو اب انھیں مہلت نہ ملے گی۔ فی الفور عذاب آ جائیگا اور تباہ کر دیئے جائیں گے اور اگر آپ کو انھیں کچھ تاخیر دینی اور سوچنے کا موقع دینا منظور ہے تو میں ایسا کروں، آپ نے فرمایا خدایا میں انھیں باقی رکھنے میں ہی خوش ہوں، مسند میں اتنا اور بھی ہے کہ انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ باقی کی اور پہاڑیاں یہاں سے کھسک جائیں تاکہ ہم یہاں سے کھیتی باڑی کر سکیں الخ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور روایت میں ہے کہ آپ نے دعا مانگی، جبرئیل ؑ آئے اور کہا کہ آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو صبح ہی کو یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے گا لیکن اگر پھر بھی ان میں سے کوئی ایمان نہ لایا تو اسے وہ سزا ہوگی جو اس سے پہلے کسی کو نہ ہوئی ہو اور اگر آپ کا ارادہ ہو تو میں ان پر توبہ کے اور رحمت کے دروازے کھلے چھوڑ دوں؟ آپ نے دوسری شق اختیار کی مسند ابو یعلی میں ہے کہ آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ جب اتری تو تعمیلِ ارشاد کے لئے آپ جبلِ ابی قبیس پر چڑھ گئے اور فرمانے لگے اے عبد مناف! میں تمھیں ڈرانے والا ہوں، قریش یہ آواز سنتے ہی جمع ہو گئے، پھر کہنے لگے، سنئے! آپ نبوت کے مدعی ہیں سلیمان نبی کے تابع ہوا تھی موسیٰ نبی کے تابع دریا ہو گیا تھا عیسیٰ نبی مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے تو بھی نبی ہے اللہ سے کہہ کہ یہ پہاڑ یہاں سے ہٹوا کر زمین قابلِ زراعت بنا دے تاکہ ہم کھیتی باڑی کریں یہ نہیں تو ہمارے مردوں کی زندگی کی دعا اللہ سے کر کہ ہم اور وہ مل کر بیٹھیں اور ان سے باتیں کریں یہ بھی نہیں تو اس پہاڑ کو سونے کا بنوا دے کہ ہم جاڑے اور گرمیوں کے سفر سے نجات پائیں اسی وقت آپ پر وحی اترنی شروع ہو گئی اسکے خاتمہ پر آپ نے فرمایا اسکی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم نے جو کچھ مجھ سے طلب کیا تھا مجھے اس کے ہو جانے میں اور اس بات میں کہ دروازۂ رحمت میں چلے جاؤ اختیار دیا کہ ایمان اسلام کے بعد تم رحمتِ خدا سمیٹ لو یا تم یہ نشانات دیکھ لو لیکن پھر نہ مانو تو گمراہ ہو جاؤ اور رحمت کے دروازے تم پر بند ہو جائیں تو میں تو ڈر گیا اور میں نے درِ رحمت کا کھلا رہنا ہی پسند کیا کیونکہ دوسری صورت میں تمھارے ایمان نہ لانے پر تم پر عذاب اترتے جو تم سے پہلے کسی پر نہ اترے ہوں اس پر یہ آیتیں اتریں، اور آیت وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ نازل ہوئی یعنی آیتوں کے بھیجنے اور منہ مانگے معجزوں کے دکھانے سے ہم عاجز تو نہیں بلکہ یہ ہم پر بہت آسان ہے جو تیری قوم چاہتی ہے ہم انھیں دکھا دیتے ہیں لیکن اس صورت میں ان کے نہ ماننے پر پھر ہمارے عذاب نہ رکتے۔ اگلوں کو دیکھ لو کہ اسی میں برباد ہوتے چنانچہ سورۂ مائدہ میں ہے کہ میں تم پر دسترخوان اتارتا ہوں لیکن اسکے بعد جو کفر کریگا اسے ایسی سزا دی جائے گی جو اس سے پہلے کسیکو نہ ہوئی ہو، ثمودیوں کو دیکھو کہ انھوں نے ایک خاص پتھر میں سے اونٹنی کا نکلنا طلب کیا حضرت صالح ؑ کی دعا پر وہ نکلی لیکن وہ نہ مانے بلکہ اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ لیں رسول کو جھٹلاتے رہے جس پر انھیں تین دن کی مہلت ملی اور آخر غارت کر دیئے گئے ان کی یہ اونٹنی بھی خدا کی وحدانیت کی ایک نشانی تھی اور اس کے رسول کی صداقت کی علامت تھی لیکن ان لوگوں نے پھر بھی کفر کیا اس کا پانی بند کیا بالآخر اسے قتل کر دیا جس کی پاداش میں ڈل دے لے کر آخر تک سب مار ڈالے گئے اور خدائے غالب کی پکڑ میں آ گئے۔ آیتیں صرف دھمکانے کے لئے ہوتی ہیں کہ وہ عبرت و نصیحت حاصل کر لیں، مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کوفہ میں زلزلہ آیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اس کی جانب جھکو تمہیں فوراً اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ حضرت عمر رضؓ کے زمانے میں مدینہ شریف میں کئی بار جھٹکے محسوس ہوئے تو آپ نے فرمایا واللہ تم نے ضرور کوئی نئی بات کی ہے، دیکھو، اگر اب ایسا ہوا تو میں تمہیں سخت سزائیں کردوں گا، متفق علیہ حدیث میں

ہے کہ آپ نے فرمایا سورج، چاند خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، یہ کسی کی موت وحیات سے گہن میں نہیں آتیں بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے بندوں کو خوف زدہ کر دیتا ہے، جب تم یہ دیکھو تو ذکر اللہ دعا اور استغفار کی طرف جھک پڑو، اے امت محمدؐ! واللہ خدا سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں کہ اس کے لونڈی غلام زنا کاری کریں، اے امتِ محمد! واللہ جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے ❊❊

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ

یاد کر جب کہ ہم نے تجھ سے فرما دیا کہ تیرے رب نے لوگوں کو گھیر لیا ہے

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا

جو نمائش ہم نے تجھے دکھائی تھی وہ لوگوں کے لئے صاف

فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي

آزمائش ہی تھی اور اسی طرح وہ درخت بھی جس سے قرآن میں اظہار

الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ

نفرت کیا گیا ہے۔ ہم انھیں ڈرا رہے ہیں لیکن یہ انھیں

اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾ ع ۸

اور بڑی سرکشی میں بڑھا رہا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ دین کی رغبت دلا رہا ہے اور آپ کے بچاؤ کی ذمہ داری لے رہا ہے کہ سب لوگ اسی کی قدرت تلے ہیں وہ سب پر غالب ہے سب اس کے ماتحت ہیں وہ ان سب سے تجھے بچاتا رہیگا جو ہم نے تجھ دکھایا وہ لوگوں کی ایک صریح آزمائش ہے، یہ دکھانا معراج والی رات تھا جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا، نفرتی درخت سے مراد زقوم کا درخت ہے، بہت سے تابعین اور ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ یہ دکھانا آنکھ کا دکھانا تھا جو شبِ معراج میں دکھایا گیا تھا، معراج کی حدیثیں بہت پوری تفصیل کے ساتھ اس سورت کے شروع میں بیان ہو چکی ہیں، یہ بھی گذر چکا ہے کہ معراج کے واقعہ کو سن کر بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے اور حق سے پھر گئے کیونکہ ان کی عقل میں یہ نہ آیا تو اپنی جہالت سے اسے جھوٹا جانا اور دین کو چھوڑ بیٹھے ان کے برخلاف کامل ایمان والے اپنے یقین میں اور بڑھ گئے اور اُن کے ایمان اور مضبوط ہو گئے۔ ثابت قدمی اور استقلال میں زیادہ ہو گئے پس اس واقعہ کو لوگوں کی آزمائش اور ان کے امتحان کا ذریعہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ نے کر دیا، حضورؐ نے جب خبر دی اور قرآن میں آیت اتری کہ دوزخیوں کو زقوم کا درخت کھلایا جائے گا اور آپ نے اسے دیکھا بھی تو کافروں نے اسے سچ نہ مانا اور ابو جہل ملعون مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگا کھجور اور مکھن لاؤ اور اس کا زقوم کرو یعنی دونوں کو ملا دو اور خوب شوق سے کھاؤ بس یہی زقوم ہے پھر اس خوراک سے گھبرانے کے کیا معنی؟ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد بنو امیہ ہیں لیکن یہ قول بالکل ضعیف وغریب ہے پہلے قول کے ہی قائل تمام مفسر ہیں جو اس آیت کو معراج کے بارے میں مانتے ہیں، جیسے ابن عباس، مسروق، ابو مالک، حسن بصری وغیرہ سہل بن سعید کہتے ہیں حضورؐ نے فلاں قبیلے والوں کو اپنے منبر پر بندروں کی طرح ناچتے ہوئے دیکھا اور آپ کو اس سے بہت رنج ہوا، پھر انتقال تک آپ پوری ہنسی سے ہنستے ہوئے نہیں دکھائی دیئے اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے (ابن جریر) لیکن یہ سند بالکل ضعیف ہے، محمد بن حسن بن زبالہ متروک ہے اور ان کے استاد بھی بالکل ضعیف ہیں، خود امام ابن جریر رحؒ کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے کہ مراد اس سے شب معراج ہے اور شجرۃ الزقوم ہے کیونکہ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے، ہم کافروں کو اپنے عذابوں وغیرہ سے ڈرا رہے ہیں لیکن وہ اپنی ضد، تکبر، ہٹ دھرمی اور بے ایمانی میں اور بڑھ رہے ہیں ❊

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ

سو سب نے کیا وہ کہنے لگا کہ کیا میں اسے سجدہ کروں

خَلَقْتَ طِيْنًا (۶۱) قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا

جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے اچھا دیکھ لے اسے تو نے مجھ پر

الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۡ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ

بزرگی تو دی ہے لیکن اگر مجھے بھی قیامت تک تو نے ڈھیل دی تو

الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا (۶۲)

میں اس کی اولاد کو بجز بہت تھوڑے لوگوں کے اپنے بس میں کر لوں گا۔

ابلیس کی قدیمی عداوت سے انسان کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ وہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا کھلا دشمن تھا اسکی اولاد برابر اسی طرح تمہاری دشمن ہے سجدے کا حکم سنکر سب فرشتوں نے تو سر جھکا دیا لیکن اس نے تکبر جتایا اسے حقیر سمجھا، اور صاف انکار کر دیا کہ ناممکن ہے کہ میرا سر کسی مٹی کے بنے ہوئے کے سامنے جھکے میں اس سے کہیں افضل ہوں میں آگ ہوں یہ خاک ہے، پھر اس کی ڈھٹائی دیکھئے کہ خداوند جل وعلی کے دربار میں گستاخانہ لہجے میں کہتا ہے کہ اچھا اسے اگر تو نے مجھ پر فضیلت دی تو کیا ہوا میں بھی اس کی اولاد کو برباد کر کے چھوڑوں گا سب کو اپنا تابعدار بنا لوں گا اور بہکا دوں گا کچھ یونہی سے تو میرے پھندے سے چھوٹ جائیں گے باقی سب کو غارت کر دوں گا۔

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ

ارشاد ہوا جا ان میں سے جو بھی تیرا تابعدار ہو جائیگا تو تم سب کی سزا جہنم ہے

جَزَاۗؤُكُمْ جَزَاۗءً مَّوْفُوْرًا (۶۳) وَاسْتَفْزِزْ مَنِ

جو بھرپور پورا بدلہ ہے۔ ان میں سے جسے بھی تو اپنی

اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ

آواز سے بہکا سکے بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے

بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَ

چڑھا لا اور ان کے مال اور اولاد میں سے اپنا بھی ساجھا لگا اور

عِدْهُمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (۶۴)

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۭ

میرے سچے بندوں پر تیرا کوئی قابو اور بس نہیں

وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا (۶۵)

تیرا رب کارسازی کرنے والا کافی ہے۔

ابلیس نے خدا سے مہلت چاہی اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی اور ارشاد ہوا کہ وقت معلوم تک مہلت ہے تیری اور تیرے تابعداروں کی برائیوں کا بدلہ جہنم ہے جو پوری سزا ہے اپنی آواز سے جسے تو بہکا سکے بہکا لے یعنی گانوں سے اور تماشوں سے انہیں بہکاتا پھر جو بھی خدا کی نافرمانی کیطرف بلانیوالی صدا ہو وہ شیطانی آواز ہے، اسی طرح تو اپنے پیادے اور سوار لے کر جس پر تجھ سے حملہ ہو سکے حملہ کر لے رجل، جمع ہے راجل کی جیسے رکب جمع ہے راکب کی، اور صحب جمع ہے صاحب کی مطلب یہ ہے کہ جسقدر تجھ سے ہو سکے ان پر اپنا تسلط اور اقتدار جما۔ یہ امر قدری ہے نہ کہ حکمی، شیطانوں کی یہی خصلت ہے کہ وہ بندگان خدا کو بھڑکاتے اور بہکاتے رہتے ہیں انہیں گناہوں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں خدا کی معصیت میں جو سواری پر ہو اور پیدل ہو وہ شیطانی لشکر میں ہے ایسے جن بھی ہیں اور انسان بھی ہیں جو اس کے مطیع ہیں جب کسی پر آوازیں اٹھائی جائیں تو عرب کہتے ہیں اَجْلَبَ فُلَانٌ عَلٰی فُلَانٍ اسی سے ماخوذ ہے آپ کا یہ فرمان کہ گھوڑ دوڑ میں جلب نہیں وہ بھی اسی سے ماخوذ ہے، جلبہ کا اشتقاق بھی اسی سے ہے یعنی آوازوں کا بلند ہونا۔ ان کے مالوں میں اور اولادوں میں بھی تو شریک رہ یعنی اللہ کی نافرمانیوں میں ان کا مال خرچ کرا سود خواری ان سے کرا برائی سے مال جمع کریں اور حرام کاریوں میں خرچ کریں حلال جانوروں کو اپنی خواہش سے حرام قرار دیں وغیرہ، اولاد میں شرکت یہ ہے کہ مثلاً زنا کاری جس سے اولاد ہو جو اولاد بچپن میں بوجہ بیوقوفی انکے ماں باپ نے زندہ درگور کر دی ہو یا مار ڈالی ہو اسے یہودی نصرانی مجوسی وغیرہ بنا دیا ہو، اولادوں کے نام عبد الحارث، عبد الشمس اور عبد فلاں رکھا ہو، غرض کسی صورت میں بھی شیطان کو اسمیں داخل کیا ہو یا اس کو ساتھ کیا ہو یہی شرکت شیطان کی ہے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو یکطرفہ

موحد پیدا کیا پھر شیطان نے آ کر انہیں بہکا دیا اور حلال چیزیں حرام کر دیں، صحیحین میں ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں تم میں سے جو اپنی بیوی کے پاس جانیکا ارادہ کرے یہ پڑھ لے اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا یعنی یا اللہ تو ہمیں شیطان سے بچا اور اسے بھی جو تو ہمیں عطا فرمائے تو اگر اس میں کوئی بچہ اللہ کی طرف سے ٹھہر جائیگا تو اسے ہرگز کبھی بھی شیطان کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا پھر فرماتا ہے کہ جا تو انہیں دھوکے کے جھوٹے وعدے دیا کر۔ چنانچہ قیامت کے دن یہ خود کہے گا کہ اللہ کے وعدے تو سب سچے تھے اور میرے وعدے سب غلط تھے پھر فرماتا ہے کہ میرے مومن بندے میری حفاظت میں ہیں میں انہیں شیطان رجیم سے بچاتا رہوں گا خدا کی وکالت اس کی حفاظت اسکی نصرت اسکی تائید بندوں کو کافی ہے مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن اپنے شیطان پر اس طرح قابو پا لیتا ہے جیسے وہ شخص جو کسی جانور کو لگام چڑھاتے ہوئے ہو ؛؛

رَبُّکُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَکُمُ الْفُلْکَ فِی الْبَحْرِ
تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیاں چلاتا ہے
لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ اِنَّہٗ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا (۶۶)
تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ وہ تمہارے اوپر بہت ہی مہربان ہے

اللہ تعالیٰ اپنا احسان بتلاتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو آسانی اور سہولت کے لئے اور ان کی تجارت و سفر کے لئے دریاؤں میں کشتیاں چلا دی ہیں اس کے فضل و کرم لطف و رحم کا ایک نشان یہ بھی ہے کہ تم دور دراز ملکوں میں جا آ سکتے ہو اور خدا کا فضل یعنی اپنی روزیاں حاصل کر سکتے ہو ؛؛

وَاِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ
سمندر میں مصیبت پہنچتے ہی جنہیں پکارتے تھے سب کو گم کر جاتے ہیں صرف
تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِیَّاہُ فَلَمَّا نَجّٰکُمْ اِلَی الْبَرِّ
وہی خدا باقی رہ جاتا ہے، پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے
اَعْرَضْتُمْ وَکَانَ الْاِنْسَانُ کَفُوْرًا (۶۷)
تو تم منہ پھیر لیتے ہو۔ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے ؛؛

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے کہ بندے مصیبت کیوقت تو خلوص کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف جھکتے ہیں اور اس سے دلی دعائیں کرنے لگتے ہیں اور جہاں وہ مصیبت خدائے تعالیٰ نے ٹال دی کہ یہ آنکھیں پھیر لیتے ہیں، فتح مکہ کیوقت جب کہ ابوجہل کا لڑکا عکرمہ حبشہ جانے کے ارادہ سے بھاگا اور کشتی میں بیٹھ کر چلا، اتفاقاً کشتی طوفان میں پھنس گئی بادِ مخالف کے جھونکے اسے پتے کی طرح ہلانے لگے اس وقت کشتی میں جتنے کفار تھے سب ایک دوسرے سے کہنے لگے اس وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی کچھ کام نہیں آنیکا اسی کو پکارو، عکرمہ کے دل میں اسیوقت خیال آیا کہ جب تری میں صرف وہی کام کر سکتا ہے تو ظاہر ہے کہ خشکی میں بھی وہی کام آسکتا ہے خدایا میں نذر مانتا ہوں کہ تو نے مجھے اس آفت سے بچا لیا تو میں سیدھا جا کر محمدؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دیدونگا اور یقیناً وہ مجھ پر مہربانی اور رحم و کرم فرمائیں گے صلی اللہ علیہ وسلم، چنانچہ سمندر سے پار ہوتے ہی وہ سیدھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا پھر تو اسلام کے پہلوان ثابت ہوتے رضی اللہ عنہ وارضاہ، پس فرماتا ہے کہ سمندر کی اس مصیبت کیوقت تو خدا کے سوا سب کو بھول جاتے ہو لیکن پھر اس کے ہٹتے ہی خدا کی توحید ہٹا دیتے ہو اور دوسروں سے التجائیں کرنے لگتے ہو، انسان ہے ہی ایسا ناشکرا کہ نعمتوں کو بھلا بیٹھتا ہے بلکہ منکر ہو جاتا ہے ہاں جسے خدا بچا لے اور توفیق خیر دے ؛؛

اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ
تو کیا تم بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کے کسی کنارے میں دھنسا دے
یُرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا
یا تم پر پتھراؤ کی آندھی بھیج دے پھر تم اپنے لئے کسی نگہبان
لَکُمْ وَکِیْلًا (۶۸)
کو نہ پا سکو ؛؛

رب العالمین لوگوں کو ڈرا رہا ہے کہ جو تری میں ڈبو سکتا تھا وہ خشکی میں دھنسانے کی قدرت بھی رکھتا ہے، پھر وہاں تو صرف اسی کو

پکارنا اور یہاں اس کے ساتھ اوروں کو شریک کرنا یہ کس قدر ناانصافی ؟ ؟ وہ تو تم پر پتھروں کی بارش بھی برسا کر ہلاک کر سکتا ہے، جیسے لوطیوں پر ہوئی تھی، جس کا بیان خود قرآن میں کئی جگہ ہے سورۂ تبارک میں فرمایا کہ کیا تمہیں اس خدا کا ڈر نہیں جو آسمانوں میں ہے کہ کہیں وہ تمہیں زمین میں دھنسا نہ دے کہ یکایک زمین جنبش کرنے لگے۔ کیا تمہیں آسمانوں والے خدا کا خوف نہیں کہ کہیں وہ تم پر پتھر نہ برسا دے پھر جان لو کہ ڈرانے کا انجام کیا کچھ ہوتا ہے، پھر فرماتا ہے کہ اس وقت تم نہ اپنا مددگار پاؤ گے نہ دستگیر نہ وکیل نہ کارساز نہ نگہبان نہ پاسبان ؞

اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً

کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ پھر تمہیں دوبارہ

اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ

دریا کے سفر میں لے آئے اور تم پر تیز و تند ہواؤں کے جھونکے بھیج دے

الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا

اور تمہارے کفر کے باعث تمہیں ڈبو دے پھر تم اپنے لئے ہم پر

لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا (۶۹)

اس کا دعویٰ کرنے والا کسی کو نہ پاؤ گے

ارشاد ہو رہا ہے کہ اے منکرو! سمندر میں تم میری توحید کے قائل ہوتے باہر آ کر پھر انکار کر گئے تو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ پھر تم دوبارہ دریائی سفر کرو اور بادِ تند کے تھپیڑے تمہاری کشتی کو ڈگمگا دیں اور آخر ڈبو دیں اور تمہیں تمہارے کفر کا مزہ آ جائے پھر تو کوئی مددگار نہ کھڑا ہو، نہ کوئی ایسا مل سکے کہ ہم سے تمہارا بدلہ لے ہمارا پیچھا کوئی نہیں کر سکتا کس کی مجال کہ ہمارے فعل پر انگلی اٹھائے ؞

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ

یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انھیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں

وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ

عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (۷۰) ع ۱۰

مخلوق پر انھیں فضیلت عطا فرمائی ؞

سب سے اچھی پیدائش انسان کی ہے جیسے فرمان ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر بنایا ہے وہ اپنے پیروں پر سیدھا کھڑا ہو کر صحیح چال چلتا ہے اپنے ہاتھوں سے تمیز کے ساتھ اپنی غذا کھاتا ہے اور حیوانات ہاتھ پاؤں سے چلتے ہیں منہ سے چارہ چگتے ہیں پھر اسے سمجھ بوجھ دی ہے جس سے نفع نقصان بھلائی برائی سوچتا ہے دینی دنیوی فائدہ معلوم کر لیتا ہے اس کی سواری کے لئے خشکی میں جو جانور چوپائے دئیے گھوڑے خچر اونٹ وغیرہ اور تری کے سفر کے لئے اسے کشتیاں بنانی سکھا دیں، اسے بہترین خوشگوار اور خوش ذائقہ کھانے پینے کی چیزیں دیں کھیتیاں ہیں پھل ہیں گوشت ہیں دودھ ہیں اور بہترین بہت سی خوش ذائقہ دار لذیذ مزیدار چیزیں، پھر عمدہ مکانات رہنے کو اچھے خوشنما لباس پہننے کو قسم قسم کے رنگ برنگ کے، یہاں کی چیزیں وہاں اور وہاں کی چیزیں یہاں لے جانے لے آنے کے اسباب اس کے لئے مہیا کر دئیے اور مخلوق میں سے عموماً ہر ایک پر اسے برتری بخشی، اس آیت کریمہ سے اس امر پر استدلال کیا گیا ہے کہ انسان فرشتوں سے افضل ہے حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں کہ فرشتوں نے کہا خدایا تو نے اولاد آدم کو دنیا دے رکھی ہے کہ وہ کھاتے پیتے ہیں اور موج مزے کر رہے ہیں تو تو اس کے بدلے ہمیں آخرت میں ہی عطا فرما کیونکہ ہم اس دنیا سے محروم ہیں اس کے جواب میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم اس کی نیک اولاد کو جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اس کے برابر میں ہرگز نہ کروں گا جسے میں نے کلمہ کن سے پیدا کیا ہے، یہ روایت مرسل ہے لیکن اور سند سے متصل بھی مروی ہے ابن عساکر میں ہے کہ فرشتوں نے کہا۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں بھی تو نے پیدا کیا اور بنو آدم کا خالق بھی تو ہی ہے انھیں تو کھانا پانی دے رہا ہے کپڑے لتے وہ پہنتے ہیں نکاح شادیاں وہ کرتے ہیں سواریاں ان کے لئے ہیں راحت آرام انھیں حاصل ہے

ان میں سے کسی چیز کے حصے دار ہم نہیں، خیر اگر دنیا میں انکے لئے ہے تو یہ چیزیں آخرت میں تو ہمارے لئے کر دے اس کے جواب میں جناب باری نے فرمایا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہو اور اپنی روح جس میں میں نے پھونکی ہے اسے میں اس جیسا نہ کروں گا، جسے میں نے کہدیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا طبرانی میں ہے کہ قیامت کے دن ابن آدم سے زیادہ بزرگ اللہ کے ہاں کوئی نہ ہو گا پوچھا گیا کہ فرشتے بھی نہیں؟ فرمایا فرشتے بھی نہیں وہ تو مجبور ہیں جیسے سورج چاند۔ یہ روایت بہت ہی غریب ہے۔

یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ
جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے پیشوا سمیت بلائیں گے پھر جن کا
اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ
بھی عمل نامہ دائیں ہاتھ میں دیدیا گیا وہ تو شوق سے اپنا نامۂ اعمال پڑھنے
كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا (۷۱) وَمَنْ
لگیں گے اور تاگے کے برابر بھی ظلم نہ کئے جائیں گے اور جو کوئی
كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ
اس جہان میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا
اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا (۷۲)
اور راستے سے بہت ہی بھٹکا ہوا رہیگا۔

امام سے مراد یہاں نبی ہیں ہر امت قیامت کے دن اپنے نبی کے ساتھ بلائی جائے گی جیسے اس آیت میں ہے وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ الخ ہر امت کا رسول ہے پھر جب ان کے رسول آئیں گے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ حکومتی کر دی جائے گی بعض سلف کا قول ہے کہ اس میں اہل حدیث کی بہت بڑی بزرگی ہے اس لئے کہ ان کے امام آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ابن زید کہتے ہیں یہاں امام سے مراد کتاب خدا ہے جو ان کی شریعت کے بارے میں اتری تھی ابن جریر اس تفسیر کو بہت پسند فرماتے ہیں اور اسی کو مختار کہتے ہیں مجاہد رح کہتے ہیں مراد اس سے ان کی کتابیں ہیں ممکن ہے کتاب سے مراد یا تو احکام کی کتاب خدا ہو یا نامۂ اعمال، چنانچہ ابن عباس ؓ اس سے اعمال نامہ مراد لیتے ہیں ابو العالیہ حسن ضحاک بھی یہی کہتے ہیں اور یہی زیادہ ترجیح والا قول ہے جیسے فرمان خدا ہے وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ہر چیز ہم نے ظاہر کتاب میں احاطہ کر لی ہے اور آیت میں ہے وَوُضِعَ الْكِتٰبُ الخ کتاب یعنی نامۂ اعمال درمیان میں رکھ دیا جائے گا، اس وقت تو دیکھے گا کہ گنہگار اس کی تحریر سے خوفزدہ ہو رہے ہوں گے الخ اور آیت میں ہے ہر امت کو تو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھے گا، ہر امت اپنی کتاب کی جانب بلائی جا رہی ہو گی، آج تمہیں تمہارے کئے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا یہ ہے ہماری کتاب جو تم پر حق انصاف کے ساتھ بولے گی جو کچھ تم کرتے رہے ہم برابر لکھتے رہے تھے۔ یہ یاد رہے کہ یہ تفسیر پہلی تفسیر کے خلاف نہیں ایک طرف نامۂ اعمال ہاتھ میں ہو گا دوسری جانب خود نبی سامنے موجود ہو گا جیسے فرمان ہے وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ زمین اپنے رب کے نور سے چمکنے لگے گی نامۂ اعمال رکھدیا جائیگا اور نبیوں کو اور گواہوں کو موجود کر دیا جائے گا، اور آیت میں ہے فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا یعنی کیا کیفیت ہو گی اس وقت جب کہ ہر امت کا ہم گواہ لائیں گے اور تجھے اس تیری امت پر گواہ کر کے لائیں گے لیکن یہاں امام سے مراد نامۂ اعمال ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ جن کے دائیں ہاتھ میں دیدیا گیا وہ تو اپنی نیکیاں فرحت و سرور خوشی اور راحت سے پڑھنے لگیں گے۔ بلکہ دوسروں کو دکھاتے اور پڑھواتے پھریں گے اسی کا مزید بیان سورۃ اَلْحَآقَّةُ میں ہے فتیل سے مراد لمبا تاگا ہے جو کھجور کی گٹھلی کے بیچ میں ہوتا ہے، بزار میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو بلوا کر اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس کا جسم بڑھ جائے گا چہرہ چمکنے لگے گا سر پر چمکتے ہوئے ہیروں کا تاج رکھدیا جائے گا یہ اپنے گروہ کی طرف بڑھے گا اور ان

حال میں آتا دیکھ کر وہ سب آرزو کرنے لگیں گے کہ خدا ہمیں بھی یہ عطا فرما اور ہمیں اس میں برکت دے وہ آتے ہی کہے گا کہ خوش ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک کو یہی ملنا ہے لیکن کافر کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا اس کا جسم بڑھ جائے گا، اسے دیکھ کر اس کے ساتھی کہنے لگیں گے اس سے خدا کی پناہ یا اس کی برائی سے پناہ بخدا خدایا اسے ہمارے پاس نہ لا وہ وہیں آجائیگا، اللہ اسے رسوا کرے یہ جواب دیگا خدا تمہیں غارت کرے تم میں سے ہر ایک کے لیے یہی خدائی مار ہے اس دنیا میں جس نے خدا کی آیتوں کو اس کی کتاب سے اس کی راہ ہدایت سے چشم پوشی کی وہ آخرت میں سچ مچ اندھا ہوگا۔ اور دنیا سے بھی زیادہ راہ بھولے ہوئے ہوگا۔ عَیَاذًا بِاللّٰہِ ؛

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ
یہ لوگ جو تجھے اس وحی سے جو ہم نے تجھ پر اتاری ہے۔ بہکا دینا چاہ رہے
اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ
تھے کہ تو اس کے سوا کچھ اور ہی ہمارے نام سے گھڑ گھڑا لے تب تو تجھے یہ لوگ اپنا دلی
خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ
دوست بنا لیتے اگر ہم تجھے ثابت قدم نہ رکھتے تو بہت ممکن تھا کہ ان کی
تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ
طرف قدرے قلیل مائل ہو ہی جاتا۔ پھر تو ہم بھی تجھے دوہرا عذاب تو دنیا کا
ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا
کرتے اور دوہرا ہی موت کا بھی پھر تو تو اپنے لئے
تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾
ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار بھی نہ پاتا ؛

مکاروں فجار کی چالاکیوں سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے رسول کو بچاتا رہا آپ کو معصوم اور ثابت قدم ہی رکھا خود ہی آپ کا ولی اور ناصر رہا اپنی ہی حفاظت اور صیانت میں ہمیشہ آپ کو رکھا۔ آپ کی تائید اور نصرت برابر کرتا رہا آپ کے دین کو دنیا کے تمام دینوں پر غالب کر دیا آپ کے مخالفین کے بلند بانگ ارادوں کو پست کر دیا مشرق سے مغرب تک آپ کا کلمہ پھیلا دیا۔ اسی کا بیان ان دونوں آیتوں میں ہے اللہ تعالیٰ آپ پر قیامت تک بے شمار درود و سلام بھیجتا رہے آمین ؛ ؛

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ
یہ تو تیرے قدم اس سرزمین سے اکھاڑنے ہی لگے تھے کہ تجھے
لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ
اس سے نکال دیں پھر تو یہ بھی تیرے بعد بہت ہی کم
اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ
ٹھہرنا پاتے۔ جیسا دستور ان کا جو تجھ سے پہلے رسول ہم نے بھیجے
مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾
تو ہمارے دستور میں کبھی ردو بدل نہ پائے گا ؛

ع ۸ ۸

کہتے ہیں کہ یہودیوں نے حضورؐ سے کہا تھا کہ آپ کو ملک شام چلا جانا چاہیئے وہی نبیوں کا وطن ہے اس شہر مدینہ کو چھوڑ دینا چاہئے اس پر یہ آیت اتری لیکن یہ قول ضعیف ہے اس لئے کہ یہ آیت مکی ہے اور مدینہ میں آپ کی رہائش اس کے بعد ہوئی ہے کہتے ہیں کہ تبوک کے بارے میں یہ آیت اتری ہے یہودیوں کے کہنے سے کہ شام جو نبیوں کی اور محشر کی زمین ہے آپ کو وہیں رہنا چاہیئے اگر آپ سچے پیغمبر ہیں تو وہاں چلے جائیے آپ نے انھیں ایک حد تک سچا سمجھا غزوۂ تبوک سے آپ کی نیت یہی تھی لیکن تبوک پہنچتے ہی سورۂ بنی اسرائیل کی آیتیں اتریں، اس کے بعد کہ سورت ختم کر دی گئی تھی وَاِنْ كَادُوْا سے تَحْوِيْلًا تک اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینے کی واپسی کا حکم دیا اور فرمایا، وہیں آپ کی موت زیست وہیں سے دوبارہ اٹھ کر کھڑا ہونا ہے لیکن اس کی سند بھی نظر سے خالی نہیں اور صاف ظاہر ہے کہ یہ واقعہ بھی ٹھیک نہیں تبوک کا غزوہ یہود کے کہنے سے نہ تھا بلکہ خدا کا فرمان موجود ہے قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ جو کفار تمہارے ارد گرد ہیں ان سے جہاد کرو۔ اور آیت میں ہے کہ جو خدا تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے خدا رسول کے حرام کردہ کو حرام نہیں سمجھتے ہیں اور حق کو قبول نہیں کرتے، ایسے اہل کتاب

سے راہِ خدا میں جہاد کرو یہاں تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دینا منظور کرلیں اور وجہ اس غزوہ کی یہ تھی کہ آپ کے جو اصحاب جنگ موتہ میں شہید کر دیئے گئے تھے ان کا بدلہ لیا جائے واللہ اعلم، اور اگر مندرجہ بالا واقعہ صحیح ہو جائے تو اسی پر وہ حدیث محمول کی جائے گی جس میں ہے کہ حضورؐ فرماتے ہیں مکہ مدینہ اور شام میں قرآن نازل ہوا ہے ولید تو اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ شام میں مراد بیت المقدس ہے لیکن شام سے مراد تبوک کیوں نہ لی جائے جو بالکل صاف اور بہت درست ہے واللہ اعلم ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کافروں کا وہ ارادہ ہے جو انھوں نے مکے سے جلا وطن کے بارے میں کیا تھا، چنانچہ یہی ہوا بھی کہ جب انھوں نے آپ کو نکالا پھر یہ بھی وہاں زیادہ مدت نہ گذار سکے اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی آپ کو غالب کیا ڈیڑھ سال ہی گذرا تھا کہ بدر کی لڑائی بغیر کسی تیاری اور اطلاع کے اچانک ہو گئی اور وہیں کافروں کا اور کفر کا دھڑ ٹوٹ گیا ان کے شریف ورئیس تہہ تیغ ہوتے ان کی شان و شوکت خاک میں مل گئی ان کے سردار قید میں آگئے پس فرمایا کہ یہی عادت پہلے سے جاری ہے اگلے رسولوں کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ کفار نے جب انھیں تنگ کیا اور دیس نکالا دیا پھر وہ بھی بچ نہ سکے عذاب اللہ نے انھیں غارت اور بے نشان کر دیا، ہاں چونکہ ہمارے پیغمبر رسول رحمت تھے اسلئے کوئی آسمانی عام عذاب ان کافروں پر نہ آیا جیسے فرمان ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ یعنی تیری موجودگی میں خدا انھیں عذاب نہ کرے گا۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ

نماز کو قائم رکھ آفتاب کے ڈھلنے سے لیکر رات کی تاریکی

الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ

تک اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا

كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ

حاضر کیا گیا ہوا ہے۔ رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز میں قرآن

نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ

کی تلاوت کر یہ زیادتی تیرے لئے ہے عنقریب تیرا رب

مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

تجھے مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔

نمازوں کو وقتوں کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہو رہا ہے، دُلُوْك سے مراد غروب ہے یا زوال ہے امام ابن جریر نے زوال کے قول کو پسند فرمایا ہے اور اکثر مفسرین کا قول بھی یہی ہے حضرت جابر رضہ کہتے ہیں میں نے حضورؐ کی اور آپ کے ساتھ ان صحابہ کی جنھیں آپ چاہیں دعوت کا کھانا کھا کر سورج ڈھل جانے کے بعد آپ میرے ہاں سے چلے، حضرت ابو بکر رضہ سے فرمایا چلو یہی وقت دلوک شمس کا ہے پس پانچوں نمازوں کا وقت اس آیت میں بیان ہو گیا غَسَق سے مراد اندھیرا ہے جو کہتے ہیں کہ "دلوک" سے مراد غروب ہے ان کے نزدیک ظہر، عصر، مغرب اور عشا کا بیان تو اس میں ہے اور فجر کا بیان وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ میں ہے حدیث سے یہ تواتر اقوال و افعال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچوں نمازوں کے اوقات ثابت ہیں اور مسلمان بحمد اللہ اب تک اس پر ہیں ہر پچھلے زمانے کے لوگ اگلے زمانے والوں سے برابر لیتے چلے آتے ہیں جیسے کہ ان مسائل کے بیان کی جگہ اس کی تفصیل موجود ہے والحمد للہ۔ صبح کی تلاوتِ قرآن پر دن اور رات کے فرشتے آتے ہیں صحیح بخاری شریف میں ہے کہ تنہا شخص کی نماز پر جماعت کی نماز پچیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ صبح کی نماز کے وقت دن اور رات کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں اسے بیان فرما کر راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضہ نے فرمایا تم قرآن کی اس آیت کو پڑھ لو وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ الخ صحیحین میں ہے کہ رات کے اور دن کے فرشتے تم میں برابر پے در پے آتے رہتے ہیں، صبح کی اور عصر کی نماز کے وقت ان کا اجتماع ہو جاتا ہے تم میں جن فرشتوں نے رات گذاری وہ جب چڑھ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتا ہے باوجودیکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم ان کے

پاس پہنچے تو انھیں نماز میں پایا اور واپس آئے تو نماز میں چھوڑ کر آئے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ فرماتے ہیں کہ یہ چوکیدار فرشتے صبح کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر یہ چڑھ جاتے ہیں اور وہ ٹھہر جاتے ہیں، ابن جریر کی ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کے نزول فرمانے اور اس ارشاد فرمانے کا ذکر کیا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے استغفار کرے اور میں اسے بخشوں، کوئی ہے کہ مجھ سے سوال کرے اور میں اسے دوں کوئی ہے؟ جو مجھ سے دُعا کرے اور میں اس کی دُعا کو قبول کروں، یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی ہے پس اس وقت پر اللہ تعالیٰ موجود ہوتا ہے اور رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو تہجد کا حکم فرماتا ہے ۔ فرضوں کا تو حکم ہے ہی صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضورؐ سے پوچھا گیا کہ فرض نماز کے بعد کونسی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا رات کی نماز کو تہجد کہتے ہیں نیند کے بعد کی نماز کو، لغت میں مفسرین کی تفسیروں میں اور حدیث میں یہ موجود ہے آپ کی عادت بھی یہی تھی کہ سو کر اٹھتے پھر تہجد پڑھتے جیسے کہ اپنی جگہ بیان موجود ہے ہاں حسن بصری رح کا قول ہے کہ جو نماز عشاء کے بعد ہو ممکن ہے کہ اس سے بھی مراد سو جانے کے بعد ہو، پھر فرمایا یہ زیادتی تیرے لئے ہے بعض تو کہتے ہیں تہجد کی نماز اوروں کے برخلاف صرف حضورؐ پر فرض تھی، بعض کہتے ہیں یہ خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف تھے اور امتیوں کی اس نماز کی وجہ سے ان کے گناہ دور ہو جاتے ہیں، ہمارے اس حکم کی بجا آوری پر ہم تمھیں اس جگہ کھڑا کرتے ہیں کہ جہاں کھڑا ہونے پر تمام مخلوق آپ کی تعریفیں کریگی اور خود خالق اکبر بھی۔ کہتے ہیں کہ یہ مقام محمود پر قیامت کے دن آپ اپنی امت کی شفاعت کے لئے جائیں گے تاکہ اس دن کی گھبراہٹ سے آپ انھیں راحت دیں، حضرت حذیفہ رضہ فرماتے ہیں لوگ ایک ہی میدان میں جمع کئے جائیں گے پکارنے والا اپنی آواز انھیں سُنائے گا آنکھیں کھل جائیں گی ننگے پاؤں ننگے بدن ہوں گے جیسے کہ پیدا کئے گئے تھے، سب کھڑے ہوں گے کوئی بھی بغیر اجازت خدا بات نہ کر سکے گا۔ آواز آئیگی اے محمدؐ! آپ کہیں گے لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ، خدایا تمام بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے برائی تیری جانب سے نہیں، راہ یافتہ وہی ہے جسے تو ہدایت بخشے۔ تیرا غلام تیرے سامنے موجود ہے وہ تیری ہی مدد سے قائم ہے وہ تیری ہی جانب جھکنے والا ہے تیری پکڑ سے بجز تیرے دربار کے اور کوئی جائے پناہ نہیں تو برکتوں اور بلندیوں والا ہے اے ربّ العالمین تو پاک ہے، یہ ہے مقام محمود جس کا ذکر اللہ عز و جل نے اس آیت میں کیا ہے پس یہ مقام، مقام شفاعت ہے قتادہ رح فرماتے ہیں قیامت کے دن سب سے پہلے زمین سے آپ باہر آئیں گے اور سب سے پہلے شفاعت آپ ہی کریں گے اہل علم کہتے ہیں کہ یہی مقام محمود ہے جس کا وعدہ اللہ کریم نے اپنے رسولِ مقبول سے کیا ہے صلی اللہ علیہ وسلم، بے شک حضورؐ کی بہت سی بزرگیاں قیامت کے دن ایسی ہوں گی جن میں کوئی آپ کا شریک نہیں اور بہت سی بزرگیاں ایسی ملیں گی جن میں کوئی آپ کی برابری کا نہیں سب سے پہلے آپ ہی کی قبر کی زمین شق ہوگی اور آپ سواری پر سوار محشر کی طرف جائیں گے آپ کا ایک جھنڈا ہوگا کہ حضرت آدم عم سے لیکر سب کے سب اس کے نیچے ہوں گے آپ کو حوضِ کوثر ملے گا جس پر سب سے زیادہ لوگ وارد ہوں گے بہت بڑی شفاعت آپ کی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے فیصلوں کے لیے آئے اور یہ اس کے بعد ہوگی کہ لوگ حضرت آدم عم حضرت نوح عم حضرت ابراہیم عم حضرت موسیٰ عم حضرت عیسیٰ عم کے پاس ہو آئیں اور سب انکار کر دیں پھر آپ کے پاس آئیں گے اور آپ اسکے لئے تیار ہوں گے جیسے کہ اسکی حدیثیں مفصل آ رہی ہیں انشاء اللہ، آپ ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جن کی بابت حکم ہو چکا ہوگا کہ انھیں جہنم کی طرف لے چلو۔ پھر وہ آپ کی شفاعت سے واپس لوٹا دیئے جائیں گے سب سے پہلے آپ ہی کی امت کے فیصلے کئے جائیں گے آپ ہی اپنی امت سمیت سب سے پہلے پل صراط سے پار ہوں گے آپ ہی جنت میں لے جانیکے پہلے سفارشی ہوں گے جیسے صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے، صور کی حدیث میں ہے کہ تمام مومن آپ ہی کی

شفاعت سے جنت میں جائیں گے سب سے پہلے آپ جنت میں جائیں گے اور آپ کی امت اور امتوں سے پہلے جائے گی آپ کی شفاعت سے کم درجہ کے امتی اعلیٰ اور بلند درجے پائیں گے آپ ہی صاحب وسیلہ ہیں جو جنت کی سب سے اعلیٰ منزل ہے جو آپ کے سوا کسی اور کو نہیں ملنے کی یہ صحیح ہے کہ بحکم خدا گنہگاروں کی شفاعت فرشتے بھی کریں گے نبی بھی کریں گے لیکن حضورؐ کی شفاعت جس قدر لوگوں کے بارے میں ہوگی ان کی گنتی کا بجز خدائے تعالیٰ کے کسی کو علم نہیں، اس میں کوئی آپ کے مثل اور برابر نہیں کتاب السیرت کے آخر میں باب الخصائص میں میں نے اسے خوب بسط سے بیان کیا ہے۔ والحمد للہ۔ اب مقام محمود کے بارے میں حدیثیں سنئے اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے بخاری میں حضرت عمرؓ فرماتے ہیں لوگ قیامت کے دن گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہوگی کہ اے فلاں ہماری شفاعت کیجئے یہاں تک کہ شفاعت کی انتہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوگی پس یہی وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سورج بہت نزدیک ہوگا یہاں تک کہ پسینہ آدھے کانوں تک پہنچ جائے گا، اسی حالت میں لوگ حضرت آدمؑ سے فریاد کریں گے وہ صاف انکار کردیں گے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہیں گے آپ بھی جواب دیں گے کہ میں اس قابل نہیں پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں گے آپ مخلوق کی شفاعت کے لئے چلیں گے یہاں تک کہ جنت کے دروازے کا کنڈا تھام لیں پس اسوقت اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر پہنچائے گا، بخاری کی اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اہل محشر سب کے سب اسوقت آپکی تعریفیں کریں گے بخاری میں ہے جو شخص اذان سن کر اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ پڑھ لے اس کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہے مسند احمد میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں قیامت کے دن نبیوں کا امام ان کا خطیب اور ان کا سفارشی ہونگا میں یہ کچھ بہ طور فخر کے نہیں کہتا، اسے ترمذی بھی لاتے ہیں اور حسن صحیح کہا ہے ابن ماجہ میں بھی یہ ہے حضرت ابی بن کعبؓ سے وہ حدیث گذر چکی ہے جس میں قرآن کو سات قرآتوں سے پڑھنے کا بیان ہے اس کے آخر میں ہے کہ میں نے کہا خدایا میری امت کو بخش الٰہی میری امت کو بخش، تیسری دعا میں نے اس دن کے لئے اٹھا رکھی ہے جس دن تمام مخلوق میری طرف رغبت کرے گی یہاں تک کہ ابراہیمؑ بھی، مسند احمد میں ہے کہ مومن قیامت کے دن جمع ہوں گے، پھر ان کے دل میں خیال ڈالا جائے گا کہ ہم کسی سے کہیں وہ ہماری سفارش کرکے ہمیں اس جگہ سے آرام دے پس سب کے سب حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے آدمؑ آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا آپ کے لئے اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام بتلائے، آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش لے جائیے تاکہ ہمیں اس جگہ سے راحت ملے حضرت آدمؑ جواب دیں گے کہ میں اس قابل نہیں ہوں آپ کو اپنا گناہ یاد آجائیگا اور خدا تعالیٰ سے شرمانے لگیں گے، فرمائیں گے تم حضرت نوحؑ کے پاس جاؤ وہ خدا کے پہلے رسول ہیں جنہیں زمین والوں کی طرف اللہ پاک نے بھیجا، یہ آئیں گے، یہاں سے بھی یہی جواب پائیں گے کہ میں اس کے لائق نہیں ہوں آپ کو بھی اپنی خطا یاد آئے گی کہ خدا سے وہ سوال کیا تھا جس کا آپ کو علم نہ تھا۔ پس اپنے پروردگار سے شرما جائیں گے اور فرمائیں گے تم ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ آپ کے پاس آئیں گے، آپ فرمائیں گے میں اس قابل نہیں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ ان سے خدا نے کلام کیا ہے اور انہیں تورات دی ہے، لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے لیکن وہ کہیں گے مجھ میں اتنی قابلیت کہاں؟ پھر اس قتل کا ذکر کریں گے جو بغیر کسی مقتول کے معاوضے کے آپ نے کردیا تھا پس اس وجہ سے خدا سے شرمانے لگیں گے اور کہیں گے تم عیسیٰؑ کے پاس جاؤ جو خدا کے بندے اس کا کلمہ اور اس کی روح ہیں، وہ یہاں آئیں گے۔ لیکن آپ

فرمائیں گے میں اس جگہ کے قابل نہیں ہوں تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جن کے اول آخر تمام گناہ بخش دیئے گئے ہیں پس وہ سب میرے پاس آئیں گے میں کھڑا ہوں گا اپنے رب سے اجازت چاہوں گا جب اسے دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا جب تک خدا کو منظور ہوگا سجدے ہی میں رہوں گا۔ پھر فرمایا جائے گا اے محمدؐ! سر اٹھایئے کہیے سنا جائے گا شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی۔ مانگئے دیا جائے گا پس میں سر اٹھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی وہ تعریفیں کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا پھر میں سفارش کروں گا۔ میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں انہیں جنت میں پہنچا آؤں گا، پھر دوبارہ جناب باری تعالیٰ میں حاضر ہو کر اپنے رب کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑوں گا، جب تک وہ چاہے مجھے سجدے میں ہی رہنے دے گا، پھر کہا جائے گا کہ اے محمدؐ! سر اٹھایئے، کہو سنا جائیگا، سوال کرو دیا جائے گا، شفاعت کرو قبول کی جائے گی، پس میں سر اٹھا کر اپنے رب کی وہ حمد بیان کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا، پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی، میں انہیں بھی جنت میں پہنچا آؤں گا، پھر تیسری مرتبہ لوٹوں گا، اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا جب تک وہ چاہے اسی حالت میں پڑا رہوں گا، پھر فرمایا جائے گا کہ اے محمدؐ! سر اٹھایئے بات کرو سنی جائے گی، سوال کرو عطا فرمایا جائے گا، سفارش کرو قبول کی جائے گی چنانچہ میں سر اٹھا کر وہ حمد بیان کر کے جو مجھے وہی سکھائے گا سفارش کروں گا، پس میرے لئے حد بندی کی جائے گی میں انہیں بھی جنت میں پہنچا آؤں گا پھر چوتھی بار واپس آؤں گا اور کہوں گا باری تعالیٰ اب تو صرف وہی باقی رہ گئے ہیں جنہیں قرآن نے روک لیا ہے فرماتے ہیں جہنم میں سے ہر وہ شخص نکل آئے گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہو اور اس کے دل میں گیہوں کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو، پھر وہ لوگ بھی دوزخ سے نکالے جائیں گے جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہو اور ان کے دل میں ایک ذرے کے برابر ایمان ہو یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے، مسند احمد میں ہے آپؐ فرماتے ہیں میری امت پل صراط سے گذر رہی ہوگی میں وہیں کھڑا دیکھ رہا ہوں گا جو میرے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور فرمائیں گے اے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم انبیا کی جماعت آپ سے کچھ مانگتی ہے وہ سب آپ کے لئے جمع ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ تمام امتوں کو جہاں بھی چاہے الگ الگ کر دے اس وقت وہ سخت غم میں ہیں تمام مخلوق پسینوں میں گویا لگام چڑھا دی گئی ہے مومن پر تو وہ مثل زکام کے ہے لیکن کافر پر تو موت کا ڈھانپ لینا ہے آپ فرمائیں گے کہ ٹھہرو وہیں آتا ہوں، پس آپ جائیں گے عرش تلے کھڑے رہیں گے اور وہ عزت و آبرو ملے گی کہ کبھی برگزیدہ فرشتے اور کسی بھیجے ہوئے نبی رسول کو نہ ملی ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السّلام کی طرف وحی کرے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور کہو کہ آپ سر اٹھایئے مانگئے ملے گا، سفارش کیجئے قبول ہوگی، پس مجھے اپنی امت کی شفاعت ملے گی کہ ہر ننانوے میں سے ایک نکال لاؤں میں بار بار اپنے رب عزوجل کی طرف آتا جاتا رہوں گا اور ہر بار سفارش کروں گا، یہاں تک کہ جناب باری مجھ سے ارشاد فرمائے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جاؤ مخلوق خدا میں کہ جس نے بھی ایک دن بھی خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دی ہو اور اسی پر مرا ہو اسے بھی جنت میں پہنچا آؤ، مسند احمد میں ہے حضرت بریدہ رضؓ حضرت معاویہ رضؓ کے پاس گئے اس وقت ایک شخص کچھ کہہ رہا تھا انہوں نے بھی کچھ کہنے کی اجازت مانگی، حضرت معاویہ رضؓ نے اجازت دی آپ کا خیال یہ تھا کہ جو کچھ یہ پہلا شخص کہہ رہا ہے وہ بریدہ رضؓ بھی کہیں گے۔ حضرت بریدہ رضؓ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں مجھے خدائے تعالیٰ سے امید ہے کہ زمین پر جتنے درخت اور کنکر ہیں ان کی گنتی کے برابر لوگوں کی شفاعت میں کروں گا پس اے معاویہ رضؓ آپ کو تو اس کی امید ہو اور حضرت علی رضؓ اس سے نا امید ہوں؟ مسند احمد میں ہے کہ

ملیکہ کے دونوں لڑکے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اور کہنے لگے ہماری ماں ہمارے والد کی بڑی ہی عزت کرتی تھیں بچوں پر بڑی مہربانی اور شفقت کرتی تھیں، مہمان داری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتی تھیں ہاں انھوں نے جاہلیت کے زمانے میں اپنی ننھی لڑکیاں درگور کردی تھیں، آپ نے فرمایا پھر وہ جہنم میں پہنچی، وہ دونوں ملول خاطر ہو کر لوٹے تو آپ نے حکم دیا کہ انہیں واپس بلا لاؤ، وہ لوٹے اور ان کے چہرے پر خوشی تھی کہ شاید اب حضورؐ کوئی اچھی بات سنائیں گے، آپ نے فرمایا سنو میری ماں اور تمہاری ماں دونوں ایک ساتھ ہی ہیں، ایک منافق یہ سن کر کہنے لگا کہ اس سے اس کی ماں کو کیا فائدہ؟ ہم اس کے پیچھے جاتے ہیں، ایک انصاری جو حضورؐ سے سب سے زیادہ سوالات کرنے کا عادی تھا کہنے لگا یا رسول اللہؐ کیا اس کے یا ان دونوں کے بارے میں آپ سے خدائے تعالیٰ نے کوئی وعدہ کیا ہے؟ آپ سمجھ گئے کہ اس نے کچھ سنا ہے فرمانے لگے نہ میرے رب نے چاہا نہ مجھے اس بارے میں کوئی طمع دی سنو! میں قیامت کے دن مقام محمود پہ پہنچایا جاؤں گا، انصاری نے کہا وہ کیا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا یہ اس وقت جبکہ تمہیں ننگے بدن بے ختنہ لایا جائے گا سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میرے خلیل کو کپڑے پہناؤ پس دو چادریں سفید رنگ کی پہنائی جائیں گی اور آپ عرش کی طرف منہ کئے بیٹھ جائیں گے پھر میرا لباس لایا جائے گا، میں ان کی دائیں طرف سے اس جگہ کھڑا ہوؤں گا کہ تمام اول و آخر کے لوگ رشک کریں گے اور کوثر سے لیکر حوض تک ان کے لئے کھول دیا جائے گا منافق کہنے لگے پانی کے جاری ہونے کے لئے تو مٹی اور کنکر لازمی ہیں، آپ نے فرمایا ہاں اس کی مٹی مشک ہے اور کنکر موتی ہیں اس نے کہا ہم نے تو کبھی ایسا نہیں سنا اچھا پانی کے کنارے درخت بھی ہونے چاہئیں، انصاری نے کہا یا رسول اللہ صلعم وہاں درخت بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں سونے کی شاخوں والے، منافق نے کہا۔ آج جیسی بات تو ہم نے کبھی نہیں سنی۔ اچھا درختوں میں پتے اور پھل بھی ہونے چاہئیں انصاری نے حضورؐ سے پوچھا کہ کیا ان درختوں میں پھل بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں، قسم قسم کے جواہر اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہوگا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ ایک گھونٹ بھی جس نے اس میں سے پی لیا وہ کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا اور جو اس کو محروم رہ گیا وہ پھر کبھی آسودہ نہ ہوگا۔

ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ عزوجل شفاعت کی اجازت دے گا، پس روح القدس حضرت جبرئیل علیہ السلام کھڑے ہوں گے، پھر حضرت ابرہیم خلیل اللہ علیہ السلام کھڑے ہوں گے پھر حضرت عیسیٰؑ یا حضرت موسیٰ علیہما السلام کھڑے ہوں گے پھر تمہارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے، آپ سے زیادہ کسی کی شفاعت نہ ہوگی، یہی مقام محمود ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے مسند احمد میں ہے کہ لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔ میں اپنی امت سمیت ایک ٹیلے پر کھڑا ہوں گا مجھے اللہ تعالیٰ سبز رنگ حلہ پہنائے گا۔ پھر مجھے اجازت دی جائے گی اور جو کچھ کہنا چاہوں گا کہوں گا، یہی مقام محمود ہے؛

مسند احمد میں ہے قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور مجھے ہی سب سے پہلے سر اٹھانے کی اجازت ملے گی، میں اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھ کر اپنی امت کو اور امتوں میں سے پہچان لونگا کسی نے پوچھا، حضورؐ! اور ساری امتیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے وقت تک کی ہوں گی ان سب میں سے آپ خاص اپنی امت کو پہچان لیں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا وضو کے اثر سے ان کے ہاتھ پاؤں اور منہ چمک رہے ہوں گے ان کے سوا اور کوئی ایسا نہ ہوگا اور میں انھیں یوں پہچان

لوں گا کہ ان کے نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ملیں گے اور نشان یہ ہے کہ ان کی اولادیں ان کے آگے چل پھر رہی ہوں گی مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا اور شانے کا گوشت چونکہ حضور کو زیادہ مرغوب تھا وہی آپ کو دیا گیا آپ اس میں سے گوشت توڑ توڑ کر کھانے لگے اور فرمایا قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار میں ہوں، اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا آواز دینے والا انھیں سنائے گا نگاہیں اوپر کو چڑھ جائیں گی سورج بالکل نزدیک ہوجائیگا اور لوگ ایسی سختی اور رنج و غم میں مبتلا ہو جائیں گے جو ناقابل برداشت ہے اس وقت وہ کہیں گے کہ دیکھو تو سہی ہم سب کس مصیبت میں مبتلا ہیں چلو کسی سے کہہ کر اسے سفارشی بناکر اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجیں چنانچہ مشورہ سے طے ہوگا اور لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے آپ میں اپنی روح پھونکی ہے اپنے فرشتوں کو آپ کے سامنے سجدہ کرنیکا حکم دے کر ان سے سجدہ کرایا ہے آپ کیا ہماری خستہ حالی ملاحظہ نہیں فرما رہے ؟ آپ پروردگار سے شفاعت کیجئے حضرت آدم ع جواب دیں گے کہ میرا رب آج اس قدر غضبناک ہو رہا ہے کہ کبھی اس سے پہلے ایسا غضبناک نہیں ہوا اور نہ کبھی اس کے بعد ہوگا خدا تعالیٰ نے مجھے ایک درخت سے روکا تھا لیکن مجھ سے نافرمانی ہوگئی آج تو مجھے خود اپنا خیال لگا ہوا ہے نفسی نفسی لگی ہوئی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ، لوگ وہاں سے حضرت نوح ع کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے نوح ع! آپ کو زمین والوں کی طرف سب سے پہلے خدائے تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا آپ کا نام اس نے شکر گذار بندہ رکھا آپ ہمارے لئے اپنے رب کے پاس شفاعت کیجئے دیکھئے تو ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں ؟ حضرت نوح علیہ السلام جواب دیں گے کہ آج تو میرا پروردگار اسقدر غضبناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غصے ہوا نہ اس کے بعد کبھی ایسا غصے ہوگا میرے لئے ایک دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کے خلاف مانگ لی مجھے تو آج اپنی پڑی ہے نفسی نفسی لگ رہی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ حضرت ابراہیم ع کے پاس جاؤ، لوگ حضرت ابراہیم ع کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ نبی اللہ ہیں آپ خلیل اللہ ہیں کیا آپ ہماری بے بسی نہیں دیکھتے حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج میرا رب سخت غضبناک ہے کہ نہ تو اس سے پہلے کبھی ایسا ناراض ہوا نہ اس کے بعد کبھی اتنے زیادہ غصے میں آئے گا پھر آپ اپنے جھوٹ یاد کر کے نفسی نفسی کرنے لگیں گے اور فرمائیں گے میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ! لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ ع! آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور اپنے کلام سے نوازا ہے آپ ہمارے پروردگار کے پاس ہماری سفارش لے جائیے دیکھئے تو کیسی سخت آفت میں ہیں ؟ آپ فرمائیں گے آج تو میرا رب سخت ناراض ہے ایسا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا ناراض نہیں ہوا اور نہ کبھی اس کے بعد ایسا ناراض ہوگا میں نے خدائے تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایک انسان کو مار ڈالا تھا نفسی نفسی تم مجھے چھوڑو کسی اور سے کہو تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے عیسیٰ آپ رسول اللہ اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں جو حضرت مریم کی طرف بھیجی گئی۔ بچپن میں گہوارے میں ہی آپ نے بولنا شروع کر دیا تھا۔ جائیے ہمارے رب سے ہماری سفارش کیجئے خیال تو فرمائیے کہ ہم کس قدر بے چین ہیں ؟ حضرت عیسیٰ ع جواب دیں گے کہ آج جیسا غصہ تو نہ پہلے تھا نہ بعد میں ہوگا نفسی نفسی نفسی آپ اپنے کسی گناہ کا ذکر نہ کریں گے، فرمائیں گے تم کسی اور کے پاس جاؤ، دیکھو میں بتلاؤں تم سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ چنانچہ وہ سب حضور کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ رسول اللہ ہیں آپ خاتم الانبیاء ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیے ہیں آپ ہماری شفاعت کیجئے دیکھئے تو ہم کیسی سخت بلاؤں

ہیں گھرے ہوئے ہیں پس میں کھڑا ہوں گا اور عرش تلے آکر اپنے رب عزوجل کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا، پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد وثنا کے وہ الفاظ کھولے گا جو مجھ سے پہلے کسی اور پر نہیں کھلے تھے پھر مجھ سے فرمایا جائے گا، اے محمدؐ! اپنا سر اٹھائیے مانگو تمہیں ملے گا شفاعت کرو منظور ہوگی، میں اپنا سر سجدے سے اٹھاؤنگا اور کہوں گا میرے پروردگار میری امت میرے رب میری امت خدایا میری امت پس مجھ سے فرمایا جائے گا، جاؤ اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں جنت میں لے جاؤ انھیں جنت کی داہنی طرف کے دروازے سے پہنچاؤ لیکن اور تمام دروازوں سے بھی انھیں روک نہیں، اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے جنت کے دو چوکھٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکے اور حمیر میں یا مکے اور بصرہ میں یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے مسلم شریف میں ہے قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار میں ہونگا اس دن سب سے پہلے میری قبر کی زمین شق ہوگی میں ہی پہلا شفیع ہوں اور پہلا شفاعت قبول کیا ہوا، ابن جریر میں ہے کہ حضورؐ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا یہ شفاعت ہے مسند احمد میں ہے مقام محمود، وہ مقام ہے جس میں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا، عبدالرزاق میں ہے کہ قیامت کے دن کھال کی طرح اللہ تعالیٰ زمین کو کھینچ لیگا یہاں تک کہ ہر شخص کے لئے صرف اپنے دونوں قدم لٹکانے کی جگہ ہی رہے گی، سب سے پہلے مجھے طلب کیا جائے گا، حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ رحمٰن تبارک وتعالیٰ کے دائیں طرف ہوں گے، اللہ کی قسم اس سے پہلے اسے اس نے نہیں دیکھا، میں کہوں گا کہ باری تعالیٰ اس فرشتے نے مجھ سے کہا تھا کہ اسے تو میری طرف بھیج رہا ہے اللہ تعالیٰ عزوجل فرمائے گا اس نے سچ کہا اب میں یہ کہہ کر شفاعت کروں گا کہ خدایا تیرے بندوں نے زمین کے مختلف حصوں میں تیری عبادت کی ہے آپ فرماتے ہیں یہی مقام محمود ہے یہ حدیث مرسل ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ

دعا کیا کر کہ اے میرے پروردگار مجھے جہاں لے جا اچھی طرح لے جا اور

اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ

جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ

مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۝٨٠ وَقُلْ

اور امداد مقرر فرما دے۔ اعلان کر دیجئے

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ

کہ حق آپ کا اور ناحق نابود ہو گیا۔ یقیناً باطل

كَانَ زَهُوْقًا ۝٨١

تھا بھی نابود ہونے والا۔

مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں تھے پھر آپ کو ہجرت کا حکم ہوا اور یہ آیت اتری، امام ترمذی رح فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کفار مکہ نے مشورہ کیا کہ آپ کو قتل کر دیں یا نکال دیں یا قید کر لیں پس اللہ تعالیٰ کا یہی ارادہ ہوا کہ اہل مکہ کو ان کی بد اعمالیوں کا مزہ چکھا دے اس نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینے جانے کا حکم فرمایا یہی اس آیت میں بیان ہو رہا ہے، قتادہ رح فرماتے ہیں مکہ سے نکلنا اور مدینہ میں داخل ہونا، یہی قول سب سے زیادہ مشہور ہے ابن عباس رض سے مروی ہے کہ سچائی کے داخلے سے مراد موت ہے اور سچائی سے نکلنے کی مراد موت کے بعد کی زندگی ہے اور اقوال بھی ہیں لیکن زیادہ صحیح پہلا قول ہی ہے امام ابن جریر بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں پھر حکم ہوا کہ غلبہ اور مدد کی دعا ہم سے کرو۔ اس دعا پر اللہ تعالیٰ نے فارس اور روم کا ملک اور عزت دینے کا وعدہ فرما لیا، اتنا تو حضورؐ معلوم کر چکے تھے کہ بغیر غلبے کے دین کی اشاعت اور زور ناممکن ہے اس لئے اللہ تعالیٰ سے مدد و غلبہ طلب کیا تاکہ کتاب اللہ اور حدود خدا فرائض شرع اور قیام دین آپ کر سکیں، یہ غلبہ بھی خدا کی ایک زبردست رحمت ہے اگر یہ نہ ہو تو ایک دوسرے کو کھا جاتا ہر زور آور کمزور کا شکار کر لیتا سلطان نصیر سے مراد کھلی دلیل بھی ہے لیکن پہلا قول اولیٰ ہے اس لئے کہ حق کے

ساتھ غلبہ اور طاقت بھی ضروری چیز ہے تاکہ مخالفین حق دبے ہوئے رہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لوہے کے اتارنے کے احسان کو قرآن میں خاص طور پر ذکر کیا ہے ایک حدیث میں ہے کہ سلطنت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بہت سی ان برائیوں کو روک دیتا ہے جو صرف قرآن سے نہیں رک سکتی تھیں یہ بالکل واقعہ ہے بہت سے لوگ ہیں کہ قرآن کی نصیحتیں اس کے وعدے وعید انہیں بدکاریوں سے نہیں ہٹا سکتے لیکن اسلامی طاقت سے مرعوب ہو کر وہ برائیوں سے رک جاتے ہیں ؞

پھر کافروں کی گوشمالی کی جاتی ہے کہ خدا کی جانب سے حق آچکا ہے سچائی اتر آئی جس میں کوئی شک و شبہ نہیں قرآن ایمان نفع دینے والا سچا علم منجانب اللہ آگیا کفر غارت، برباد اور بے نام و نشان ہو گیا وہ حق کے مقابلے میں بے دست و پا ثابت ہوا حق نے باطل کا دماغ پاش پاش کر دیا اور وہ نابود اور بے وجود ہو گیا صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں آئے بیت اللہ کے آس پاس تین سو ساٹھ بت تھے آپ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے انہیں کچو کے دے رہے تھے اور یہی آیت پڑھتے تھے اور فرماتے جاتے تھے "حق آچکا باطل نہ دوبارہ آسکتا ہے نہ لوٹ سکتا ہے" ابو یعلی میں ہے کہ ہم حضورؐ کے ساتھ مکے میں آئے بیت اللہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت تھے جن کی پوجا پاٹ کی جاتی تھی آپ نے فوراً حکم دیا کہ ان سب کو اوندھے منہ گرا دو۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی ؞

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ

یہ قرآن جو ہم نازل فرما رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿٨٢﴾

رحمت ہے، ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی بابت جس میں باطل کا شائبہ بھی نہیں فرماتا ہے کہ وہ ایمان داروں کے دلوں کی تمام بیماریوں کے لئے شفا ہے شک نفاق شرک ٹیڑھ پن اور باطل کی لگاوٹ سب اس سے دور ہو جاتی ہے، ایمان، حکمت، بھلائی، رحمت، نیکیوں کی رغبت اس سے حاصل ہوتی ہے جو بھی اس پر ایمان و یقین لائے اسے سچ سمجھ کر اس کی تابعداری کرے یہ اسے خدا کی رحمت کے نیچے لا کھڑا کرتا ہے، ہاں جو ظالم و جابر ہو جو اس سے انکار کرے وہ خدا سے اور دور ہو جاتا ہے قرآن سن کر اس کا کفر اور بڑھ جاتا ہے پس یہ آفت خود کافر کی طرف سے اس کے کفر کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ قرآن کی طرف سے وہ تو سراسر رحمت و شفا ہے چنانچہ اور آیت قرآن میں ہے قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ الخ کہہ دو کہ یہ ایمانداروں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمانوں کے کانوں میں ٹھینٹ ہیں اور ان کی نگاہوں پر اندھاپا ہے یہ تو دور دراز سے آوازیں دیئے جاتے ہیں، اور آیت میں ہے وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ الخ جہاں کوئی سورت اتری کہ ایک گروہ نے پوچھنا شروع کیا کہ تم میں سے کس کو اس نے ایمان میں بڑھایا؟ سنو! ایمان والوں کے تو ایمان بڑھ جاتے ہیں اور وہ ہشاش بشاش ہو جاتے ہیں ہاں جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کی گندگی پر گندگی بڑھ جاتی ہے اور مرتے دم تک کفر پر قائم رہتے ہیں اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں الغرض مومن اس پاک کتاب کو سن کر نفع اٹھاتا ہے اسے حفظ کرتا ہے اسے یاد کرتا ہے اس کا خیال رکھتا ہے، بے انصاف لوگ نہ اس سے نفع حاصل کرتے ہیں نہ اسے حفظ کرتے ہیں نہ اس کی نگہبانی کرتے ہیں اللہ نے اسے شفا اور رحمت صرف مومنوں کے لئے بنایا ہے ؞

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ

انسان پر جب کبھی ہم اپنی نعمت انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے

نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ

اور کروٹ بدل لیتا ہے اور جب کبھی اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہو تو وہ

يَـُٔوْسًا ﴿٨٣﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى

مایوس ہو جاتا ہے کہہ دے کہ ہر شخص اپنے طریقہ پر

شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ

عامل ہے جو پوری ہدایت کے راستے پر ہے انھیں تمہارا رب ہی خوب

اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝ (۸۴)

جاننے والا ہے ؂

۹ ع

خیر و شر برائی بھلائی میں عموماً انسان کی جو عادت ہے اُسے قرآن کریم بیان فرما رہا ہے، مال، عافیت، فتح، رزق، نصرت، تائید، کشادگی اور آرام پاتے ہی نظریں پھیر لیتا ہے خدا سے دور ہو جاتا ہے گویا اسے کبھی برائی پہنچنے کی ہی نہیں خدا سے کروٹ بدل لیتا ہے گویا کبھی کی جان پہچان ہی نہیں اور جہاں مصیبت تکلیف دکھ، درد، آفت حادثہ پہنچا اور یہ نا امید ہوا۔ سمجھ لیتا ہے کہ اب بھلائی چھٹکارا راحت آرام ملنے کا ہی نہیں ؂

قرآن کریم اور جگہ ارشاد فرماتا ہے، وَلَىِٕنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ ۝ وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَاۗءَ بَعْدَ ضَرَّاۗءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ انسان کو راحتیں دے کر جہاں ہم نے واپس لے لیں کہ یہ محض مایوس اور ناشکرا بن جاتا ہے اور جہاں مصیبتوں کے بعد ہم نے عافیتیں دیں کہ بھول گیا گھمنڈ میں آ گیا اور ہانک لگانے لگا کہ بس اب برائیاں مجھ سے دور ہو گئیں فرماتا ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی طرز پر اپنی طبیعت پر اپنی نیت پر اپنے دین اور طریقے پر عامل ہے تو لگے رہیں اس کا علم کہ فی الواقع راہ راست پر کون ہے صرف اللہ ہی کو ہے اس میں مشرکین کو تنبیہہ ہے کہ وہ اپنے مسلک پر گو کاربند ہوں اور اسے اچھا سمجھ رہے ہوں لیکن خدا کے پاس جا کر کھلے گا کہ جس راہ پر وہ تھے وہ کیسی خطرناک تھی جیسے فرمان ہے کہ بے ایمانوں سے کہہ دو کہ اچھا تم اپنی جگہ اپنے کام کرتے جاؤ آخر بدلے کا وقت یہ نہیں قیامت کا دن ہے نیکی بدی کی تمیز اس دن ہوگی، سب کو بدلے ملیں گے خدا پر کوئی

امر تو شعبدہ نہیں ؂

وَيَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ

یہ لوگ تجھ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں تو جواب دے کہ روح

مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ

میرے رب کے حکم سے ہے تمہیں جو علم دیا گیا ہے

اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (۸۵)

وہ بہت ہی کم ہے ؂

بخاری وغیرہ میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور صلعم مدینے کے کھیتوں میں جا رہے تھے آپ کے ہاتھ میں لکڑی تھی میں آپ کے ہمراہ تھا۔ یہودیوں کے ایک گروہ نے آپ کو دیکھ کر آپس میں کانا پھوسی شروع کی کہ آؤ ان سے روح کی بابت سوال کریں کوئی کوئی کہنے لگے اچھا کوئی روکنے لگے، کوئی کہنے لگے تمہیں اس سے کیا نتیجہ؟ کوئی کہنے لگے شاید کوئی جواب ایسا دیں، جو تمہارے خلاف ہو۔ جانے دو نہ پوچھو۔ آخر وہ آئے اور حضرتؐ سے سوال کیا آپ اپنی لکڑی پر ٹیک لگا کر ٹھہر گئے۔ میں سمجھ گیا کہ وحی اتر رہی ہے خاموش کھڑا رہ گیا، اس کے بعد آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی، اس سے تو بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے۔ حالانکہ پوری سورت مکی ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ مکے کی اتری ہوئی آیت سے ہی اس موقعہ پر مدینے کے یہودیوں کو جواب دینے کی وحی ہوئی یا یہ کہ دوبارہ یہی آیت نازل ہوئی ہو۔ مسند احمد کی روایت سے بھی اس آیت کا مکے میں اترنا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قریشیوں نے یہودیوں سے درخواست کی کہ کوئی مشکل سوال بتلاؤ کہ ہم ان سے پوچھیں انہوں نے یہ سوال بتلایا، اس کے جواب میں یہ آیت اتری، تو یہ سرکش کہنے لگے ہمیں بڑا علم ہے، تورات ہمیں ملی ہے، اور جس کے پاس تورات ہو بہت سی بھلائی مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا الخ، یعنی اگر تمام سمندروں کی سیاہی بن جائے اور اس سے

کلمات خداوندی لکھنے شروع کئے جائیں تو یہ روشنائی سب نبٹ جائے گی اور خدائی کلمات باقی رہ جائیں گے، گو پھر تم اس کی مدد میں ایسے ہی اور بھی لاؤ، عکرمہ نے یہودیوں کے سوال پر اس آیت کا اترنا اور ان کے اس مکروہ قول پر دوسری آیت وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ الخ کا اترنا بیان فرمایا ہے یعنی روئے زمین کے درختوں کی قلمیں اور روئے زمین کے سمندروں کی روشنائی اور ان کے ساتھ ہی ساتھ ایسے ہی اور سمندر بھی ہوں جب بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات پورے نہیں ہو سکتے اس میں شک نہیں کہ توراۃ کا علم جو جہنم سے بچانے والا ہے بڑی چیز ہے لیکن علم اللہ کے مقابلہ میں بہت تھوڑی چیز ہے، امام محمد بن اسحاق رحمہ نے ذکر کیا ہے کہ مکہ میں یہ آیت اتری کہ تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے، جب آپ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو مدینہ کے علمائے یہود آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم نے سنا ہے آپ یوں کہتے ہیں کہ تمہیں تو بہت ہی کم علم عطا فرمایا گیا ہے اس سے مراد آپ کی قوم ہے یا ہم؟ آپ نے فرمایا، تم بھی اور وہ بھی، انہوں نے کہا سنو! تم خود قرآن میں پڑھتے ہو کہ ہم کو توراۃ ملی ہے اور یہ بھی قرآن میں ہے کہ اس میں ہر چیز کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علم خدا کے مقابلہ میں یہ بھی بہت کم ہے ہاں بیشک اللہ نے تمہیں اتنا علم دے رکھا ہے کہ تم اس پر عمل کرو تو تمہیں بہت کچھ نفع ملے اور یہ آیت اتری وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ الخ حضرت ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ یہودیوں نے حضور ص سے روح کی بابت سوال کیا کہ اسے جسم کے ساتھ عذاب کیوں ہوتا ہے؟ وہ تو اللہ تعہ کی طرف سے ہے چونکہ اس بارے میں کوئی آیت وحی پر نہیں اتری تھی آپ نے ان سے کچھ نہ فرمایا اسی وقت آپ کے پاس حضرت جبرئیل ع آئے اور یہ آیت اتری۔ یہ سن کر یہودیوں نے کہا آپ کو اس کی خبر کس نے دی؟ آپ نے فرمایا جبرئیل ع خدا کی طرف سے یہ فرمان لائے، وہ کہنے لگے وہ تو ہمارا دشمن ہے اس پر آیت قُلْ مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ الخ نازل ہوئی یعنی جبرئیل کے دشمن کا دشمن خدا ہے اور ایسا شخص کافر ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں روح سے مراد جبرئیل ع ہیں، ایک قول یہ بھی ہے کہ ایک ایسا عظیم الشان فرشتہ ہے جو تمام مخلوق کے برابر ہے ایک حدیث میں ہے کہ خدا کا ایک فرشتہ ایسا بھی ہے کہ اگر اس سے ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کو ایک لقمہ بنانے کو کہا جائے تو وہ بنا لے، اس کی تسبیح یہ ہے سُبْحٰنَکَ حَیْثُ کُنْتَ خدایا تو پاک ہے جہاں بھی ہے یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے حضرت علی رضہ سے مروی ہے کہ یہ ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار منہ ہیں اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں ہیں اور ہر زبان پر ستر ہزار لغت ہیں وہ ان تمام زبانوں سے ہر بولی میں خدا کی تسبیح کرتا ہے اس کی ہر ہر تسبیح سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اور فرشتوں کے ساتھ خدا کی عبادت میں قیامت تک اڑتا رہتا ہے یہ اثر بھی عجیب و غریب ہے واللہ اعلم، سہیلی کی روایت میں تو ہے کہ اس کے ایک لاکھ سر ہیں اور ہر سر میں ایک لاکھ منہ ہیں اور ہر منہ میں ایک لاکھ زبانیں ہیں جن سے مختلف بولیوں میں وہ اللہ کی پاکی بیان کرتا رہتا ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے فرشتوں کی وہ جماعت ہے جو انسانی صورت پر ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ وہ فرشتے ہیں کہ اور فرشتوں کو تو وہ دیکھتے ہیں لیکن اور فرشتے انہیں نہیں دیکھتے پس وہ فرشتوں کے لئے ایسے ہی ہیں جیسے ہمارے لئے یہ فرشتے، پھر فرماتا ہے کہ انہیں جواب دے کہ روح امر ربی ہے یعنی اس کی شان سے ہے اس کا علم صرف اسی کو ہے تم میں سے کسی کو نہیں تمہیں جو علم ہے وہ خدا ہی کا دیا ہوا ہے پس وہ بہت ہی کم ہے، مخلوق کو صرف وہی معلوم ہے جو اس نے انہیں معلوم کرایا ہے۔ خضر ع اور موسیٰ ع کے قصہ میں آرہا ہے کہ جب یہ دونوں بزرگ کشتی میں سوار ہو رہے تھے اسوقت ایک چڑیا کشتی کے تختے پر بیٹھ کر اپنی چونچ پانی میں ڈبو کر اڑ گئی تو جناب خضر ع نے فرمایا اے موسیٰ ع میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا علم اللہ کے علم کے سامنے ایسا اور اتنا ہی ہے جتنا یہ چڑیا اس سمندر سے لے اڑی او کما قال، بقول سہیلی

بعض لوگ کہتے ہیں کہ انھیں ان کے سوال کا جواب نہیں دیا کیونکہ ان کا سوال ضد کرنے اور نہ ماننے کے طور پر تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جواب ہو گیا۔ مراد یہ ہے کہ روح شریعت خدا میں سے ہے تمھیں اس میں نہ جانا چاہیے تم جان رہے ہو کہ اس کے پہچاننے کی کوئی طبعی اور فلسفی راہ نہیں بلکہ وہ شریعت کی جہت سے ہے پس تم شریعت کو قبول کر لو لیکن ہمیں تو یہ طریقہ خطرے سے خالی نظر نہیں آتا واللہ اعلم، پھر سہیلی نے اختلاف علماء بیان کیا ہے کہ روح نفس ہی ہے یا اس کے سوا اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ روح جسم میں مثل ہوا کے جاری ہے اور نہایت لطیف چیز ہے جیسے کہ درختوں کی رگوں میں پانی چڑھتا ہے اور جو روح فرشتہ ماں کے پیٹ کے بچے میں پھونکتا ہے وہ جسم کے ساتھ ملتے ہی نفس بن جاتی ہے اور جس کی مدد سے وہ اچھی بری صفتیں اپنے اندر حاصل کر لیتی ہے یا تو ذکر اللہ کے ساتھ مطمئن ہونے والی ہو جاتی ہے یا برائیوں کا حکم کرنے والی بن جاتی ہے مثلاً پانی درخت کی حیات ہے اس لئے درخت کے ملنے کے باعث وہ ایک خاص بات اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے انگور پیدا ہوتے پھر ان کا پانی نکالا گیا، اشرب بنا لی گئی پس وہ اصلی پانی اب صورت میں آیا اب اسے اصل پانی نہیں کہا جا سکتا اسی طرح اب جسم کے اتصال کے بعد روح کو اعلیٰ روح نہیں کہا جا سکتا، اسی طرح اسے نفس بھی نہیں کہا جا سکتا یہ کہنا بھی بطور انجام کو پہچاننے کے ہے۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ روح نفس اور مادہ کی اصل ہے اور نفس اس سے اور اس کے بدن کے ساتھ اتصال سے مرکب ہے پس روح نفس ہے لیکن ایک وجہ سے نہ کہ تمام وجوہ سے، بات تو یہ دل کو لگتی ہے لیکن حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہے لوگوں نے اس بارے میں بہت کچھ کلام کیا ہے اور بڑی بڑی مستقل کتابیں اس پر لکھی ہیں، اس مضمون پر بہترین کتاب حافظ ابن منده کی کتاب الروح ہے ؞

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

اگر ہم چاہیں تو جو وحی تیری طرف ہم نے اتاری ہے سب سلب کر لیں

ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً

پھر تجھے اس کے لئے ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی بھی میسر نہ آ سکے یہ تو صرف تیرے

مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾

رب کا رحم و کرم ہے، یقین مان کہ تجھ پر اس کا بڑا ہی فضل ہے

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ

اعلان کر دے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل

يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ

لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے

وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ

گو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں، ہم نے تو اس

صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ

قرآن میں لوگوں کے سمجھنے کے لئے ہر طرح ہیر پھیر سے تمام

فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

مثالیں بیان کر دی ہیں مگر تاہم اکثر لوگ ناشکری سے باز نہیں آتے ؞

اللہ تعالیٰ اپنے زبردست احسان اور عظیم الشان نعمت کو بیان فرما رہا ہے جو اس نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر انعام کی ہے یعنی آپ پر وہ کتاب نازل فرمائی جس میں کہیں سے بھی کسی وقت باطل کی آمیزش ناممکن ہے اگر وہ چاہے تو اس وحی کو سلب بھی کر سکتا ہے ابن مسعود رضؓ فرماتے ہیں آخر زمانے میں ایک سرخ ہوا چلے گی شام کی طرف سے یہ اٹھے گی اس وقت یہ قرآن کے ورقوں میں سے اور حافظوں کے دلوں میں سے قرآن سلب ہو جائے گا، ایک حرف بھی باقی نہیں رہیگا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر اپنا فضل و کرم اور احسان بیان کر کے فرماتا ہے کہ اس قرآن کریم کی بزرگی ایک یہ بھی ہے کہ تمام مخلوق اس کے مقابلہ سے عاجز ہے کسی کے بس میں اس جیسا کلام نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ بے مثل بے نظیر بے شریک ہے اسی طرح اس کا کلام مثلیت سے نظیر سے اپنے

جیسے پاک ہے ابن اسحاق نے وارد کیا ہے کہ یہودی آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم بھی اسی جیسا کلام بنا لاتے ہیں پس یہ آیت اتری لیکن ہمیں اس کے ماننے میں تامل ہے اس لئے کہ یہ سورت مکیہ ہے اور اس کا کل بیان قریشیوں سے ہے وہی مخاطب ہیں اور یہود کے ساتھ مکے میں آپ کا اجتماع نہیں ہوا ہے مدینے میں ان سے میل ہوا واللہ اعلم۔ ہم نے اس پاک کتاب میں ہر قسم کی دلیلیں بیان فرما کر حق کو واضح کر دیا ہے اور ہر بات کو شرح و بسط سے بیان فرما دیا ہے باوجود اس کے بھی اکثر لوگ حق کی مخالفت کر رہے ہیں اور حق کو دھکے دے رہے ہیں اور خدا کی ناشکری میں لگے ہوئے ہیں ؛

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ

کہنے لگے کہ ہم تجھ پر ایمان لانیکے نہیں تا وقتیکہ تو ہمارے لئے زمین سے

الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ

کوئی چشمہ جاری نہ کر دے ۔ یا خود تیرے لیئے ہی کوئی باغ ہو کھجوروں

مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾

اور انگوروں کا اور اس کے درمیان تو بہت سی نہریں جاری کر دکھائے

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ

یا تو آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دے جیسے کہ تیرا گمان ہے یا تو خود

تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ

خدائے تعالیٰ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کر دے یا تیرے اپنے لئے

لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ

کوئی سونے کا گھر ہو جائے ۔ یا تو آسمان پر چڑھ جائے

وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا

اور ہم تو تیرے چڑھ جانیکا بھی اسوقت تک یقین نہیں کریں گے جبتک کہ تو ہم پر

نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا

کوئی کتاب نہ اتار لائے جسے ہم آپ پڑھ لیں تو جواب دے کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو

بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾

ایک انسان ہی ہوں جو رسول بنایا گیا ہوں ؛

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اور ابو سفیان بن حرب اور بنی عبدالدار قبیلے کے دو شخص اور ابو البختری بنی اسد کا اور اسود بن مطلب بن اسد اور زمعہ بن اسود اور ولید بن مغیرہ اور ابو جہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی امیہ اور امیہ بن خلف اور عاص بن وائل اور نبیہ ور منبہ سہمی حجاج کے لڑکے یہ سب یا انہیں سے کچھ سورج کے غروب ہو جانے کے بعد کعبۃ اللہ کے پیچھے جمع ہوئے اور کہنے لگے بھئی کسی کو بھیجکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلوالو اور اس سے کہہ سن کر آج فیصلہ کر لو تاکہ کوئی عذر باقی نہ رہے چنانچہ قاصد گیا اور خبر دی کہ آپ کی قوم کے اشراف لوگ جمع ہوئے ہیں اور آپ کو یاد کیا ہے چونکہ حضورؐ کو ان لوگوں کا ہر وقت خیال رہتا تھا آپ کے جی میں آئی کہ بہت ممکن ہے خدا نے انہیں صحیح سمجھ دیدی ہو اور یہ راہ راست پر آجائیں اس لئے آپ فوراً ہی تشریف لائے قریشیوں نے آپ کو دیکھتے ہی کہا کہ سنئے آج ہم آپ پر حجت پوری کر دیتے ہیں تاکہ پھر ہم پر کسی قسم کی الزام نہ آئے اسی لئے ہم نے آپ کو بلوایا ہے واللہ کسی نے اپنی قوم کو اس مصیبت میں نہیں ڈالا ہوگا جو مصیبت تم نے ہم پر کھڑی کر رکھی ہے تم ہمارے باپ دادوں کو گالیاں دیتے ہو ہمارے دین کو برا کہتے ہو ہمارے بزرگوں کو بیوقوف بتلاتے ہو ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہو تم نے ہم میں تفریق ڈالدی لڑائیاں کھڑی کر دیں واللہ آپ نے ہمیں کسی بدی کے پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، اب صاف صاف سن لیجئے اور سوچ سمجھ کر جواب دیجئے اگر آپ کا ارادہ ان تمام باتوں سے مال جمع کرنے کا ہے تو ہم موجود ہیں ہم خود آپ کو اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ کے برابر ہم میں کوئی مالدار نہ ہو، اور اگر آپ کا ارادہ اس سے یہ ہے کہ آپ ہم پر سرداری کریں تو لو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں ہم آپ کی سرداری کو تسلیم کرتے ہیں اور آپکی تابعداری منظور کرتے ہیں، اگر آپ بادشاہت کے طالب ہیں تو بخدا ہم آج آپ کی بادشاہت کا اعلان کرتے ہیں اور اگر واقعی آپ کے دماغ میں کوئی خلل ہے کوئی جن آپ کو ستا رہا ہے تو ہم موجود ہیں دل کھول کر رقمیں خرچ کر کے تمہارا علاج معالجہ

کریں گے یہاں تک کہ آپ کو شفا ہو جائے یا ہم معذور سمجھ لئے جائیں یہ سب سن کر سردارِ رسولاں شفیع پیغمبراں صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ سنو! بحمد اللہ مجھے کوئی دماغی عارضہ یا خلل آسیب نہیں نہ ہی اپنی اس رسالت کی وجہ سے مالدار بننا چاہتا ہوں نہ کسی سرداری کی طمع ہے نہ بادشاہ بننا چاہتا ہوں بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تم سب کی طرف اپنا رسولِ برحق بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں خوشخبریاں سنا دوں اور ڈرا دھمکا دوں میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچا دیئے تمہاری سچی خیر خواہی کی تم اگر قبول کر لو گے تو دونوں جہان میں نصیب دار بنجاؤ گے اور اگر نہ منظور کر دو گے تو میں صبر کرونگا یہاں تک کہ باری تعالیٰ شانہ مجھ میں اور تم میں سچا فیصلہ فرما دے (او کما قال) اب سردارانِ قوم نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ کو ہماری ان باتوں میں سے ایک بھی منظور نہیں تو اب اور سنو یہ تو خود تمہیں بھی معلوم ہے کہ ہم سے زیادہ تنگ شہر کسی اور کا نہیں ہم سے زیادہ کم مال کوئی قوم نہیں ہم سے زیادہ پیٹ پیٹ کر بہت کم روزی حاصل کرنیوالی بھی کوئی قوم نہیں تو آپ اپنے رب سے جس نے آپ کو اپنی رسالت دیکر بھیجا ہے' دعا کیجئے کہ یہ پہاڑ یہاں سے ہٹا لے تاکہ ہمارا علاقہ کشادہ ہو جائے ہمارے شہروں کو وسعت دیجئے اس میں نہریں اور چشمے اور دریا جاری ہو جائیں جیسے کہ شام اور عراق میں ہیں اور یہ بھی دعا کیجئے کہ ہمارے باپ دادا زندہ ہو جائیں اور ان میں قصی بن کلاب ضرور ہو ہم میں ایک بزرگ سچا شخص تھا ہم اس سے پوچھ لیں گے وہ آپ کی بابت جو کہدے گا ہمیں اطمینان ہو جائیگا اگر آپ نے یہ کر دیا تو ہمیں آپ کی رسالت پر ایمان آجائیگا اور ہم آپ کی دل سے تصدیق کرنے لگیں گے اور آپ کی بزرگی کے قائل ہو جائیں گے، آپ نے فرمایا میں ان چیزوں کے ساتھ نہیں بھیجا گیا نہیں یہ کوئی کام میرے بس کا نہیں میں تو خدائی باتیں تمہیں پہنچانے کے لئے آیا ہوں تم قبول کر لو دونوں جہان میں خوش رہو گے نہ قبول کرو گے تو میں صبر کروں گا اللہ کے حکم پر منتظر رہوں گا یہاں تک کہ پروردگار عالم مجھ میں اور تم میں فیصلہ فرما دے انہوں نے کہا اچھا یہ بھی نہ سہی لیجئے ہم خود آپکے لئے تجویز کرتے ہیں آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ کوئی فرشتہ آپکے پاس بھیجے جو آپ کی باتوں کی سچائی اور تصدیق کرے آپ کی طرف سے ہمیں جواب دے اور اس سے کہہ کر آپ اپنے لئے ہی باغات اور خزانے اور سونے چاندی کے محل بنوا لیجئے تاکہ خود آپکی حالت تو سنور جائے بازاروں میں چلنا پھرنا ہماری طرح تلاش معاش میں نکلنا یہ تو چھوٹ جائے یہ بھی اگر ہو جائے تو ہم مان لیں گے کہ واقعی اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی عزت ہے اور آپ واقعی خدا کے رسول ہیں اسکے جواب میں آپ نے فرمایا نہ میں یہ کروں نہ اپنے رب سے یہ طلب کروں نہ اسکے ساتھ میں بھیجا گیا مجھے تو اللہ تعالیٰ نے بشیر و نذیر بنایا ہے بس اور کچھ نہیں تم اگر مان لو تو دونوں جہان میں اپنا بھلا کرو گے اور نہ مانو نہ سہی میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا پروردگار میرے اور تمہارے درمیان کیا فیصلہ کرتا ہے انہوں نے کہا اچھا پھر ہم کہتے ہیں کہ جاؤ اپنے رب سے کہکر ہم پر آسمان گرا دو تم تو کہتے ہی ہو کہ اگر اللہ چاہے تو ایسا کر دے تو پھر ہم کہتے ہیں بس کر دو ڈھیل نہ کرو، آپ نے فرمایا یہ خدا کے اختیار کی بات ہے جو وہ چاہے کرے جو نہ چاہے نہ کرے مشرکین نے کہا سنئے کیا اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہم تیرے پاس اس وقت بیٹھیں گے اور تجھ سے یہ چیزیں طلب کریں گے اور اس قسم کے سوالات کریں گے تو چاہیئے تھا کہ وہ تجھے پہلے سے مطلع کر دیتا اور یہ بھی بتا دیتا کہ تجھے کیا جواب دینا چاہیئے اور جب ہم تیری نہ مانیں تو وہ ہمارے ساتھ کیا کریگا، سنئے ہم نے تو سنا ہے کہ آپ کو یہ سب کچھ یمامہ کا ایک شخص رحمان نامی ہے وہ سکھاتا ہے خدا کی قسم ہم تو رحمان پر ایمان لانے کے نہیں ناممکن ہے کہ ہم اسے مانیں ہم نے آپ سے سبکدوشی حاصل کر لی جو کچھ کہنا سننا تھا کہہ سن چکے اور آپ نے ہماری واجبی اور انصاف کی بات نہیں سنی اب کان کھول کر ہوشیار ہو کر سن لیجئے کہ ہم آپکو اس حالت میں آزاد نہیں رکھ سکتے اب یا تو ہم آپ کو ہلاک کر دیں گے یا آپ ہمیں تباہ کر دیں کوئی کہنے لگا ہم تو فرشتوں کو پوجتے ہیں جو خدا کی بیٹیاں ہیں کسی نے کہا جب تک تو اللہ تعالیٰ کو اور اس کے فرشتوں کو کھلم کھلا ہمارے پاس نہ لائے ہم ایمان نہ لائیں گے پھر مجلس برخاست ہوئی، عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم جو آپکی پھوپھی حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب کا لڑکا تھا آپکے ساتھ

ہو لیا اور کہنے لگا کہ یہ تو بڑی ناانصافی کی بات ہے کہ قوم نے جو کہا وہ بھی آپ نے منظور نہ کیا پھر جو طلب کیا وہ بھی آپ نے پورا نہ کیا پھر جس چیز سے آپ انھیں ڈراتے تھے وہ مانگا وہ بھی آپ نے نہ کیا۔ اب تو خدا کی قسم میں آپ پر ایمان لاؤں گا ہی نہیں جب تک آپ سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ کر کوئی کتاب نہ لائیں اور چار فرشتے اپنے ساتھ گواہ بنا کر نہ لائیں حضورؐ ان تمام باتوں سے سخت رنجیدہ ہوئے، گئے تھے آپ بڑے شوق سے کہ شاید قوم کے سردار میری کچھ مان لیں لیکن جب انکی سرکشی اور ایمان سے دوری آپ نے دیکھی تو بڑے ہی مغموم ہو کر واپس اپنے گھر لوٹ آئے صلی اللہ علیہ وسلم بات یہ ہے کہ ان کی یہ تمام باتیں بطورِ کفر و عناد اور بطورِ نیچا دکھانے اور لاجواب کرنے کی تھیں ورنہ اگر ایمان لانے کے لئے نیک نیتی سے یہ سوالات ہوتے تو بہت ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ انھیں یہ معجزہ دکھا دیتا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ اگر آپ کی چاہت ہو تو جو یہ مانگتے ہیں میں دکھا دوں لیکن یہ یاد رہے کہ اگر پھر بھی ایمان نہ لائے تو انھیں وہ عبرتناک سزائیں دوں گا جو کسی کو نہ دی ہوں اور اگر آپ چاہیں تو میں ان پر توبہ کا اور قبولیت کا اور رحمت کا دروازہ کھلا رکھوں آپ نے دوسری بات پسند فرمائی اللہ تعالیٰ اپنے نبی رحمت اور نبی توبہ پر درود و سلام بہت بہت نازل فرمائے اسی بات اور اسی حکمت کا ذکر آیت وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ الخ میں اور آیت وَقَالُوْا مَالِ ھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ الخ میں بھی ہے کہ یہ سب چیزیں ہمارے بس میں ہیں اور یہ سب ممکن ہے لیکن اسی وجہ سے کہ ان کے ظاہر ہو چکنے کے بعد ایمان نہ لانے والوں کو پھر ہم نہیں چھوڑا کرتے ہم نے ان نشانات کو روک رکھا ہے اور ان کفار کو ڈھیل دے رکھی ہے اور انکا آخری ٹھکانا جہنم بنا رکھا ہے پس انکا سوال تھا کہ ریگستان عرب میں نہریں چل پڑیں دریا ابل پڑے وغیرہ ظاہر ہے کہ انھیں سے کوئی کام بھی اس قادر و قیوم خدا پر بھاری نہیں سب کچھ اسکی قدرت تلے اور اسکے فرمان سے ہے لیکن وہ بخوبی جانتا ہے کہ یہ ازلی کافر ان معجزوں کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے جیسے فرمان ہے اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْھِمْ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَوْ جَآءَتْھُمْ کُلُّ اٰیَۃٍ حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ۝ یعنی جن پر تیرے رب کی یہ بات ثابت ہو چکی ہے انھیں باوجود تمام تر معجزات دیکھ لینے کے بھی ایمان نصیب نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ المناک عذابوں کا معائنہ نہ کر لیں وَلَوْ اَنَّنَا الخ میں فرمایا کہ اے نبی! انکی خواہش کے مطابق اگر ہم ان پر فرشتے بھی نازل فرمائیں اور مردے بھی ان سے باتیں کر لیں اور اتنا ہی نہیں بلکہ غیب کی تمام چیزیں کھلم کھلا ان کے سامنے ظاہر کر دیں تو بھی یہ کافر بغیر مشیتِ خدا ایمان لانے کے نہیں ان میں کے اکثر جہالت کے پتلے ہیں اپنے لئے دنیا طلب کرنے کے بعد انھوں نے کہا اچھا آپ ہی کے لئے باغات اور نہریں ہو جائیں پھر کہا کہ اچھا یہ بھی نہ سہی یہ تو آپ کہتے ہی ہیں کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا تو اب آج ہی ہم پر اس کے ٹکڑے گرا دیجئے۔ چنانچہ انھوں نے خود بھی اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کی کہ خدایا اگر یہ سب کچھ تیری جانب سے ہی برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا الخ ۔

شعیب علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی خواہش کی تھی جس بنا پر ان پر سائبان کے دن کا عذاب اترا لیکن چونکہ ہمارے حضرت رحمۃ للعالمین اور نبی التوبہ تھے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انھیں ہلاکت سے بچا لے ممکن ہے یہ نہیں تو ان کی اولادیں ہی ایمان قبول کر لیں توحید اختیار کر لیں اور شرک چھوڑ دیں آپ کی یہ آرزو پوری ہوئی عذاب نہ اترا خود ان میں سے بھی بہت سوں کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی یہاں تک کہ عبداللہ بن امیہ جس نے آخر میں حضرت کے ساتھ جا کر آپ کو باتیں سنائی تھیں اور ایمان نہ لانے کی قسمیں کھائی تھیں وہ بھی اسلام کے جھنڈے تلے آ گئے رضی اللہ عنہ۔ زُخْرُفٍ سے مراد سونا ہے بلکہ ابن مسعود کی قرأت میں لفظ مِنْ ذَھَبٍ ہے کفار کا اور مطالبہ یہ تھا کہ تیرے لئے سونے کا گھر ہو جائے یا ہمارے دیکھتے ہوئے تو سیڑھی لگا کر آسمان پر پہنچ جائے اور وہاں سے کوئی کتاب لائے جو ہر ایک کے نام کی الگ الگ ہو راتوں رات ان کے سرہانے دھرے پہنچ جائیں ان پر ان کے نام لکھے ہوئے ہوں اس کی

جواب میں حکم ہوا کہ ان سے کہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے آگے کسی کی کچھ نہیں چلتی وہ اپنی سلطنت کا اور مملکت کا تنہا مالک ہے جو چاہے کرے جو نہ چاہے نہ کرے تمہاری منہ مانگی چیز ظاہر کرے نہ کرے یہ اس کے اختیار کی بات ہے میں تو صرف پیغام خدا پہنچانے والا رسول ہوں میں نے اپنا فرض ادا کر دیا احکام خدا تمہیں پہنچا دئے اب جو تم نے مانگا وہ اللہ کے بس کی بات ہے نہ کہ میرے بس کی مسند احمد میں ہے حضور فرماتے ہیں بطحا مکہ کی بابت مجھ سے فرمایا گیا کہ اگر تم چاہو تو میں اسے سونے کا بنا دوں؟ میں نے گذارش کی کہ نہیں خدایا میری تو یہ چاہت ہے کہ ایک روز پیٹ بھرا ہوں اور دوسرے روز بھوکا رہوں جب کہ میں تیری طرف جھکوں تضرع اور زاری کروں اور بکثرت تیری یاد کروں بھرے پیٹ ہو جاؤں تو تیری حمد کروں تیرا شکر بجا لاؤں، ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ

لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف

الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا

یہی چیز رہی کہ انھوں نے کہا کہ کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول

رَّسُوْلًا ﴿٩٤﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰۗىِٕكَةٌ

بنا کر بھیجا؟ تو جواب دے کہ اگر زمین پر فرشتے چلتے پھرتے اور

يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ

رہتے بستے ہوتے تو ہم بھی ان کے پاس کسی آسمانی

السَّمَاۗءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿٩٥﴾

فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔

اکثر لوگ ایمان سے اور رسولوں کی تابعداری سے اسی بنا پر رک گئے کہ انھیں یہ سمجھ ہی نہ آیا کہ کوئی انسان بھی رسول اللہ صلعم بن سکتا ہے وہ اس پر سخت متعجب ہوئے اور آخر انکار کر بیٹھے اور صاف کہہ گئے کہ کیا ایک انسان ہماری رہبری کرے گا؟ فرعون اور اس کی قوم نے بھی یہی کہا تھا کہ ہم اپنے جیسے دو انسانوں پر ایمان کیسے لائیں؟ خصوصاً اس صورت میں کہ ان کی ساری قوم ہماری ماتحتی میں ہے یہی اور امتوں نے اپنے زمانے کے نبیوں سے کہا تھا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو سوا اس کے کچھ نہیں کہ تم ہمیں اپنے بڑوں کے خداؤں سے بہکا رہے ہو، اچھا لاؤ کوئی زبردست غلبہ پیش کرو، اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم کو اور انسانوں میں سے رسولوں کی بھیجنے کی وجہ کو بیان فرماتا ہے اور اس حکمت کو ظاہر فرماتا ہے کہ اگر فرشتے رسالت کا کام انجام دیتے تو نہ ان کے پاس تم بیٹھ اٹھ سکتے نہ ان کی باتیں پوری طرح سوچ سمجھ سکتے انسانی رسول چونکہ تمہارے ہی ہم جنس ہوتے ہیں تم ان سے خلا ملا رکھ سکتے ہو ان کی عادات اور اطوار دیکھ سکتے ہو اور مل جل کر ان سے اپنی زبان میں تعلیم حاصل کر سکتے ہو ان کا عمل دیکھ کر خود سیکھ سکتے ہو، جیسے فرمان ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ الخ اور آیت میں ہے لَقَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ الخ اور آیت میں ہے كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ الخ مطلب سب کا یہی ہے کہ یہ تو اللہ کا زبردست احسان ہے کہ اس نے تم میں سے ہی اپنے رسول بھیجے کہ وہ آیات خدا تمہیں پڑھ کر سنائیں تمہاری پاکیزگی کریں اور تمہیں کتاب و حکمت سکھائیں اور جن چیزوں سے تم بے علم تھے وہ تمہیں عالم بنا دیں پس تمہیں میری یاد کی کثرت کرنی چاہئے تاکہ میں بھی تمہیں یاد کروں تمہیں میری شکر گذاری کرنی چاہئے اور ناشکری سے بچنا چاہئے۔

یہاں فرماتا ہے کہ اگر زمین کی آبادی فرشتوں کی ہوتی تو بے شک ہم کسی آسمانی فرشتے کو ان میں رسول بنا کر بھیجتے چونکہ تم خود انسان ہو، ہم نے اسی مصلحت سے انسانوں میں سے ہی اپنے رسول بنا کر تم میں بھیجے۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ

کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کا گواہ ہونا کافی ہے وہ اپنے

كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿٩٦﴾

بندوں سے خوب آگاہ اور بخوبی دیکھنے والا ہے۔

اپنی سچائی پر میں اور گواہ کیوں ڈھونڈوں؟ خدا کی گواہی کافی ہے میں اس کی پاک ذات پر تہمت باندھتا ہوں، تو وہ آپ مجھ سے انتقام لیگا چنانچہ قرآن کی سورۃ الحاقہ میں بیان ہے کہ اگر یہ پیغمبر زبردستی کوئی بات ہمارے سر چپیک دیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ تھام کر اس کی گردن اڑا دیتے اور ہمیں اس سے کوئی نہ روک سکتا، پھر فرمایا کسی بندے کا حال اللہ سے مخفی نہیں وہ انعام و احسان ہدایت و لطف کے قابل لوگوں کو اور گمراہی اور بدبختی کے قابل لوگوں کو بخوبی جانتا ہے ؛

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ

خدا جس کی رہنمائی کر دے وہ تو راہ یاب ہے اور جسے وہ راہ سے کھو دے

فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ

ناممکن ہے کہ تو اسکا رفیق اسکے سوا کسی اور کو پائے ایسے لوگوں کا ہم روز قیامت

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا

اوندھے منہ حشر کریں گے دراں حالیکہ وہ اندھے گونگے اور

وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ

بہرے ہونگے ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ جب کبھی وہ ہلکی ہونے لگی ہم

زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿٩٧﴾

ان پر اسے بھڑکا دیں گے ؛

اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ تمام مخلوق میں تصرف صرف اسی کا ہے اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا، اس کے راہ دکھائے ہوئے کو کوئی بھٹکا نہیں سکتا نہ اس کے بھٹکائے ہوئے کی کوئی دستگیری کر سکتا ہے اس کا ولی اور مرشد کوئی نہیں بن سکتا ہم انہیں اوندھے منہ میدان قیامت میں محشر کے مجمع میں لائیں گے حضور سے سوال ہوا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا جس نے پیروں پر چلایا ہے وہ سر کے بل بھی چلا سکتا ہے یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے مسند میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے بنی غفار کے قبیلے کے لوگو! اور قسمیں نہ کھاؤ، صادق مصدوق پیغمبر نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے کہ لوگ تین قسم کے بنا کر حشر میں لائے جائینگے ایک فوج تو کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے والی، ایک چلنے والی دوڑنے والی، ایک وہ جنہیں فرشتے اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم کے سامنے جمع کر دیں گے لوگوں نے کہا دو قسمیں تو سمجھ میں آگئیں لیکن یہ چلنے اور دوڑنے والے سمجھ میں نہیں آئے، آپ نے فرمایا سواریوں پر آفت آجائیگی یہاں تک کہ ایک انسان اپنا ہرا بھرا باغ دے کر پالان والی اونٹنی خریدنا چاہے گا لیکن نہ مل سکے گی یہ اس وقت اندھے بہرے بے زبان ہونگے کچھ بھی نہ سن سکیں گے، غرض مختلف حال ہونگے اور گناہوں کی شامت میں گناہوں کے مطابق گرفتار کئے جائینگے دنیا میں حق سے بہرے اور اندھے اور گونگے بنے رہے آج سخت احتیاج والے دن سچ مچ کے اندھے بہرے گونگے بنا دیئے گئے ان کا اصلی ٹھکانہ ہر پھر کر آنے اور رہنے سہنے بسنے ٹھہرنے کی جگہ جہنم قرار دی گئی، وہاں کی آگ جہاں مدھم پڑنے کو آئی اور بھڑکا دی گئی سخت تیز کر دی گئی جیسے فرمایا فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا یعنی اب سزا برداشت کرو سوائے عذاب کے کوئی چیز تمہیں زیادہ نہ کی جائے گی ؛

ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا

یہ سب ہماری آیتوں کو کفر کرنے اور اس کہنے کا بدلہ ہے کیا جب ہم

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا

ہڈیاں اور ریزے ریزے ہو جائیں گے پھر ہم نئی پیدائش میں اٹھا کھڑے کئے

جَدِيْدًا ﴿٩٨﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ

جائیں گے۔ کیا انھوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ جس اللہ نے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓي اَنْ

نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے وہ ان جیسوں کی پیدائش پر بخوبی قادر

يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ

ہے اسی نے ان کیلئے ایک ایسا وقت مقرر کر رکھا ہے جو شک شبہ سے یکسر خالی ہے

فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٩٩﴾

لیکن نا انصاف لوگ انکار کئے بغیر رہتے ہی نہیں ؛

فرمان ہے اوپر جن منکروں کی جنہیں سزا کا ذکر ہوا ہے وہ اسی کے

قابل تھے وہ ہماری دلیلوں کو غلط جانتے تھے اور قیامت کے قائل ہی نہ تھے اور صاف کہتے تھے کہ بوسیدہ ہڈیاں ہو جانیکے بعد مٹی کے ریزوں سے مل جانے کے بعد ہلاک اور برباد ہو چکنے کے بعد کا دوبارہ جی اٹھنا تو عقل کے باہر ہے پس ان کے جواب میں قرآن نے اس کی ایک دلیل یہ پیش کی کہ اس زبردست قدرت کے مالک نے زمین و آسمان کو بغیر کسی چیز کے اول بار بلا نمونہ پیدا کئے ہیں جس کی قدرت ان بلند و بالا وسیع اور سخت مخلوق کی ابتدائی پیدائش سے عاجز نہیں کیا وہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہو جائیگا؟ آسمان زمین کی پیدائش تو تمہاری پیدائش سے بہت بڑی ہے وہ اسکے پیدا کرنے میں نہیں تھکا کیا وہ مُردوں کو زندہ کرنے سے بے قدرت ہو جائیگا؟ کیا آسمان و زمین کا خالق انسانوں جیسا اور پیدا نہیں کر سکتا؟ بیشک کر سکتا ہے اسکا وصف ہے کہ وہ خلاق ہے وہ علیم ہے وہ قدرتوں والا ہے جس چیز کی نسبت فرما دے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتی ہے اس کا حکم ہی چیز کے وجود کے لئے کافی وافی ہے وہ انھیں قیامت کے دن دوبارہ کی نئی پیدائش میں ضرور اور قطعاً پیدا کرے گا اس نے ان کے اعادہ کی ان کے قبروں سے نکل کھڑے ہونے کی مدت مقرر کر رکھی ہے اسوقت یہ سب کچھ ہو کر رہیگا، یہاں کی قدرے تاخیر صرف اس وقت کو پورا کرنے کیلئے ہے، افسوس کسقدر واضح دلائل کے بعد بھی لوگ کفر و ضلالت کو نہیں چھوڑتے ۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ
کہدے کہ اگر بالفرض تم میرے رب کی رحمتوں کے خزانے کے مالک بنجاؤ
رَبِّيْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ
تو تم اس وقت بھی اس کے خرچ ہو جانے کے خوف سے اس میں بخیلی کرو
وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا (۱۰۰) ع ۷
انسان ہے ہی تنگ دل ۔

انسانی طبیعت کا خاصہ بیان ہو رہا ہے کہ رحمت خدا جیسی نہ کم ہونیوالی چیز پر بھی اگر یہ قابض ہو جائے تو وہاں بھی اپنی بخیلی اور تنگ دلی نہ چھوڑے جیسے اور آیت میں ہے کہ اگر ملک کے کسی حصے کے یہ مالک ہو جائیں تو کسی کو ایک کوڑی بھی نہ پرکھائیں پس یہ انسانی طبیعت ہے ہاں جو خدا کی طرف سے ہدایت کئے جائیں اور توفیق خیر دیئے جائیں وہ اس بد خصلت سے نفرت کرتے ہیں وہ سخی اور دوسروں کا بھلا کرنے والے ہوتے ہیں انسان بڑا ہی جلد باز ہے تکلیف کے وقت لڑکھڑا جاتا ہے اور راحت کے وقت پھول جاتا ہے اور دوسروں سے روکنے لگتا ہے۔ ہاں نمازی لوگ اس سے بری ہیں الخ ایسی آیتیں قرآن میں اور بھی بہت سی ہیں، اس سے خدا کے فضل و کرم اس کی بخشش و رحم کا پتہ بھی چلتا ہے، صحیحین کی حدیث میں ہے کہ خدا کے ہاتھ پر ہیں دن رات کا خرچ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا ابتداء سے اب تک کے خرچ نے بھی اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں کی ۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ
ہم نے موسیٰ کو نو معجزے بالکل صاف صاف عطا فرمائے تو آپ خود بنی اسرائیل
بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ
سے پوچھ لے کہ جب کہ وہ ان کے پاس پہنچا تو فرعون بولا کہ
اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا (۱۰۱) قَالَ
اے موسیٰ میرے خیال میں تو تجھ پر جادو کر دیا گیا ہے۔ موسیٰ نے جواب دیا کہ
لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ
یہ تو تجھے علم ہو چکا ہے کہ آسمان و زمین کے پروردگار ہی نے یہ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَ
معجزے دکھانے سمجھانے کو نازل فرمائے ہیں، اے فرعون میں تو سمجھ رہا
ظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا (۱۰۲) فَاَرَادَ اَنْ
ہوں کہ تو یقیناً برباد و ہلاک کیا گیا ہے۔ آخر فرعون نے پختہ ارادہ
يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ
کرلیا کہ انھیں اس زمین ہی سے اکھاڑ دے تو ہم نے خود اسے اور
مَّعَهٗ جَمِيْعًا (۱۰۳) وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْۤ
اس کے تمام ساتھیوں کو غرق کر دیا۔ اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے

إِسْرَآءِيلَ اسْكُنُوا الْأَرْضَ فَإِذَا جَآءَ

فرما دیا کہ اس سرزمین پر تم رہو سہو ہاں جب آخرت

وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا ﴿۱۰۴﴾

کا وعدہ آئے گا ہم تم سب کو سمیٹ اور لپیٹ کر لے آئیں گے ⁂

حضرت موسیٰؑ کو نو ایسے معجزے ملے جو آپکی نبوت کی صداقت اور نبوت پر کھلی دلیل تھی، لکڑی، ہاتھ، قحط سالی، دریا، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون یہ تھیں تفصیل وار آیتیں، محمد بن کعب کا قول ہے کہ یہ معجزے ہیں ہاتھ کا چمکیلا بن جانا، لکڑی کا سانپ ہو جانا اور پانچ وہ جن کا بیان سورۂ اعراف میں ہے اور مالوں کا مٹ جانا، اور پتھر، ابن عباسؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ یہ معجزے آپکا ہاتھ، آپ کی لکڑی، قحط سالیاں، پھلوں کی کمی، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون ہیں یہ قول زیادہ ظاہر بہت صاف بہتر اور قوی ہے، حسن بصریؒ نے ان میں سے قحط سالی اور پھلوں کی کمی کو ایک گن کر نواں معجزہ آپ کی لکڑی کا جادوگروں کے سانپوں کو کھا جانا بیان کیا ہے لیکن ان تمام معجزوں کے باوجود فرعونیوں نے تکبر کیا اور اپنی گنہگاری پر اڑے رہے باوجودیکہ دل یقین لا چکا تھا مگر ظلم و زیادتی کر کے کفر و انکار پر جم گئے، اگلی آیتوں سے ان آیتوں کا ربط یہ ہے کہ جیسے آپ کی قوم آپ سے معجزے طلب کرتی ہے ایسے ہی فرعونیوں نے بھی حضرت موسیٰؑ سے معجزے طلب کئے جو ظاہر ہوئے لیکن انھیں ایمان نصیب نہ ہوا آخرش ہلاک کر دیئے گئے، اسی طرح اگر آپ کی قوم بھی معجزوں کے آجانے کے بعد کافر رہی تو پھر مہلت نہ ملے گی اور معاً تباہ و برباد کر دی جائیگی، خود فرعون نے معجزے دیکھنے کے بعد حضرت موسیٰؑ کو جادوگر کہہ کر اپنا پیچھا چھڑا لیا پس یہاں جن نو نشانیوں کا بیان ہے یہ وہی ہیں اور ان ہی کا بیان وَأَلْقِ عَصَاكَ سے قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝ تک میں ہے ان آیتوں میں لکڑی کا اور ہاتھ کا ذکر موجود ہے اور باقی آیتوں کا بیان سورۂ اعراف میں ہے ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزے دیئے تھے مثلاً آپ کی لکڑی کے لگنے سے ایک پتھر میں سے بارہ چشموں کا ظاہر ہو جانا یا بادل کا سایہ کرنا، منّ و سلویٰ کا اترنا وغیرہ وغیرہ یہ سب نعمتیں بنی اسرائیل کو مصر کے شہر چھوڑنے کے بعد ملیں ہیں ان معجزوں کو یہاں اس لئے بیان نہیں فرمایا کہ وہ فرعونیوں نے نہیں دیکھے تھے یہاں صرف ان نو معجزوں کا ذکر جو فرعونیوں نے دیکھے تھے اور انھیں جھٹلایا تھا ⁂

مسند احمد میں ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا چل تو ذرا ان نبی سے ان کے قرآن کی اس آیت کے بارے میں پوچھیں کہ حضرت موسیٰؑ کو وہ نو آیات کیا ملی تھیں؟ دوسرے نے کہا، نبی نہ کہہ سن لیگا تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی اب دونوں نے حضور صلعم سے سوال کیا، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو، جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ، بے گناہ لوگوں کو پکڑ کر بادشاہ کے دربار میں نہ لیجاؤ کہ اسے قتل کرا دو، اور پاکدامن عورتوں پر بہتان نہ باندھو یا فرمایا جہاد سے نہ بھاگو اور اے یہودیو تم پر خاصۃً یہ حکم بھی تھا کہ ہفتے کے دن زیادتی نہ کرو، اب تو وہ بے ساختہ آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور کہنے لگے کہ ہماری گواہی ہے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں، آپ نے فرمایا پھر تم میری تابعداری کیوں نہیں کرتے؟ کہنے لگے حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ میری نسل میں نبی ضرور ہیں اور ہمیں خوف ہے کہ آپ کی تابعداری کے بعد یہود ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے، امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں لیکن ہے ذرا مشکل کام اس لئے کہ اس کے راوی عبداللہ بن سلمہ کے حافظے میں قدرے قصور ہے اور ان پر جرح بھی ہے ممکن ہے نو کلمات کا شبہہ نو آیات سے انھیں ہو گیا ہو اس لئے کہ یہ توراۃ کے احکام ہیں فرعون پر حجت قائم کرنے والی یہ چیزیں نہیں ہیں واللہ اعلم، اس لئے فرعون سے حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ فرعون یہ تو تجھے بھی معلوم ہے کہ یہ سب معجزے سچے ہیں اور ان میں سے ایک ایک میری سچائی کی جیتی جاگتی دلیل ہے میرا خیال ہے کہ تو ہلاک ہوا چاہتا ہے خدا کی لعنت تجھ پر

اترنی چاہتی ہے تو مغلوب ہوگا اور تباہی کو پہنچے گا مَثْبُوْرٌ کے معنی ہلاک ہونے کے اس شعر میں بھی ہیں ؎

اِذْ اُجَارِی الشَّیْطٰنَ فِیْ سَنَنِ الْغَیِّ
وَمَنْ مَّالَ مَیْلَہٗ مَثْبُوْرٗ

یعنی شیطان کے دوست ہلاک شدہ ہیں عَلِمْتَ کی دوسری قرآت عَلِمْتُ تے کے زبر کے بدلے تے کے پیش سے بھی ہے لیکن جمہور کی قرآت تے کے زبر سے ہی ہے اور اسی کے معنی کو وضاحت سے اس آیت میں بیان فرمایا ہے وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ یعنی جب ان کے پاس ہماری ظاہری اور بصیرت افروز نشانیاں پہنچ چکیں تو وہ بولے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے یہ کہہ کر منکر بن بیٹھے حالانکہ ان کے دلوں میں یقین آجاتا تھا لیکن صرف ظلم و زیادتی کی راہ سے نہ مانا الخ الغرض یہ صاف بات ہے کہ جن نو نشانیوں کا ذکر ہوا ہے یہ عصا، ہاتھ، قحط سالی، پھلوں کی کم پیداوار، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور دم خون تھیں جو فرعون اور اس کی قوم کے لئے خدا کی طرف سے دلیل و برہان تھا اور آپ کے معجزے تھے جو آپ کی سچائی اور خدا کے وجود پر دلائل تھے ان نو نشانیوں سے مراد وہ احکام نہیں جو اوپر کی حدیث میں بیان ہوئے کیونکہ وہ فرعون اور فرعونیوں پر حجت نہ تھے بلکہ ان پر حجت ہونے اور ان احکام کے بیان ہونیکے درمیان کوئی مناسبت ہی نہیں یہ وہم صرف عبداللہ بن سلمہ راوی حدیث کی وجہ سے لوگوں کو پیدا ہوا ہے اس کی بعض باتیں واقعی قابل انکار ہیں واللہ اعلم بہت ممکن ہے کہ ان دونوں یہودیوں نے دس کلمات کا سوال کیا ہو اور راوی کو نو آیتوں کا وہم رہ گیا ہو فرعون نے ارادہ کیا کہ انھیں جلاوطن کردیا جائے پس ہم نے خود اسے مچھلیوں کا لقمہ بنایا اور اس کے تمام ساتھیوں کو بھی، اسکے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمادیا کہ اب زمین تمہاری ہے رہو سہو کھاؤ پیو، اس آیت میں حضور کو بھی زبردست بشارت ہے کہ مکہ آپکے ہاتھوں فتح ہوگا حالانکہ سورت مکیہ ہے ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے واقع میں ہوا بھی اسی طرح کہ اہل مکہ نے آپکو مکہ شریف سے نکالدینا چاہا جیسے قرآن کی آیت وَاِنْ کَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَکَ الخ میں بیان فرمایا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو غالب کیا اور مکے کا مالک بنا دیا اور فاتحانہ حیثیت سے آپ مکے میں آگئے اور یہاں اپنا قبضہ کیا اور پھر اپنے علم و کرم سے کام لیکر مکے کے مجرموں کو اور اپنے جانی دشمنوں کو عام طور پر معافی عطا فرمائی، صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بنی اسرائیل جیسی ضعیف قوم کو زمین کی مشرق اور مغرب کا وارث بنا دیا تھا اور فرعون جیسے سخت اور متکبر بادشاہ کے مال، زمین، پھل کھیتی اور خزانوں کا مالک کردیا، جیسے آیت وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ میں بیان ہوا ہے، یہاں بھی فرماتا ہے کہ فرعون کی ہلاکت کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اب تم یہاں رہو سہو قیامت کے وعدے کے دن تم اور تمہارے دشمن سب ہمارے سامنے اکٹھے لائے جاؤ گے ہم تم سب کو جمع کر کے لائیں گے ⁂

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ
ہم نے اس قرآن کو راستی سے اتارا اور یہ بھی راستی سے اترا۔ ہم نے
اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا (۱۰۵)
تجھے صرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانیوالا بنا کر بھیجا ہے
وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ
قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کرکے اس لئے اتارا ہے کہ تو اسے بہ مہلت
عَلٰی مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (۱۰۶)
لوگوں کو سنائے اور ہم نے خود بھی اسے بتدریج نازل فرمایا ہے ⁂

ارشاد ہے کہ قرآن حق کے ساتھ نازل ہوا یہ سراسر حق ہی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ نازل فرمایا ہے اس کی حقانیت پر وہ خود شاہد ہے اور فرشتے بھی گواہ ہیں اس میں وہی ہے جو اس نے آپ اپنی دانست کے ساتھ اتارا ہے اس کے تمام حکم احکام اور نہی و ممانعت اسی کی طرف سے ہے حق والے نے حق کے ساتھ اتارا اور یہ حق کے ساتھ ہی تجھ تک پہنچا نہ راستے میں کوئی باطل ملا نہ باطل کی یہ شان کہ اس سے مخلوط ہو سکے، یہ بالکل محفوظ ہے کمی زیادتی سے یکسر پاک

پوری طاقت والے امانت دار فرشتے کی معرفت نازل ہوا ہے جو آسمان میں ذی عزت اور وہاں سردار ہے، تیرا کام مومنوں کو خوشی سنانا اور کافروں کو ڈرانا ہے اس قرآن کو ہم نے لوح محفوظ کے بیت العزۃ پر نازل فرمایا جو آسمان اول میں ہے وہاں سے تھوڑا تھوڑا متفرق کر کے واقعات کے مطابق تئیس برس میں دنیا پر نازل ہوا، اس کی دوسری قرأت فَرَّقْنٰهُ ہے یعنی ایک ایک آیت کر کے تفسیر اور تفصیل اور تبیین کے ساتھ اتارا ہے کہ تو اسے لوگوں کو بہ سہولت پہنچا دے اور آہستہ آہستہ انھیں سنا دے ہم نے اُسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ہے ؛

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ

کہدے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ جنہیں

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى

اس سے پہلے علم دیا گیا ہے ان کے پاس تو جب بھی اس

عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ (۱۰۷)

کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں

وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ

اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے ہمارے رب کا وعدہ بلاشک و شبہ

رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا (۱۰۸) وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ

پورا ہو کر رہنے والا ہی ہے وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے سجدہ میں

يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا (۱۰۹)

گر پڑتے ہیں اور یہ قرآن انکی عاجزی اور خشوع اور خضوع اور بڑھا دیتا ہے

فرمان ہے کہ تمھارے ایمان پر صداقت قرآن موقوف نہیں تم مانو یا نہ مانو قرآن فی نفسہ کلام اللہ اور بیشک برحق ہے اسکا ذکر تو ہمیشہ سے قدیم کتابوں میں چلا آ رہا ہے جو اہل کتاب صالح اور عامل کتاب اللہ ہیں جنھوں نے انکی کتابوں میں کوئی تحریف تبدیلی نہیں کی وہ تو اس کتاب کو سنتے ہی بے چین ہو کر شکریہ کا سجدہ کرتے ہیں کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہماری موجودگی میں اس رسول کو بھیجا اور اس کلام کو نازل فرمایا ؛

اپنے رب کی قدرت کاملہ پر اس کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں، جانتے تھے کہ خدا کا وعدہ سچا ہے غلط نہیں، آج اس کو پورا ہوتا دیکھ کر خوش ہوگئے ہیں اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس کے وعدے کی سچائی کا اقرار کرتے ہیں خشوع و خضوع فروتنی اور عاجزی کے ساتھ روتے گڑگڑاتے اللہ کے سامنے اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں ایمان و تصدیق اور کلام خدا اور رسول خدا کی وجہ سے وہ ایمان و اسلام میں ہدایت و تقویٰ میں ڈر اور خوف میں اور بڑھ جاتے ہیں، یہ عطف صفت کا صفت پر ہے ذات کا ذات پر نہیں ؛ ؛

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا

کہدے کہ خواہ تم کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر، جس نام سے بھی

تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا

پکارو تمام اچھے نام اسی کے ہیں نہ تو اپنی نماز بہت

تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ

بلند آواز سے پڑھ اور نہ بالکل پوشیدہ بلکہ اس کے درمیان کا

بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا (۱۱۰) وَقُلِ الْحَمْدُ

راستہ تلاش کر لے۔ اور یہ کہتا رہ کہ تمام تعریفیں

لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ

اللہ ہی کے لئے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اپنی بادشاہت میں کسی کو

شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ

شریک و ساجھی رکھتا ہے نہ وہ ایسا حقیر کہ اس کا کوئی حمایتی ہو

مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا (۱۱۱) ع ۱۲ ۱۱ ۱۲

اور تمام قسم کی بلندی اور بڑائی بیان کرتا رہ،

کفار خدا کی رحمت کی صفت سے منکر تھے اسکا نام رحمٰن نہیں سمجھتے تھے تو جناب باری اپنے نفس کیلئے اس نام کو ثابت کرتا ہے اور

فرماتا ہے کہ یہی نہیں کہ خدا کا نام اللہ ہو رحمٰن ہو اور بس ان کے سوا بھی بہت سے بہترین اور احسن نام اس کے ہیں جس پاک نام سے چاہو اس سے دعائیں کرو۔ سورۃ حشر کے آخر میں بھی اس کے بہت سے نام اس نے بیان فرمائے ہیں، ایک مشرک نے حضورؐ سے سجدے کی حالت میں یا رحمٰن یا رحیم سن کر کہا کہ لیجئے یہ موحد ہیں دو خداؤں کو پکارتے ہیں، اس پر یہ آیت اتری، پھر فرماتا ہے اپنی نماز کو بہت اونچی آواز سے نہ پڑھو، اس آیت کے نزول کیوقت حضورؐ مکہ میں پوشیدہ تھے، جب صحابہ کو نماز پڑھاتے اور بلند آواز سے اس میں قرآت پڑھتے تو مشرکین قرآن، کو خدا کو، رسول کو گالیاں دیتے اس لئے حکم ہوا کہ اس قدر بلند آواز سے پڑھنے کی ضرورت نہیں کہ مشرکین سنیں اور گالیاں بکیں، ہاں ایسا آہستہ بھی نہ پڑھنا کہ آپ کے ساتھی بھی نہ سن سکیں بلکہ درمیانہ آواز سے قرآت کیا کرو۔ پھر جب آپ ہجرت کر کے مدینے پہنچے تو یہ تکلیف جاتی رہی، اب جس طرح چاہیں پڑھیں مشرکین جہاں قرآن کی تلاوت شروع ہوتی کہ بھاگ کھڑے ہوتے اگر کوئی سننا چاہتا تو ان کے خوف کی وجہ سے چھپ چھپا کر، بچ بچا کر کچھ سن لیتا۔ لیکن جہاں مشرکوں کو معلوم ہوا کہ انھوں نے اسے سخت ایذا دی شروع کی۔ اب اگر بہت بلند آواز کریں تو ان کی چڑ اور ان کی گالیوں کا خیال اور اگر بہت پست کرلیں تو وہ چھپے لگے، کان لگائے بیٹھے ہیں وہ محروم اسلئے درمیانہ آواز سے قرآت کرنے کا حکم ہوا۔ الغرض نماز کی قرآت کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی نماز میں پست آواز سے قرآت پڑھتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ باواز بلند قرآت پڑھا کرتے تھے پس حضرت الصدیق رضؓ سے پوچھا گیا کہ آپ آہستہ کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اپنے رب سے سرگوشی ہے وہ میری حاجات کا علم رکھتا ہے تو فرمایا گیا کہ یہ بہت اچھا ہے حضرت عمر رضؓ سے پوچھا گیا کہ آپ بلند آواز سے کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا شیطان کو بھگاتا ہوں اور سوتوں کو جگاتا ہوں تو آپ سے بھی فرمایا گیا بہت اچھا ہے لیکن جب یہ آیت اتری تو حضرت ابوبکر رضؓ سے قدرے بلند آواز کرنیکو اور حضرت عمر فاروق رضؓ سے قدرے پست آواز کرنیکو فرمایا گیا، ابن عباسؓ فرماتے ہیں آیت دعا کے بارے میں نازل ہوتی ہے اسی طرح ثوری رحؒ اور مالکؒ، ہشام عروہ سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہی قول حضرت مجاہد حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت ابو عیاض حضرت مکحول حضرت عروہ بن زبیر رحمہم اللہ کا بھی ہے مروی ہے کہ بنو تمیم قبیلے کا ایک اعرابی جب بھی حضورؐ نماز سے سلام پھیرتے یہ دعا کرتا کہ خدایا مجھے اونٹ عطا فرما، مجھے اولاد دے پس یہ آیت اتری، ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت تشہد کے بارے میں نازل ہوتی ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ نہ تو ریاکاری کرو نہ عمل چھوڑو، یہ بھی نہ کرو کہ علانیہ تو عمدہ کر کے پڑھو اور خفیہ برا کر کے پڑھو اہل کتاب پوشیدہ پڑھتے اور اسی درمیان کوئی فقرہ بہت بلند آواز سے چیخ کر زبان سے نکالدیتے اس پر سب ساتھی شور کر دیتے تو ان کی موافقت سے ممانعت ہوتی اور جس طرح اور لوگ پوشیدگی کرتے تھے اس سے بھی روکا گیا پھر اس کے درمیان کا راستہ حضرت جبرئیلؑ نے بتلایا جو حضورؐ نے مسنون فرمایا ہے:۔

اللہ کی حمد کرو جس میں تمام تر کمالات اور پاکیزگی کی صفتیں ہیں جسکے تمام تر بہترین نام ہیں جو تمام تر نقصانات سے پاک ہے اس کی اولاد نہیں، اس کا شریک نہیں، وہ واحد ہے احد ہے صمد ہے نہ اسکے ماں باپ نہ اولاد نہ اس کی جنس کا کوئی اور نہ وہ ایسا حقیر کہ کسی کی حمایت کا محتاج ہو یا رہبر و مشیر کی اُسے حاجت ہو بلکہ تمام چیزوں کا خالق مالک صرف وہی ہے سب کا مدبر مقتدر وہی ہے اسی کی مشیت تمام مخلوق میں چلتی ہے وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے نہ اس نے کسی سے بھائی بندی کی ہے نہ وہ کسی کی مدد کا طالب ہے تو ہر وقت اس کی عظمت و جلالت، کبریائی، بڑائی و بزرگی بیان کرتا رہ اور مشرکین جو تہمتیں اس پر باندھتے ہیں تو ان سے اسکی

ذات کی بزرگی بڑائی اور پاکیزگی بیان کرتا رہ، یہود و نصاریٰ تو کہتے تھے کہ خدا کی اولاد ہے مشرکین کہتے تھے لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَ لَکَ تَمْلِکُہٗ وَمَا مَلَکَ یعنی ہم حاضر باش غلام ہیں، خدایا تیرا کوئی شریک نہیں لیکن وہ جو تیری ملکیت میں ہیں تو ہی انکا اور انکی ملکیت کا مالک ہے، صابی اور مجوسی کہتے تھے کہ اگر اولیا اللہ نہ ہوں تو خدا سارے انتظام آپ نہیں کر سکتا اسپر یہ آیت اتری اور ان باطل پرستوں کی تردید کر دی گئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے تمام چھوٹے بڑے لوگوں کو یہ آیت سکھایا کرتے تھے آپ نے اس آیت کا نام آیت العز یعنی عزت والی آیت رکھا ہے بعض آثار میں ہے کہ جس گھر میں رات کو یہ آیت پڑھی جائے اس گھر میں کوئی آفت یا چوری نہیں ہو سکتی واللہ اعلم

حضرت ابو ہریرہ رضؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ص کے ساتھ نکلا میرا ہاتھ آپکے ہاتھ میں تھا یا آپکا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا راہ چلتے ایک شخص کو آپ نے دیکھا نہایت ردی حالت میں ہے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے اسنے کہا حضور ص بیماریوں اور نقصانات نے میری یہ درگت کر رکھی ہے آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں کچھ وظیفہ بتا دوں؟ کہ یہ دکھ بیماری سب کچھ جاتی رہے؟ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ ص ضرور بتلائیے احد اور بدر میں آپ کے ساتھ نہ جانے کا افسوس میرا جاتا رہیگا۔ اس پر آپ ہنس پڑے اور فرمایا تو بدری اور احدی صحابہ کے مرتبے کو کہاں سے پا سکتا ہے تو انکے مقابلے میں محض خالی ہاتھ اور بے سرمایہ ہے حضرت ابو ہریرہ رض نے کہا یا رسول اللہ ص انہیں جانے دیجئے آپ مجھے بتلا دیجئے آپ نے فرمایا ابو ہریرہ یوں کہو تَوَکَّلْتُ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا الخ میں نے یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا چند دن گزرے تھے کہ میری حالت بہت ہی سنور گئی حضور ص نے مجھے دیکھا اور پوچھا ابو ہریرہ رض یہ کیا ہے؟ میں نے کہا ان کلمات کی وجہ سے خدا کی طرف سے برکت ہے جو آپ نے مجھے سکھائے تھے اسکی سند ضعیف ہے اور اس کے متن میں بھی نکارت ہے اسے حافظ ابو یعلیٰ اپنی کتاب میں لاتے ہیں واللہ اعلم ؛

الحمد للہ سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر ختم ہوئی

تفسیر سورۂ کہف مکیہ

اس سورت کی فضیلت کا بیان خصوصاً اس کی اول آخر دس آیتوں کی فضیلت کا بیان اور یہ کہ یہ سورت فتنۂ دجال سے محفوظ رکھنے والی ہے ؛

مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی نے اس سورت کی تلاوت شروع کی، ان کے گھر میں ایک جانور تھا اس نے اچھلنا بدکنا شروع کر دیا صحابی نے جو غور سے دیکھا تو انہیں سائبان کی طرح ایک بادل نظر پڑا جس نے ان پر سایہ کر رکھا تھا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے فرمایا پڑھتے رہو یہ ہے وہ سکینہ جو خدا کی طرف سے قرآن کی تلاوت پر نازل ہوتا ہے صحیحین میں بھی یہ روایت ہے یہ صحابی حضرت اسید بن حضیر تھے رضی اللہ عنہ جیسے کہ سورۂ بقر کی تفسیر میں ہم بیان کر چکے ہیں مسند احمد میں ہے کہ جس شخص نے سورۂ کہف کی شروع کی دس آیتیں حفظ کر لیں وہ فتنۂ دجال سے بچا لیا گیا ترمذی میں تین آیتوں کا بیان ہے مسلم میں آخری دس آیتوں کا ذکر ہے نسائی میں دس آیتوں کو مطلق بیان کیا گیا ہے مسند احمد میں ہے جو اس سورۂ کہف کا اول آخر پڑھ لے اس کے لئے اسکے پاؤں سے سر تک نور ہوگا اور اس ساری سورت کو پڑھے اسے زمین سے آسمان تک کا نور ملیگا، ایک غریب سند سے ابن مردویہ میں ہے کہ جمعہ کے دن جو شخص سورۂ کہف پڑھ لے اس کے پیر کے تلووں سے لیکر آسمان کی بلندی تک کا نور ملیگا جو قیامت کے دن خوب روشن ہوگا اور دوسرے جمعہ تک اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے اس حدیث کے مرفوع ہونے میں نظر ہے زیادہ اچھا تو اس کا موقوف ہونا ہی ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے سورۂ کہف جمعہ کے دن پڑھ لی اس کے پاس سے لے کر بیت اللہ شریف تک نورانیت ہو جاتی ہے۔ مستدرک حاکم ہے مرفوعاً مروی ہے کہ جس نے سورۂ کہف جمعہ کے دن پڑھی اس کے لئے دو جمعہ کے درمیان تک نور کی روشنی رہتی ہے۔ بیہقی میں ہے کہ جس نے سورۂ کہف اسی

طرح پڑھی جس طرح نازل ہوئی ہے اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا حافظ ضیاء مقدسی کی کتاب المختارہ میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سورۃ کہف کی تلاوت کریگا وہ آٹھ دن تک ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رہے یہاں تک کہ اگر دجال بھی اس عرصہ میں نکلے تو وہ اس سے بھی بچا دیا جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اللہ مہربان رحم والے کے نام سے شروع ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰي عَبْدِهِ

تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس نے اپنے بندے پر

الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ① قَيِّمًا

یہ قرآن اتارا اور اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی، بلکہ تمام ٹھیک ٹھاک

لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ

تاکہ اپنے پاس کی سخت سزا سے ہوشیار کر دے اور

يُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبریاں

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ②

سنا دے کہ ان کے لئے بہترین بدلے ہیں ۔

مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ③ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ

جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اور ان لوگوں کو بھی ڈرا دے

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ④ مَا لَهُمْ بِهٖ

جو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اولاد رکھتا ہے، درحقیقت نہ تو خود انھیں

مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً

اس کا علم ہے نہ ان کے باپ دادوں کو، یہ تہمت بڑی بری ہے

تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ

جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے نرا جھوٹ

اِلَّا كَذِبًا ⑤

بک رہے ہیں ۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر امر کے شروع اور اسکے خاتمہ پر اپنی تعریف و حمد کرتا ہے ہر حال میں وہ قابلِ حمد اور لائق ثنا اور سزاوار تعریف ہے اول آخر مستحق حمد فقط اسی کی ذات والا صفات ہے اس نے اپنے نبی کریم ؐ پر قرآن نازل فرمایا جو اس کی بہت بڑی نعمت ہے جس سے تمام بندگانِ خدا اندھیروں سے نکل کر نور کی طرف آ سکتے ہیں اس نے اس کتاب کو ٹھیک ٹھاک اور سیدھی اور راست رکھی ہے جس میں کوئی بھی کوئی کسر کوئی کمی نہیں۔ صراطِ مستقیم کی رہبری واضح، جلی، صاف اور ظاہر ہے بدکاروں کو ڈرانے والی، نیک کاروں کو خوشخبریاں سنانے والی معتدل، سیدھی، مخالفوں کو منکروں کو خوفناک عذابوں کی خبر دینے والی یہ کتاب ہے جو عذاب اس کی طرف کے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ایسے عذاب کہ نہ اس کے سے عذاب کسی کے، نہ اسکی سی پکڑ کسی کی ہاں جو اس پر یقین کرے ایمان لائے نیک عمل کرے اسے یہ کتاب اجرِ عظیم کی خوشی سناتی ہے جس کو ہمیشگی اور دوام ہے وہ جنت انھیں ملے گی جس میں کبھی فنا نہیں، جس کی نعمتیں غیر فانی ہیں۔ اور انھیں بھی یہ عذابوں سے آگاہ کرتا ہے جو خدا کی اولاد ٹھہراتے ہیں جیسے مشرکین مکہ کہ وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بتاتے تھے بے علمی اور جہالت کے ساتھ منہ سے بول پڑتے ہیں، یہ تو ان کے بڑے بھی ایسی باتیں بے علمی کی کہتے رہے، کلمۃ کا نصب تمیز کی بنا پر ہے۔ تقدیرِ عبارت اس طرح ہے کَبُرَتْ کَلِمَتُھُمْ ھٰذِہٖ کَلِمَۃً" اور کہا گیا ہے کہ یہ تعجب کے طور پر ہے تقدیر عبارت ہے "اَعْظِمْ بِکَلِمَتِھِمْ کَلِمَۃً" جیسے کہا جاتا ہے اَکْرِمْ بِزَیْدٍ رَجُلًا بعض بصریوں کا یہی قول ہے کہ بعض قاریوں نے اسے کلمۃ پڑھا ہے جیسے کہا جاتا ہے عَظُمَ قَوْلُکَ وَ کَبُرَ شَانُکَ جمہور کی قرأت پر تو معنی بالکل ظاہر ہیں کہ اس کلمے کی برائی اور اس کا نہایت ہی برا کلمہ ہونا بیان ہو رہا ہے جو محض بے دلیل ہے، صرف کذب و افترا ہے، اسی لئے فرمایا کہ محض جھوٹ بکتے ہیں۔ اس سورت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ قریشیوں نے نضر بن حارث اور عقبہ

بن ابی معیط کو مدینے کے یہودی علماء کے پاس بھیجا کہ تم جاکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، کی بابت کل حالات ان سے بیان کرو ان کے پاس اگلے انبیاء ع کا علم ہے ان سے پوچھو ان آپ کی بابت کیا رائے ہے؟ یہ دونوں مدینے گئے۔ احبار مدینہ سے ملے حضور ص کے حالات و اوصاف بیان کئے آپ کی تعلیم کا ذکر کیا اور کہا کہ تم ذی علم ہو، بتلاؤ ان کی نسبت کیا خیال ہے انھوں نے کہا دیکھو ہم تمہیں ایک فیصلہ کن بات بتلاتے ہیں تم جاکر ان سے تین سوالات کرو اگر جواب دیدیں تو انکے سچے ہونے میں کچھ شک نہیں بے شک وہ خدا کے نبی اور رسول ہیں اور اگر جواب نہ دے سکیں تو ان کے جھوٹا ہونے میں بھی کوئی شک نہیں پھر جو تم چاہو کرو، ان سے پوچھو کہ اگلے زمانے میں جو نوجوان چلے گئے تھے انکا واقعہ بیان کرو وہ ایک عجیب واقعہ ہے اور اس شخص کے حالات دریافت کرو جس نے تمام زمین کا گشت لگایا تھا، مشرق مغرب ہو آیا تھا اور روح کی ماہیت دریافت کرو اگر بتلا دے تو اسے نبی مان کر اس کی اتباع کرو اور اگر نہ بتلا سکے تو وہ شخص جھوٹا ہے جو چاہو کرو یہ دونوں وہاں سے واپس آئے اور قریشیوں سے کہا لو بھئی آخری اور انتہائی فیصلے کی بات انھوں نے بتلا دی ہے اب چلو حضرت سے سوالات کریں، چنانچہ یہ سب آپ کے پاس آئے اور تینوں سوالات کئے آپ نے فرمایا تم کل آؤ میں تمہیں جواب دونگا لیکن انشاءاللہ کہنا بھول گئے پندرہ دن گذر گئے نہ آپ پر وحی آئی نہ اللہ کیطرف سے ان باتوں کا جواب معلوم کرایا گیا اہل مکہ ہل ہل گئے اور کہنے لگے کہ لیجئے صاحب کل وعدہ تھا آج پندرھواں دن ہے لیکن وہ بتلا نہیں سکے، ادھر آپ کو دوہرا غم ستانے لگا قریشیوں کو جواب نہ ملنے پر ان کی باتیں سننے کا اور وحی کے بند ہو جانے کا پھر حضرت جبرئیل ع آئے سورۂ کہف نازل ہوئی اسی میں انشاءاللہ نہ کہنے پر آپ کو ڈانٹا گیا، ان نوجوانوں کا قصہ بیان کیا گیا اور اس سیاح کا ذکر کیا گیا اور آیت وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ کی بابت جواب دیا گیا۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ

پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا تو ان کے پیچھے اسی

لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ⑥ اِنَّا

رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیگا۔ روئے زمین پر

جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ

جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی رونق کا باعث بنایا ہے کہ ہم انھیں آزمالیں

اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ⑦ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ

کہ ان میں سے کون نیک اعمال والا ہے۔ اس پر جو کچھ ہے ہم اسے ایک

مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ⑧

ہموار صاف میدان کر ڈالنے والے ہیں۔

مشرکین جو آپ سے دور بھاگتے تھے ایمان نہ لاتے تھے اس پر جو رنج و افسوس آپ کو ہوتا تھا اس پر اللہ تعالی آپ کی تسلی کر رہا ہے جیسے اور آیت میں ہے کہ ان پر اتنا رنج نہ کرو، اور جگہ ہے اس پر غمگین نہ ہو اور جگہ ہے ان کے ایمان نہ لانے سے اپنی جان ہلکان نہ کرو، یہاں بھی یہی فرمایا کہ یہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں تو تو اپنی جان کو گھن نہ لگالے اس قدر غم و غصہ رنج و افسوس نہ کر نہ گھبرا نہ دل تنگ ہو، اپنا کام کئے جا تبلیغ میں کوتاہی نہ کر راہ یافتہ اپنا بھلا کریں گے گمراہ اپنا برا کریں گے ہر ایک کا عمل اس کے ساتھ ہے، پھر فرماتا ہے دنیا فانی ہے اس کی زینت زوال والی ہے آخرت باقی ہے اس کی نعمت دوامی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، دنیا میٹھی اور سبز رنگ ہے اس میں اللہ تعالی تمہیں خلیفہ بنا کر دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو پس دنیا سے اور عورتوں سے بچو بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کا ہی تھا یہ دنیا ختم ہونیوالی اور خراب ہونیوالی ہے اجڑنے والی اور غارت ہونے والی ہے زمین ہموار صاف رہ جائے گی جس پر کسی قسم کی روئیدگی بھی نہ ہوگی جیسے اور آیت میں ہے کہ کیا لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم غیر آباد بنجر زمین کی طرف پانی کو لے چلتے ہیں اور اس میں سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جسے وہ خود کھاتے ہیں اور ان کے چوپائے بھی، کیا پھر بھی ان کی آنکھیں

نہیں کھلیں زمین اور زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور اپنے مالک حقیقی کے سامنے پیش ہونیوالے ہیں پس تو کچھ بھی ان سے نہ انھیں کیسے ہی حال میں دیکھے مطلق افسوس اور رنج نہ کر۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ وَالرَّقِیْمِ
کیا تو اپنے خیال میں غار اور کتبے والوں کو ہماری نشانیوں میں سے کوئی
کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ⑨ اِذْ اَوَی الْفِتْیَةُ
بہت عجیب نشانی سمجھ رہا ہے؟ ان چند نوجوانوں نے جب غار میں
اِلَی الْکَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ
آرام کیا تو دعا کی کہ ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے
رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ⑩
رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کو آسان کر دے
فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْکَهْفِ سِنِیْنَ
پس ہم نے ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال تک اسی غار میں پردے
عَدَدًا ⑪ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ
ڈال دیئے، پھر ہم نے انھیں اٹھا کھڑا کیا کہ ہم یہ معلوم کرلیں کہ یہ دونوں گروہ میں
الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ⑫ ع ۱۲ ۱۳
سے اس انتہائی مدت کو جو انھوں نے گزاری کس نے زیادہ یاد رکھی ہے

اصحاب کہف کا قصہ اجمال کے ساتھ بیان ہو رہا ہے پھر تفصیل کے ساتھ بیان ہوگا، فرماتا ہے کہ وہ واقعہ ہماری قدرت کے بے شمار واقعات میں سے ایک نہایت معمولی واقعہ ہے اس سے بڑے بڑے نشان روزمرہ تمہارے سامنے ہیں، آسمان، زمین کی پیدائش رات دن کا ہیر پھیر، سورج چاند کی اطاعت گزاری وغیرہ قدرت کی ان گنت نشانیاں ہیں جو بتا رہی ہیں کہ خدا کی قدرت بے اندازہ ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس پر کوئی کام مشکل نہیں، اصحاب کہف سے تو کہیں تعجب خیز اور اہم نشان قدرت تمہارے سامنے دن رات موجود ہیں کتاب وسنت کا جو علم میں نے تمہیں عطا فرمایا ہے وہ اصحاب کہف کی شان سے کہیں زیادہ ہے، بہت سی حجتیں میں نے اپنے بندوں پر اصحاب کہف سے زیادہ واضح کر دی ہیں، کہف کہتے ہیں پہاڑی غار کو وہیں یہ نوجوان چھپ گئے تھے۔ "رقیم" یا تو ایلہ کے پاس کی وادی کا نام ہے یا ان کی اس جگہ کی عمارت کا نام ہے یا کسی آبادی کا نام ہے یا اس پہاڑ کا نام ہے، اس پہاڑ کا نام بنجلوس بھی آیا ہے غار کا نام حیزوم کہا گیا ہے اور ان کے کتے کا نام حمران بتلایا گیا ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں سارے قرآن کو میں جانتا ہوں لیکن لفظ حنان اور لفظ اواہ اور لفظ رقیم کو مجھے نہیں معلوم کہ رقیم کسی کتاب کا نام ہے یا اس بنا کا۔ اور روایت میں آپ سے مروی ہے کہ وہ کتاب ہے، سعید کہتے ہیں کہ یہ پتھر کی ایک لوح تھی جس پر اصحاب کہف کا قصہ لکھ کر غار کے دروازے پر اسے لگا دیا گیا تھا عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ قرآن میں ہے کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ پس آیت کے ظاہری الفاظ تو اس کی تائید کرتے ہیں اور یہی امام ابن جریرؒ کا مختار قول ہے کہ رقیم فعیل کے وزن پر مرقوم کے معنی میں ہے جیسے مقتول قتیل اور مجروح جریح واللہ اعلم۔

یہ نوجوان اپنے دین کے بچاؤ کے لئے اپنی قوم سے بھاگ کھڑے ہوتے تھے کہ کہیں وہ انھیں دین سے نہ بہکا دیں ایک پہاڑ کے غار میں گھس گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ خدایا ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا فرما ہمیں اپنی قوم سے چھپائے رکھ ہمارے اس کام میں اچھائی کا انجام کر، حدیث کی ایک دعا میں ہے کہ خدایا جو فیصلہ تو ہمارے حق میں کرے اسے انجام کے لحاظ سے بھلا کر، مسند میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں عرض کرتے کہ خدایا ہمارے تمام کاموں کا انجام اچھا کر اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذابوں سے بچالے یہ غار میں جا کر جو پڑ کر سوئے تو برسوں گزر گئے پھر ہم نے انھیں بیدار کیا ایک صاحب درہم لیکر بازار سے سودا خریدنے چلے جیسے کہ آرہا ہے یہ اس لئے کہ انھیں وہاں کتنی مدت گزری اسے دونوں گروہوں میں سے کون زیادہ یاد رکھنے والا ہے؟ اسے ہم بھی معلوم کرلیں امد کے معنی عدد یا گنتی کے ہیں اور کہا گیا ہے کہ غایت کے معنی میں بھی یہ لفظ آیا ہے جیسے کہ عرب کے شاعروں

نے اپنے شعروں میں اُسے غایت کے معنیٰ میں باندھا ہے۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ
ہم ان کا صحیح واقعہ تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں - یہ چند نوجوان
فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ⑬
اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی دی تھی۔
وَّرَبَطْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا
ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے تھے، جب کہ یہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے
رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا
کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمان اور زمین کا پروردگار ہے ناممکن ہے کہ ہم اس کے
مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ⑭
سوا اور کسی معبود کو پکاریں اگر ایسا ہو تو ہم نے نہایت غلط بات کہی
هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ
یہ ہے ہماری قوم جس نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں
اٰلِهَةً ۭ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ۭ
ان کی خدائی کی یہ کوئی صاف دلیل کیوں پیش نہیں کرتے
فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ
خدا پر جھوٹ افترا باندھنے والے سے زیادہ ظالم
كَذِبًا ⑮ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ
کون ہے؟ جب کہ تم ان سے اور اللہ کے سوا ان کے اور
اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ
معبودوں سے کنارہ کش ہو گئے تو اب تم کسی غار میں جا بیٹھو تمہارا رب
مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَــيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ⑯
تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لئے تمہارے کام میں سہولت مہیا کر دے گا

یہاں سے تفصیل کے ساتھ اصحاب کہف کا قصہ شروع ہوتا ہے کہ یہ چند نوجوان تھے جو دین حق کی طرف مائل ہوئے اور ہدایت پر آ گئے۔ قریش میں بھی یہی ہوا تھا کہ جوانوں نے توحق کی آواز پر لبیک کہی تھی لیکن بجز چند کے اور بوڑھے لوگ اسلام کی طرف جرأت سے مائل نہ ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں کے بعض کے کانوں میں بالے تھے یہ متقی مومن اور راہ یافتہ نوجوانوں کی جماعت تھی اپنے رب کی وحدانیت کو مانتے تھے اس کی توحید کے قائل ہو گئے تھے اور روز بروز ایمان و ہدایت میں بڑھ رہے تھے یہ اور اس جیسی اور آیتوں اور حدیثوں سے استدلال کر کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین کرام کا مذہب ہے کہ ایمان میں زیادتی ہے اس میں مرتبے ہیں یہ کم و بیش ہوتا رہتا ہے، یہاں ہے ہم نے انھیں ہدایت میں بڑھا دیا اور جگہ ہے وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى الخ ہدایت والوں کو ہدایت بڑھ جاتی ہے الخ اور آیت میں ہے فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا الخ ایمان والوں کے ایمان کو بڑھاتی ہے الخ اور جگہ ارشاد ہے لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ایمان میں اور بڑھ جائیں اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں مذکور ہے کہ یہ لوگ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دین پر تھے واللہ اعلم، لیکن بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام کے زمانے سے پہلے کا واقعہ ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر یہ لوگ نصرانی ہوتے تو یہود اس قدر توجہ سے نہ ان کے حالات معلوم کرتے نہ معلوم کرنے کی ہدایت کرتے، حالانکہ یہ بیان گذر چکا ہے کہ قریشیوں نے اپنے وفد کو مدینے کے یہود علماء کے پاس بھیجا تھا کہ تم ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلاؤ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آزمائش کر لیں تو انھوں نے کہا کہ تم اصحاب کہف کا اور ذوالقرنین کا واقعہ آپ سے دریافت کرو اور روح کے متعلق سوال کرو پس معلوم ہوتا ہے کہ یہود کی کتاب میں اس کا ذکر تھا اور انھیں اس واقعہ کا علم تھا جب یہ ثابت ہوا تو یہ ظاہر ہے کہ یہود کی کتاب نصرانیت سے پہلے کی ہے واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انھیں قوم کی مخالفت پر صبر عطا فرمایا اور انھوں نے قوم کی کچھ پرواہ نہ کی بلکہ وطن اور راحت و آرام کو بھی تج دیا بعض سلف کا بیان ہے کہ یہ لوگ رومی بادشاہ کی اولاد اور روم کے سردار تھے ایک مرتبہ قوم کے ساتھ عید منانے گئے تھے اس زمانے کے بادشاہ کا نام دقیانوس تھا بڑا سرکش اور سخت شخص تھا، سب کو شرک کی تعلیم کرتا اور سب سے بت پرستی کراتا تھا، یہ نوجوان اپنے باپ دادوں کے

ساتھ اس میلے میں گئے تھے انھوں نے جب وہاں یہ تماشہ دیکھا تو ان کے دل میں خیال آیا کہ بت پرستی محض لغو اور باطل چیز ہے عبادتیں اور ذبیحے صرف نام خدا پر ہونے چاہئیں جو آسمان و زمین کا خالق مالک ہے پس یہ لوگ ایک ایک کر کے یہاں سے سرکنے لگے ایک درخت تلے جا کر ان میں سے ایک صاحب بیٹھ گئے دوسرے بھی یہیں آ گئے، تیسرے بھی آ گئے چوتھے بھی آ گئے غرض ایک ایک کر کے سب یہیں جمع ہو گئے حالانکہ ایک دوسرے میں تعارف نہ تھا لیکن ایمان کی روشنی نے ایک دوسرے کو ملا دیا، حدیث شریف میں ہے کہ روحیں بھی ایک جمع شدہ لشکر ہیں جو روز ازل میں تعارف والی ہیں وہ یہاں مل جل کر رہتی ہیں اور جو وہیں انجان رہتی ہیں یہاں بھی ان میں اختلاف رہتا ہے (بخاری مسلم) عرب کہا کرتے ہیں کہ جنسیت ہی میل جول کی علت ہے اب سب خاموش تھے ایک کو ایک سے ڈر تھا کہ اگر میں اپنے مافی الضمیر کو بتا دوں گا تو یہ دشمن ہو جائیں گے کسی کو دوسرے کی نسبت اطلاع نہ تھی کہ وہ بھی اس کی طرح قوم کی اس احمقانہ اور مشرکانہ رسم سے بیزار ہے آخر ایک دانا اور جری نوجوان نے کہا کہ دوستو! کوئی نہ کوئی بات تو ضرور ہے کہ لوگوں کے اس عام شغل کو چھوڑ کر تم ان سے یکسو ہو کر یہاں آ بیٹھے ہو میرا تو جی چاہتا ہے کہ ہر شخص اس بات کو ظاہر کر دے جس کی وجہ سے اس نے قوم کو چھوڑا ہے اس پر ایک نے کہا بھائی بات یہ ہے کہ مجھے تو اپنی قوم کی یہ رسم ایک آنکھ نہیں بھاتی جبکہ آسمان و زمین کا اور ہمارا تمہارا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر اس کے سوا دوسرے کی عبادت کیوں کریں؟ یہ سن کر دوسرے نے کہا خدا کی قسم یہی نفرت مجھے یہاں لائی ہے تیسرے نے بھی یہی کہا جب ہر ایک نے یہی وجہ بیان کی تو سب کے دل میں محبت کی ایک لہر دوڑ گئی اور یہ سب روشن خیال متحد آپس میں سچے دوست اور ماں جائے بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے خیر خواہ بن گئے، آپس میں اتحاد و اتفاق ہو گیا اب انھوں نے ایک جگہ مقرر کر لی وہیں خدائے واحد کی عبادت کرنے لگے رفتہ رفتہ قوم کو بھی پتہ چل گیا وہ ان سب کو پکڑ کر اس ظالم مشرک بادشاہ کے پاس لے گئے اور شکایت پیش کی، بادشاہ نے ان سے پوچھا، انھوں نے نہایت دلیری سے اپنی توحید اور اپنا مسلک بیان کیا بلکہ بادشاہ اہل دربار اور کل دنیا کو اس کی دعوت دی، دل مضبوط کر لیا اور صاف کہہ دیا کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمان و زمین کا مالک و خالق ہے ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور کو معبود بنائیں، ہم سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ اس کے سوا کسی اور کو پکاریں اس لئے کہ شرک نہایت باطل چیز ہے ہم اس کام کو کبھی نہیں کرنے کے یہ نہایت ہی بیجا بات اور لغو حرکت اور ٹیڑھی راہ ہے یہ ہماری قوم مشرک ہے اللہ کے سوا اوروں کو پکارتی اور اوروں کی عبادت میں مشغول ہے جس کی کوئی دلیل یہ پیش نہیں کر سکتے، پس یہ ظالم اور کاذب ہیں، کہتے ہیں کہ ان کی اس صاف گوئی اور حق گوئی سے بادشاہ بہت بگڑا انہیں دھمکایا ڈرایا اور حکم دیا کہ ان کے لباس اتار لو اور اگر یہ باز نہ آئیں گے تو میں انھیں سخت سزا دوں گا، اب ان لوگوں کے دل اور مضبوط ہو گئے اور انھیں یہ معلوم ہو گیا کہ یہاں رہ کر ہم دینداری پر قائم نہیں رہ سکتے اس لئے انھوں نے قوم، دیس اور رشتے کنبے کو چھوڑنے کا ارادہ پختہ کر لیا یہی حکم بھی ہے کہ انسان دین کے خوف کے وقت ہجرت کر جائے، حدیث میں ہے کہ انسان کا بہترین مال ممکن ہے کہ بکریاں ہو جائیں جنھیں لے کر دامن کوہ میں اور مرغزاروں میں رہے سہے اور اپنے دین کے بچاؤ کے خاطر بھاگتا پھرے پس ایسے حال میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو جانا امر مشروع ہے ہاں اگر ایسی حالت نہ ہو دین کی زبردستی بربادی کا خوف نہ ہو تو پھر جنگل میں جانا مشروع نہیں کیونکہ جمعہ جماعت کی فضیلت ہاتھ سے جاتی رہتی ہے، جب یہ لوگ دین کے بچاؤ کے لئے اتنی اہم قربانی پر آمادہ ہو گئے تو ان پر رب کی رحمت نازل ہوئی. فرمایا گیا کہ ٹھیک ہے کہ جب تم ان کے دین سے الگ ہو گئے تو بہتر ہے کہ جسموں سے بھی ان سے جدا ہو جاؤ، جاؤ تم کسی غار میں پناہ حاصل کرو تم پر تمہارے رب کی رحمت کی چھاؤں ہو گی وہ تمہیں تمہارے دشمن کی نگاہوں سے چھپا لے گا، اور تمہارے کام میں آسانی اور راحت مہیا فرما دے گا پس یہ لوگ موقع

پاکر یہاں سے بھاگ نکلے اور پہاڑ کی کھو میں چھپ رہے بادشاہ نے اور قوم نے ہر چند ان کی تلاش کی لیکن کوئی پتہ نہ چلا اللہ تعالیٰ نے ان پر اندھاپا ڈالدیا، دیکھئے یہی بلکہ اس سے زیادہ تعجب خیز واقعہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ پیش آیا، آپ معہ اپنے رفیق خاص یار غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غار ثور میں جا چھپے مشرکین نے بہت کچھ دوڑ دھوپ کی تگ ودو میں کوئی کمی نہ کی لیکن حضرت انھیں باوجود پوری تلاش اور سخت کوشش کے نہ ملے، اللہ نے ان کی بینائی چھین لی آس پاس سے گزرتے تھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے تھے حضرت موجود ہیں اور انھیں دکھائی نہیں دیتے صدیق اکبر پریشان حال ہوکر عرض کرتے ہیں کہ حضور اگر کسی نے اپنے پیر کی طرف بھی نظر ڈال لی تو ہم دیکھ لئے جائیں گے، آپ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ ابوبکرؓ ان دو کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود خدائے تعالیٰ ہے؟ قرآن فرماتا ہے کہ اگر تم میرے نبی کی امداد نہ کرو تو کیا ہوا؟ جب کافروں نے اسے نکالدیا، میں نے آپ اس کی امداد کی جب کہ وہ دو میں کا دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غمگین نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے پس خدائے تعالیٰ نے اپنی طرف کی سکینت اس پر نازل فرمائی اور ایسے لشکر سے اس کی مدد کی جسے تم نہ دیکھ سکتے تھے آخر اس نے کافروں کی بات پست کردی اور اپنا کلمہ بلند فرمایا اللہ عزت وحکمت والا ہے سچ تو یہ ہے کہ یہ واقعہ اصحاب کہف کے واقعہ سے بھی عجیب تر اور انوکھا ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ ان نوجوانوں کو قوم اور بادشاہ نے پالیا جب غار میں انہیں دیکھ لیا تو کہا بس ہم تو خود ہی یہی چاہتے تھے چنانچہ انھوں نے اس کا منہ ایک دیوار سے بند کردیا کہ یہیں مرجائیں لیکن یہ قول ہے تامل طلب۔ قرآن کا فرمان ہے کہ صبح وشام ان پر دھوپ آتی جاتی ہے وغیرہ واللہ اعلم ؛؛

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ

تو دیکھے گا کہ آفتاب بوقت طلوع ان کے غار سے دائیں جانب کو جھک جاتا ہے

كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ

اور بوقت غروب ان کی بائیں جانب کترا جاتا ہے

ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۭ ذٰلِكَ

اور وہ اس غار کی کشادہ جگہ میں ہیں یہ ہے قدرت

مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ

خدا کی نشانیوں میں سے اللہ تعالیٰ جس کی رہبری فرمائے وہ راہ

الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ

راست پر ہے اور جسے وہ گمراہ کردے ناممکن ہے کہ تو اس کا کوئی

وَلِيًّا مُّرْشِدًا ⑰ ۲ ع ۵ ۱۴

کارساز اور رہنما پا سکے ؛

یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اس غار کا منہ شمال رُخ ہے سورج کے طلوع کے وقت ان کے دائیں جانب دھوپ کی چھاؤں جھک جاتی ہے پس دوپہر کیوقت وہاں بالکل دھوپ نہیں رہتی سورج کی بلندی کے ساتھ ہی ایسی جگہ سے شعاعیں دھوپ کی کم ہوتی جاتی ہیں اور سورج کے ڈوبنے کے وقت دھوپ ان کے غار کی طرف اس کے دروازے کے شمال رُخ سے جاتی ہے مشرق کی جانب کو علم ہیئت کے جاننے والے اسے خوب سمجھ سکتے ہیں جنھیں سورج چاند اور ستاروں کی چال کا علم ہو اور اگر غار کا دروازہ مشرق رخ ہوتا تو سورج کے غروب کے وقت وہاں دھوپ بالکل نہ جاتی اور اگر قبلہ رخ ہوتا تو سورج کے طلوع کے وقت دھوپ نہ پہنچتی اور نہ غروب کے وقت پہنچتی اور نہ سایہ دائیں بائیں جھکتا اور اگر دروازہ مغرب رُخ ہوتا تو بھی سورج نکلنے کے وقت اندر دھوپ نہ جاسکتی بلکہ زوال کے بعد اندر پہنچتی اور پھر برابر مغرب تک رہتی پس ٹھیک بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی فللہ الحمد۔ تقرضھم کے معنی حضرت ابن عباس رضہ نے ترک کرنے اور چھوڑنے کے کئے ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں یہ تو بتلایا تاکہ ہم اسے سوچیں سمجھیں اور یہ نہیں بتلایا کہ وہ غار کس شہر کے کس پہاڑ میں ہے اس لئے کہ ہمیں اس سے کوئی فائدہ نہیں نہ اس سے کسی شرعی مقصد کا حصول ہوتا ہے، پھر بھی بعض مفسرین نے

اس میں تکلیف اٹھاتی ہے کوئی کہتا ہے وہ ایلہ کے قریب ہے کوئی کہتا ہے نینویٰ کے پاس ہے کوئی کہتا ہے روم میں ہے کوئی کہتا ہے بلقا میں ہے اصل علم اللہ ہی کو ہے کہ وہ کہاں ہے اگر اس میں کوئی دینی مصلحت یا ہمارا کوئی مذہبی فائدہ ہوتا تو یقیناً اللہ تعہ ہمیں بتلا دیتا اپنے رسول کی زبانی بیان کرا دیتا حضورؐ کا فرمان ہے کہ تمہیں جو جو کام اور چیزیں جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرنے والی تھیں ان میں سے ایک بھی ترک کئے بغیر میں نے بتلا دی ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت بیان فرما دی اور اس کی جگہ نہیں بتلائی فرما دیا کہ سورج کے طلوع کے وقت ان کے غار سے وہ دائیں جانب جھک جاتا ہے اور غروب کے وقت انھیں بائیں طرف چھوڑ دیتا ہے وہ اس سے فراخی میں ہیں انھیں دھوپ کی تپش نہیں پہنچتی اور نہ ان کے بدن اور کپڑے جل جاتے یہ خدا کی ایک نشانی ہے کہ رب نے انھیں اس غار میں پہنچایا جہاں انھیں زندہ رکھا دھوپ بھی پہنچے ہوا بھی جاتے چاندنا بھی رہے تاکہ نہ نیند میں فرق آئے نہ نقصان پہنچے، فی الواقع خدا کی طرف سے یہ بھی کامل نشان قدرت ہے ان نوجوانوں موحدوں کی ہدایت خود خدا نے کی تھی یہ راہ راست پا چکے تھے کسی کے بس میں نہ تھا کہ انھیں گمراہ کر سکے اور اس کے برعکس جسے وہ راہ نہ دکھائے اس کا ہادی کوئی نہیں ۔

وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ

تو خیال کرے گا کہ وہ بیدار ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوتے ہیں خود ہم ہی

ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ

انھیں دائیں بائیں کروٹیں دلایا کرتے ہیں، ان کا کتا بھی

بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ

چوکھٹ پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے اگر تو جھانک کر انھیں

عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ

دیکھنا چاہے تو ضرور الٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہو اور ان کی دہشت

مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

و رعب سے تو پُر کر دیا جائے ۔

یہ سو رہے ہیں لیکن دیکھنے والا انھیں بیدار سمجھتا ہے کیونکہ انکی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں مذکور ہے کہ بھیڑیا جب سوتا ہے تو ایک آنکھ بند رکھتا ہے ایک کھلی ہوتی ہے پھر اسے بند کر کے اسے کھول دیتا ہے۔ چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

یَنَامُ بِاِحْدٰی مُقْلَتَیْہِ وَیَتَّقِیْ
بِاُخْرَی الْمَنَایَا فَھُوَ یَقْظَانُ نَائِمُ

جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں اور دشمنوں سے بچانے کے لئے تو خدا نے نیند میں بھی ان کی آنکھیں کھلی رکھی ہیں اور زمین نہ کھا جائے کروٹیں گل نہ جائیں اس لئے خدائے تعا انھیں کروٹیں بدلوا دیتا ہے کہتے ہیں کہ سال بھر میں دو مرتبہ کروٹ بدلتے ہیں ان کا کتا بھی انگنائی میں دروازے کے پاس مٹی میں چوکھٹ کے قریب بہ طور پہرے دار کے بازو زمین پر ٹکائے ہوئے بیٹھا ہے دروازے کے باہر اس لئے ہے کہ جس گھر میں کتا، تصویر، جنبی اور کافر شخص ہو اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے جیسے کہ ایک حسن حدیث میں وارد ہوا ہے اس کتے کو بھی اسی حالت میں نیند آگئی ہے سچ ہے بھلے لوگوں کی صحبت بھی بھلائی پیدا کرتی ہے دیکھئے نا اس کتے کی کتنی شان ہو گئی کہ کلام اللہ میں اس کا ذکر آیا کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی کا یہ شکاری کتا پلا ہوا تھا، ایک قول یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے باورچی کا یہ کتا تھا چونکہ وہ بھی ان کے ہم مسلک تھے ان کے ساتھ ہجرت میں تھے ان کا کتا ان کے پیچھے لگ گیا تھا، واللہ اعلم کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھوں حضرت ذبیح اللہ کے بدلے جو بھیڑا ذبح ہوا اس کا نام جریر تھا حضرت سلیمان کو جب ہُدہُد نے ملکۂ سبا کی خبر دی تھی اس کا نام عنفز تھا اور اصحاب کہف کے اس کتے کا نام قطمیر تھا اور بنی اسرائیل نے جس بچھڑے کی پوجا شروع کی تھی اس کا نام بہموت تھا حضرت آدم بہشت بریں سے ہند میں اترے تھے حضرت حوّا جدہ میں ابلیس دشت بیسان میں اور سانپ اصفہان میں ۔

ایک قول ہے کہ اس کتے کا نام حمران تھا نیز اس کتے کے رنگ میں بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن ہمیں حیرت ہے کہ اس کے

کیا نتیجہ؟ کیا فائدہ؟ کیا ضرورت؟ بلکہ عجب نہیں کہ ایسی بحثیں ممنوع ہوں اس لئے کہ یہ تو آنکھیں بند کرکے پتھر پھینکنا ہے بے دلیل زبان کھولنا ہے، پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انھیں وہ رعب دیا کہ کوئی انہیں دیکھ ہی نہیں سکتا یہ اس لئے کہ لوگ ان کا تماشہ نہ بنالیں، کوئی جرأت کرکے ان کے پاس نہ چلا جائے کوئی انہیں ہاتھ نہ لگا سکے وہ آرام اور چین سے جب تک حکمتِ خدا مقتضی ہے بہ آرام سوتے رہیں جو انھیں دیکھتا ہے مارے رعب کے کلیجہ تھرتھرا جاتا ہے، اسی وقت الٹے پیروں واپس لوٹتا ہے، انھیں نظر بھر کر دیکھنا بھی ہر ایک کے لئے محال ہے ؛

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ

اسی طرح ہم نے انھیں جگاکر اٹھادیا کہ آپس میں پوچھ گچھ کرلیں، ایک کہنے

قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ

والے نے کہا کہ کیوں بھئی تم کتنی دیر ٹھیرے رہے، انھوں نے جواب دیا کہ ایک دن یا

بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ

ایک دن سے بھی کم، کہنے لگے کہ تمہارے ٹھیرے رہنے کی مدت کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو

فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى

ہے اب تو تم اپنے میں سے کسی کو اپنی یہ چاندی دے کر شہر

الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا

بھیجو۔ وہ خوب دیکھ بھال لے کہ شہر کا کونسا کھانا پاکیزہ تر ہے

فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا

پھر اسی میں سے تمہارے کھانے کے لئے لے آئے کہ بہت احتیاط اور

يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ⑲ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا

نرمی برتے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے، اگر یہ کافر تم پر غلبہ پالیں گے

عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ

تو تمہیں سنگسار کردیں گے یا تمہیں پھر اپنے دین میں لوٹا لیں گے۔

وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ⑳

اور پھر تو تمہیں ہرگز فلاح نہ ہوے گی ؛

ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے انھیں سلادیا تھا اسی طرح اپنی قدرت سے انھیں جگادیا تین سو نو سال تک سوتے رہے لیکن جب جاگے بالکل ویسے ہی تھے جیسے سوتے وقت تھے بدن بال کھال سب اصلی حالت میں تھے بس جیسے سوتے وقت تھے ویسے ہی اب بھی تھے کسی قسم کا کوئی تغیر نہ تھا، آپس میں کہنے لگے کیوں جی ہم کتنی مدت سوتے رہے؟ تو جواب ملا کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم کیونکہ صبح کے وقت یہ سوگئے تھے اور اسوقت شام کا وقت تھا اس لئے انھیں یہی خیال ہوا لیکن پھر خود انھیں خیال ہوا کہ ایسا تو نہیں اس لئے انھوں نے ذہن لڑانا چھوڑدیا اور فیصلہ کن بات کہدی کہ اس کا صحیح علم صرف خدائے تعالیٰ کو ہی ہے اب چونکہ بھوک پیاس معلوم ہورہی تھی اس لئے انھوں نے بازار سے سودا منگوانے کی تجویز کی دام ان کے پاس تھے جن میں سے کچھ راہِ للہ خرچ کئے تھے کچھ موجود تھے تو کہنے لگے اسی شہر میں کسی کو دام دیکر بھیجو وہ وہاں سے کوئی پاکیزہ چیز کھانے پینے کی لائے یعنی عمدہ اور بہتر چیز جیسے آیت وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا یعنی اگر خدائے تعالیٰ کا فضل وکرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی پاک نہ ہوتا اور آیت میں ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وہ فلاح پاگیا جس نے پاکیزگی کی زکوٰۃ کو بھی زکوٰۃ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مال کو طیب و طاہر کردیتی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ مراد بہت سا کھانا لانے سے ہے جیسے کھیتی کے بڑھ جانے کے وقت عرب کہتے ہیں زَكَا الزَّرْعُ اور جیسے شاعر کا قول ہے ؎

قَبَائِلُنَا سَبْعٌ وَّاَنْتُمْ ثَلٰثَةٌ
وَالسَّبْعُ اَزْكٰى مِنْ ثَلٰثٍ وَّاَطْيَبُ

پس یہاں بھی یہ لفظ زیادتی اور کثرت کے معنی میں ہے لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے اس لئے کہ اصحاب کہف کا مقصد اس قول سے حلال چیز کا لانا تھا خواہ وہ زیادہ یا کم کہتے ہیں کہ جانے والے کو بہت احتیاط برتنی چاہیئے۔ آنے جانے اور سودا خریدنے میں ہوشیاری سے کام لے جہاں تک ہوسکے لوگوں کی نگاہوں میں نہ چڑھے دیکھو ایسا نہ ہو کوئی معلوم کرلے اگر انھیں علم ہوگیا تو پھر خیر نہیں، دقیانوس کے آدمی اگر تمھاری جگہ کی خبر پاگئے

تو وہ طرح طرح کی سخت سزائیں تمہیں دیں گے کہ یا تو تم ان سے گھبرا کر دین حق چھوڑ دو پھر سے کافر ہو جاؤ، یا یہ کہ وہ انہی سزاؤں میں تمہارا کام ہی ختم کر دیں گے، اگر تم ان کے دین میں جا ملے تو سمجھ لو کہ تم نجات سے دست بردار ہو گئے پھر تو خدا کے ہاں کا چھٹکارا تمہارے لئے محال ہو جائے گا۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ

ہم نے اس طرح لوگوں کو ان کے حال سے آگاہ کر دیا کہ وہ جان لیں

وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ

کہ خدا کا وعدہ بالکل سچا ہے۔ اور قیامت میں کوئی شک شبہ

فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ

نہیں۔ جب کہ وہ اپنے امر میں آپس میں اختلاف کر رہے تھے

فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ

کہنے لگے کہ ان کے غار پر ایک عمارت بنا لو، ان کا رب ہی ان کے حال

بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ

کا زیادہ عالم ہے۔ جن لوگوں نے انکے بارے میں غلبہ پایا وہ کہنے لگے کہ ہم تو

لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ㉑

ان کے آس پاس مسجد بنا لیں گے۔

ارشاد ہے کہ اسی طرح ہم نے اپنی قدرت سے لوگوں کو ان کے حال پر آگاہ کر دیا تاکہ خدا کے وعدے اور قیامت کے آنے کی سچائی کا انھیں علم ہو جائے کہتے ہیں کہ اس زمانے کے وہاں لوگوں کو قیامت کے آنے میں کچھ شکوک پیدا ہو چلا تھا، ایک جماعت تو کہتی تھی کہ فقط روحیں دوبارہ جی اٹھیں گی جسم کا اعادہ نہ ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے صدیوں بعد اصحاب کہف کو جگا کر قیامت کے ہونے اور جسموں کے دوبارہ جی اٹھنے کی حجت واضح کر دی اور عینی دلیل دیدی مذکور ہے کہ جب ان میں سے ایک صاحب دام لیکر سودا خریدنے کو غار سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ان کی دیکھی ہوئی ایک چیز نہیں سارا نقشہ بدلا ہوا ہے اس شہر کا نام افسوس تھا زمانے گذر چکے تھے بستیاں بدل چکی تھیں صدیاں بیت گئی تھیں اور یہ تو اپنے نزدیک یہی سمجھے ہوئے تھے کہ ہمیں یہاں پہنچے ایک آدھ دن گزرا ہے یہاں انقلاب زمانہ اور کا اور ہو چکا تھا، جیسے کسی نے کہا ہے ؎

اَمَّا الدِّيَارُ فَاِنَّهَا كَدِيَارِهِمْ
وَاَرٰى رِجَالَ الْحَيِّ غَيْرَ رِجَالِهٖ

گھر گو انہی جیسے ہیں لیکن قبیلے کے لوگ تو سب اور ہی ہیں اس نے دیکھا کہ نہ تو شہر کی کوئی چیز اپنے حال پر ہے نہ شہر کا ایک رہنے والا جان پہچان کا ہے نہ یہ کسی کو جانیں نہ انھیں کوئی پہچانے تمام عام خاص اور ہی ہیں یہ اپنے دل میں حیران تھا دماغ چکرا رہا تھا کہ کل شام ہم شہر کو چھوڑ کر گئے ہیں یہ دفعتاً ہو کیا گیا، ہر چند سوچتا تھا کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی آخر خیال کرنے لگا کہ شاید میں مجنون ہو گیا ہوں یا میرے حواس ٹھکانے نہیں رہے یا مجھے کوئی مرض لگ گیا ہے یا میں خواب میں ہوں، لیکن فوراً ہی یہ خیالات ہٹ گئے مگر کوئی بات بند نہ بیٹھ سکی اس لئے ارادہ کر لیا کہ مجھے سودا لے کر اس شہر کو جلد چھوڑ دینا چاہیئے، ایک دوکان پر جا کر اسے دام دیئے اور سودا کھانے پینے کا طلب کیا، دوکاندار نے اس سکے کو دیکھ کر سخت تر تعجب کا اظہار کیا اور اسے اپنے پڑوسی کو دیا کہ بھئی دیکھنا یہ سکہ کیسا ہے؟ کب کا ہے؟ کس زمانے کا ہے؟ اس نے دوسرے کو دیا اس سے کسی اور نے دیکھنے کو مانگ لیا، الغرض وہ تو ایک تماشہ بن گیا ہر زبان سے یہی نکلنے لگا کہ اس نے کسی پرانے زمانے کا خزانہ پایا ہے، اس میں سے یہ لایا ہے اس سے پوچھو یہ کہاں کا ہے؟ کون ہے؟ یہ سکہ کہاں سے پایا؟ چنانچہ لوگوں نے اسے گھیر لیا، ٹھٹھ لگا کر کھڑے ہو گئے اور اوپر تلے ٹیڑھے ترچھے سوالات شروع کر دیئے، اس نے کہا میں تو اسی شہر کا رہنے والا ہوں، کل شام کو میں یہاں سے گیا ہوں یہاں کا بادشاہ دقیانوس ہے۔ اب تو سب نے قہقہہ لگا کر کہا بھئی یہ تو کوئی پاگل آدمی ہے، آخر اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا، اس سے سوالات ہوئے اس نے تمام حال

کہہ سنایا اب ایک طرف بادشاہ اور سب لوگ متحیر ایک طرف یہ خود ششدر و حیران، آخر سب لوگ ان کے ساتھ ہوئے کہ اچھا ہمیں اپنے ساتھی دکھاؤ اور اپنا غار بھی دکھا دو یہ انہیں لیکر چلے غار کے پاس پہنچکر کہا تم ذرا ٹھہرو میں انہیں جا کر خبر کر دوں، ان کے الگ ہٹتے ہی اللہ تعالیٰ نے ان پر بے خبری کے پردے ڈال دیئے انھیں نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کہاں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر اس راز کو مخفی کر لیا، ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ لوگ مع بادشاہ کے گئے ان سے ملے سلام علیک ہوئی بغل گیر ہوتے بادشاہ خود مسلمان تھا اس کا نام تندوسیس تھا اصحاب کہف ان سے مل کر بہت خوش ہوئے اور محبت وانسیت سے ملے جلے باتیں کیں، پھر واپس جا کر اپنی اپنی جگہ جا لیٹے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں فوت کر لیا رحمہم اللہ اجمعین، واللہ اعلم۔

کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباس رضؓ حبیب بن مسلمہ کے ساتھ ایک غزوے میں تھے وہاں انھوں نے روم کے شہروں میں ایک غار دیکھا جس میں ہڈیاں تھیں لوگوں نے کہا یہ ہڈیاں اصحاب کہف کی ہیں آپ نے فرمایا تین سو سال گزر چکے کہ ان کی ہڈیاں کھوکھلی ہو کر مٹی ہو گئیں (ابن جریر) پس فرماتا ہے کہ جیسے ہم نے انھیں انوکھی طرز پر سلایا اور بالکل انوکھے طور پر جگایا اسی طرح بالکل انوکھے طرز پر اہل شہر کو ان کے حالات سے مطلع فرمایا تاکہ انھیں خدا تعالیٰ کے وعدوں کی حقانیت کا علم ہو جائے اور قیامت کے ہونے میں اور اس کے برحق ہونے میں انھیں کوئی شک نہ رہے اس وقت وہ آپس میں سخت مخالف تھے لڑ جھگڑ رہے تھے بعض قیامت کے قائل تھے بعض منکر تھے پس اصحاب کہف کا ظہور منکروں پر حجت اور ماننے والوں کے لئے دلیل بن گیا اب اس بستی والوں کا ارادہ ہوا کہ ان کے غار کا منہ بند کر دیا جائے اور انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے جنھیں کام کا غلبہ حاصل تھا انھوں نے ارادہ کیا کہ ہم تو ان کے ارد گرد مسجد بنا لیں گے امام ابن جریر ان لوگوں کے بارے میں دو قول نقل کرتے ہیں ایک یہ کہ ان میں سے مسلمانوں نے کہا تھا دوسرے یہ کہ یہ قول کفار کا تھا، واللہ اعلم لیکن بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قائل کلمہ گو تھے ہاں یہ بات اور ہے کہ ان کا یہ کہنا اچھا تھا یا برا؟ تو اس بارے میں صاف حدیث موجود ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انھوں نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا جو انھوں نے کیا اس سے آپ اپنی امت کو بچانا چاہتے تھے، اسی لئے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں جب حضرت دانیال کی قبر عراق میں پائی تو فرمایا کہ اسے پوشیدہ کر دیا جائے اور جو رقعہ ملا ہے جس میں بعض لڑائیوں وغیرہ کا ذکر ہے اسے بھی دفن کر دیا جائے

سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَ

کچھ لوگ تو کہیں گے کہ اصحاب کہف تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا

يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا

کچھ کہیں گے کہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا، نشانہ دیکھے بغیر

بِالْغَيْبِ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ

پتھر چلا دینا۔ کچھ کہیں گے کہ وہ سات ہیں، اور ان کا کتا آٹھواں ہے

قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا

تو کہدے کہ میرا پروردگار ان کی تعداد کو بخوبی جاننے والا ہے انھیں

قَلِيْلٌ ۥ قف فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا

بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں۔ پس تو ان کے مقدمے میں صرف سرسری گفتگو

وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾

ہی کر اور ان میں سے کسی سے ان کے بارے میں پوچھ گچھ بھی نہ کر۔

لوگ اصحاب کہف کی گنتی میں کچھ کچھ کہا کرتے تھے تین قسم کے لوگ تھے چوتھی گنتی بیان نہیں فرمائی، دو پہلے کے اقوال کو تو ضعیف کر دیا کہ یہ اٹکل کے تکے ہیں بے نشانے کے پتھر ہیں کہ اگر کہیں لگ جائے تو کمال نہیں نہ لگیں تو زوال نہیں ہاں تیسرا قول بیان فرما کر سکوت اختیار فرمایا تردید نہیں کی یعنی سات وہ آٹھواں ان کا کتا، اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی

بات صحیح ہے اور واقع میں یونہی ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر بہتر یہی ہے کہ علم خدا کی طرف اسے لوٹا دیا جائے ایسی باتوں میں باوجود کوئی صحیح علم نہ ہونے کے غور و خوض کرنا عبث ہے جس بات کا علم ہوجائے منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے اس گنتی کا صحیح علم بہت کم لوگوں کو ہے ابن عباس رضہ فرماتے ہیں میں انہی میں سے ہوں میں جانتا ہوں وہ سات تھے حضرت عطاؔ خراسانی کا قول بھی یہی ہے اور یہی ہم نے پہلے لکھا تھا ان میں کے بعض تو بہت ہی کم عمر تھے عنفوان شباب میں تھے یہ لوگ دن رات اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے روتے رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے تھے مروی ہے کہ یہ نو تھے ان میں جو سب سے بڑے تھے ان کا نام مکسلمین تھا اسی نے بادشاہ سے باتیں کیں تھیں اور اسے خدائے واحد کی عبادت کی دعوت دی تھی، باقی کے نام یہ ہیں مخشلمین، یملیخا، مرطونس، کشطونس، بیرونس، دنیموس، بطیونس اور قابوس ہاں ابن عباسؓ کی صحیح روایت یہی ہے کہ یہ سات شخص تھے آیت کے ظاہری الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے شعیب جبائی کہتے ہیں ان کے کتے کا نام حمران تھا لیکن ان ناموں کی صحت میں نظر ہے واللہ اعلم، ان میں بہت سی چیزیں اہل کتاب سے لی ہوئی ہیں، پھر اپنے نبی کو ارشاد فرمایا کہ آپ ان کے بارے میں زیادہ بحث و مباحثہ نہ کریں یہ ایک نہایت ہی ہلکا کام ہے جس میں کوئی بڑا فائدہ نہیں اور نہ ان کے بارے میں کسی سے دریافت کیجئے کیونکہ عموماً وہ اپنے ہی سے جوڑ کر کہتے ہیں کوئی صحیح اور سچی دلیل ان کے ہاتھوں میں نہیں اور خدائے تعالیٰ نے جو کچھ آپ کے سامنے بیان فرمایا ہے یہ جھوٹ سے پاک ہے شک و شبہ سے دور ہے قابل ایمان و یقین ہے بس یہی حق ہے اور سب سے مقدم ہے ∴

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ

ہرگز ہرگز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کرلوں گا مگر ساتھ ہی

غَدًا ㉓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ

انشاء اللہ کہہ لینا اور جب بھی بھولے

رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ

اپنے پروردگار کی یاد کرلیا کرنا اور کہتے رہنا کہ مجھے پوری

يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا

امید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کے

رَشَدًا ㉔

قریب کی بات کی رہبری کرے،

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے ختم المرسلین نبی صلعم سے ارشاد فرماتا ہے کہ جس کام کو کل کرنا چاہو تو یوں نہ کہدیا کرو کہ "کل کروں گا" بلکہ اسکے ساتھ ہی انشاء اللہ کہہ لیا کرو، کیونکہ کل کیا ہوگا اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے علام الغیوب اور تمام چیزوں پر قادر صرف وہی ہے اس کی مدد طلب کرلیا کرو، صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی نوے بیویاں تھیں ایک روایت میں ہے سو تھیں ایک میں ہے بہتر تھیں تو آپ نے ایک بار کہا کہ آج رات میں ان سب کے پاس جاؤں گا، ہر عورت کے بچہ ہوگا تو وہ راہ خدا میں جہاد کریں گے، اس وقت فرشتہ نے کہا انشاء اللہ کہو، مگر حضرت سلیمانؑ نے نہ کہا اپنے ارادے کے مطابق وہ سب بیویوں کے پاس گئے مگر بجز ایک بیوی کے کسی کے ہاں بچہ نہ ہوا اور جس ایک کے ہاں ہوا بھی وہ بھی آدھے جسم کا تھا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو یہ ارادہ ان کا پورا ہوتا اور ان کی حاجت روائی ہوتی اور یہ سب بچے جوان ہوکر راہ خدا کے مجاہد بنتے۔

اسی سورت کی تفسیر کے شروع میں اس آیت کا شان نزول بیان ہوچکا ہے کہ جب آپ سے اصحاب کہف کا قصہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں کل تمہیں جواب دوں گا انشاء اللہ نہ کہا

اس بنا پر پندرہ دن تک وحی نازل نہ ہوتی، اس حدیث کو پوری طرح ہم نے اس سورت کی تفسیر کے شروع میں بیان کر دیا ہے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی حاجت نہیں، پھر بیان فرماتا ہے کہ جب بھول جائے تب اپنے رب کو یاد کر، یعنی انشاء اللہ کہنا اگر موقعہ پر یاد نہ آیا تو جب یاد آئے کہہ لیا کر، حضرت ابن عباس رضؓ اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جو حلف کھائے کہ اسے پھر بھی انشاء اللہ کہنے کا حق ہے گو سال بھر گزر چکا ہو مطلب یہ ہے کہ اپنے کلام میں یا قسم میں انشاء اللہ کہنا بھول گیا تو جب بھی یاد آئے کہہ لے گو کتنی ہی مدت گذر چکی ہو اور گو اس کا خلاف بھی ہو چکا ہو اس سے یہ مطلب نہیں کہ اب اس پر قسم کا کفارہ نہیں رہا، اور اسے قسم کے توڑنے کا اختیار ہے یہی مطلب اس قول کا امام ابن جریرؒ نے بیان فرمایا ہے اور یہی بالکل ٹھیک ہے اسی پر حضرت ابن عباسؓ کا کلام محمول کیا جا سکتا ہے ان سے اور حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ مراد انشاء اللہ کہنا بھول جانا ہے اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ یہ مخصوص ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ دوسرا کوئی تو اپنی قسم کے ساتھ ہی متصل طور پر انشاء اللہ کہنا تو معتبر ہے یہ بھی ایک مطلب ہے کہ جب کوئی بات بھول جاؤ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کیونکہ بھول شیطانی حرکت ہے اور ذکر خدا یاد کا ذریعہ ہے پھر فرماتا ہے کہ تجھ سے کسی ایسی بات کا سوال کیا جائے کہ تجھے اس کا علم نہ ہو تو تو اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کر اور اس کی طرف توجہ کر تا کہ وہ تجھے ٹھیک بات اور ہدایت والی راہ بتا اور دکھا دے اور بھی اقوال اس میں ہیں، واللہ اعلم ۔

وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ

وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال تک رہے بلکہ

وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ

نو سال اور زیادہ گزار دیئے تو کہدے کہ اللہ ہی کو اُن کے

بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ

ٹھیرے رہنے کی مدت کا بخوبی علم ہے آسمانوں اور زمینوں کا

وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ

غیب صرف اسی کو حاصل ہے، وہ کیا ہی اچھا دیکھنے سننے والا ہے، سوائے

مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ۡ وَّلَا یُشْرِكُ

خدا کے ان کا کوئی مدد گار نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں کسی کو

فِیْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

شریک نہیں کرتا ۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس مدت کی خبر دیتا ہے جو اصحاب کہف نے اپنے سونے کے بارے میں گزاری کہ وہ مدت سورج کے حساب سے تین سو سال کی تھی اور چاند کے حساب سے تین سو نو سال کی تھی فی الواقع شمسی اور قمری سال میں ہر سو سال پر تین سال کا فرق پڑتا ہے، اسی لئے تین سو الگ بیان کر کے پھر نو الگ بیان کئے ۔

پھر فرماتا ہے کہ جب تجھ سے ان کے سونے کی مدت دریافت کی جائے اور تیرے پاس اس کا کچھ علم نہ ہو اور نہ خدا نے تجھے واقف کیا ہو تو تو آگے نہ بڑھ اور ایسے امور میں جواب دیا کر کہ اللہ ہی کو صحیح علم ہے آسمان اور زمین کا غیب وہی جانتا ہے ہاں جسے وہ بات بتا دے وہ جان لیتا ہے ۔

قتادہ رح کہتے ہیں یہ قول کہ وہ تین سو سال ٹھہرے تھے اہل کتاب کا ہے اور خدائے تعالیٰ نے اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے ...... اللہ ہی کو اس کا پورا علم ہے حضرت عبداللہؓ سے بھی اسی معنی کی قرآت مروی ہے ۔ لیکن قتادہ رضہ کا یہ قول تامل طلب ہے اس لئے کہ اہل کتاب کے ہاں شمسی سال کا رواج ہے وہ تین سو سال مانتے ہیں تین سو نو ان کا قول نہیں اگر ان ہی کا قول نقل ہوتا تو پھر خدائے تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ اور نو سال زیادہ کئے، بظاہر تو یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ اس بات کی خبر دے رہا ہے نہ کہ کسی کا قول بیان فرماتا ہے یہی اختیار امام ابن جریر رح کا ہے قتادہ رح کی روایت اور ابن مسعودؓ کی قرآت دونوں منقطع ہیں پھر شاذ بھی ہیں، جمہور کی قرآت وہی ہے جو قرآن میں ہے

پس وہ شاذ دلیل کے قابل نہیں، واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے اور ان کی آواز کو خوب سن رہا ہے ان الفاظ میں تعریف کا مبالغہ ہے ان دونوں لفظوں میں مدح کا مبالغہ ہے یعنی وہ خوب سننے اور دیکھنے والا ہے ہر موجود چیز کو دیکھ رہا ہے اور ہر آواز کو سن رہا ہے کوئی کام کوئی کلام اس سے مخفی نہیں کوئی اس سے زیادہ سننے دیکھنے والا نہیں سب کے عمل دیکھ رہا ہے سب کی باتیں سن رہا ہے خلق کا خالق امر کا مالک وہی ہے کوئی اس کے فرمان کو روک نہیں سکتا اسکا کوئی وزیر اور مددگار نہیں نہ کوئی شریک اور مشیر ہے وہ ان تمام کمیوں سے پاک ہے ان تمام نقصانات سے دور ہے ؛

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتٰبِ رَبِّكَ ۚ
تیری جانب جو تیرے رب کی کتاب وحی کی گئی ہے اسے پڑھتا رہ اسکی
لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ
باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں تو اس کے سوا ہرگز ہرگز کوئی پناہ
مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ
کی جگہ نہ پائے گا ۔ اپنے تئیں انھیں کے ساتھ رکھا کر جو اپنے
يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ
پروردگار کو صبح شام پکارتے رہتے ہیں اور
يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ
اس کے چہرے کے ارادے رکھتے ہیں خبردار تیری نگاہیں ان سے نہ ہٹنے پائیں
تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ
کہ دنیوی زندگی کے ٹھاٹھ کے ارادے میں لگ جا، دیکھ اس کا
مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ
کہنا نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی
هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾
خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے ؛

اللہ تعالیٰ کریم اپنے رسولؐ کو اپنے کلام کی تلاوت اور اس کی تبلیغ کی ہدایت کرتا ہے اس کے کلمات کو نہ کوئی بدل سکے نہ ٹال سکے نہ ادھر ادھر کر سکے سمجھ لے کہ اس کے سوا کے جائے پناہ نہیں اگر تلاوت و تبلیغ چھوڑ دی تو پھر بچاؤ کی کوئی صورت نہیں جیسے اور جگہ ہے کہ اے رسولؐ جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اترا ہے اس کی تبلیغ کرتا رہ، اگر نہ کی تو تو نے حق رسالت ادا نہیں کیا لوگوں کے شر سے خدا تجھے بچاتے رکھے گا، اور آیت میں ہے اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ الخ یعنی خدائے تعالیٰ تجھ سے تیرے منصب کی بابت قیامت کے دن ضرور سوال کرے گا اللہ تعالیٰ کا ذکر اسکی تسبیح حمد بڑائی اور بزرگی بیان کرنے والوں کے پاس بیٹھا رہا کر جو صبح شام یاد خدا میں لگے رہتے ہیں، خواہ وہ فقیر ہوں خواہ امیر خواہ رذیل ہوں خواہ شریف خواہ قوی ہوں خواہ ضعیف، قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ آپ چھوٹے لوگوں کی مجلس میں نہ بیٹھا کریں جیسے بلال، عمار، صہیب، خباب، ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ اور ہماری مجلسوں میں بیٹھا کریں پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی درخواست رد کرنے کا حکم فرمایا جیسے اور آیت میں ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ الخ یعنی صبح و شام یاد خدا کرنیوالوں کو اپنی مجلس سے نہ ہٹا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ہم چھ شخص غریب غرباء حضورؐ کی مجلس میں بیٹھے ہوتے تھے سعد بن ابی وقاص، ابن مسعود، قبیلہ ہذیل کا ایک شخص بلال، اور دو آدمی اور، اتنے میں معزز مشرکین آئے اور کہنے لگے انھیں اپنی مجلس میں اس جرأت کے ساتھ نہ بیٹھنے دو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ حضورؐ کے جی میں کیا آیا؟ جو اسی وقت آیت وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ اتری مسند احمد میں ہے کہ ایک واعظ قصہ گوئی کر رہا تھا جو حضورؐ تشریف لائے وہ خاموش ہو گیا تو آپ نے فرمایا تم بیان کئے چلے جاؤ میں تو صبح کی نماز سے لے کر آفتاب کے نکلنے تک اسی مسجد میں بیٹھا رہوں تو اپنے لئے چار غلام آزاد کرنے سے بہتر سمجھتا ہوں اور حدیث میں ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں ایسی مجلس میں بیٹھ جاؤں یہ مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے ابو داؤد طیالسی میں ہے کہ ذکر اللہ کرنے والوں کے ساتھ صبح کی نماز سے سورج نکلنے تک بیٹھ جانا مجھے تو تمام دنیا سے

زیادہ پیارا ہے اور نماز عصر کے بعد سے سورج کے غروب ہونے تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مجھے آٹھ غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ پیارا ہے گو وہ غلام اولادِ اسمٰعیل سے گراں قدر اور قیمتی کیوں نہ ہوں گو ان میں سے ایک کی دیت بارہ بارہ ہزار کی ہو تو مجموعی قیمت چھیانوے ہزار کی ہوتی، بعض لوگ چار غلام بتلاتے ہیں لیکن حضرت انسؓ فرماتے ہیں واللہ حضورؐ نے آٹھ غلام فرمائے ہیں، بزار میں ہے کہ حضورؐ آئے ایک صاحب سورۂ کہف کی قرأت کر رہے تھے آپ کو دیکھ کر خاموش ہو گئے تو آپ نے فرمایا یہی ان لوگوں کی مجلس ہے جہاں اپنے نفس کو روکے رکھنے کا مجھے علم الٰہی ہوا ہے اور روایت میں ہے کہ یا تو سورۂ حج کی تلاوت کر رہے تھے یا سورۂ کہف کی مسند احمد میں ہے فرماتے ہیں ذکر اللہ کے لئے جو مجلس جمع ہو نیت بھی ان کی بخیر ہو تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے کہ اٹھو اللہ نے تمہیں بخش دیا تمہاری برائیاں بھلائیوں سے بدل گئیں طبرانی میں ہے کہ جب یہ آیت اتری آپ اپنے کسی گھر میں تھے اسی وقت ایسے لوگوں کی تلاش میں نکلے کچھ لوگوں کو ذکر اللہ میں پایا جن کے بال بکھرے ہوئے تھے کھالیں خشک تھیں بہ مشکل ایک ایک کپڑا انہیں حاصل تھا فوراً ان کی مجلس میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں ایسے لوگ رکھے ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا ہے پھر فرماتا ہے ان سے تیری آنکھیں تجاوز نہ کریں ان یادِ خدا کرنے والوں کو چھوڑ کر مالداروں کی تلاش میں نہ لگ جانا جو دین سے برگشتہ ہیں جو عبادت سے دور ہیں جن کی برائیاں بڑھ گئی ہیں جن کے اعمال حماقت کے ہیں تو انکی پیروی نہ کرنا ان کے طریقے کو پسند نہ کرنا ان پر رشک بھری نگاہیں نہ ڈالنا ان کی نعمتیں للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھنا جیسے فرمان ہے وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ الخ ہم نے انہیں جو دنیوی عیش و عشرت دے رکھی ہے یہ صرف ان کی آزمائش کے لئے ہے تو للچائی ہوئی نگاہوں سے انہیں نہ دیکھنا دراصل تیرے رب کے پاس کی روزی بہتر اور بہت باقی ہیں ؛

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ

اعلان کر دے کہ یہ سراسر برحق قرآن تمہارے رب کی طرف کا ہے اب جو چاہے ایمان لائے

وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ

جو چاہے کفر کرے، ظالموں کے لئے ہم نے وہ آگ

نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ط وَاِنْ

تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انہیں گھیر لیں گی۔ اگر وہ

يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي

فریاد رسی چاہیں گے تو انکی فریاد رسی اس پانی سے کی جائیگی جو پگھلے ہوئے تانبے

الْوُجُوْهَ ط بِئْسَ الشَّرَابُ ط وَ

جیسا ہوگا جو چہرے بھون دیگا بڑا ہی برا پانی ہے۔ اور

سَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾

بڑی بری آرام گاہ دوزخ ہے ؛

جو کچھ میں اپنے رب کے پاس سے لایا ہوں وہی حق ہے صدق اور سچائی ہے، شک و شبہ سے بالکل خالی اب جس کا جی چاہے مانے نہ چاہے نہ مانے، نہ ماننے والوں کے لئے آگ جہنم تیار ہے جس کی چار دیواری کے جیل خانے میں یہ بے بس ہوں گے حدیث میں ہے کہ جہنم کی چار دیواری کی وسعت چالیس چالیس سال کی راہ کی ہے، مسند احمد، اور خود وہ دیواریں بھی آگ کی ہیں، اور روایت میں ہے سمندر بھی جہنم ہے پس اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا واللہ نہ اس میں جاؤں جب تک زندہ رہوں اور نہ اس کا کوئی قطرہ مجھے پہنچے "مہل" کہتے ہیں غلیظ پانی کو جیسے زیتون کے تیل کی تلچھٹ اور جیسے خون اور پیپ جو بے حد گرم ہو حضرت ابن مسعودؓ نے ایک مرتبہ سونا پگھلایا جب وہ پانی جیسا ہو گیا اور جوش مارنے لگا فرمایا "مہل" کی مشابہت اس میں ہے جہنم کا پانی بھی سیاہ ہے وہ خود بھی سیاہ ہے جہنمی بھی سیاہ ہیں۔ مہل۔ سیاہ رنگ بدبودار غلیظ گندی سخت گرم چیز ہے چہرے کے پاس جاتے ہی کھال جھلس دیتی ہے منہ جلا دیتی ہے مسند احمد میں ہے کافر کے منہ کے پاس جاتی ہی اسکے چہرے کی کھال

جھلس کر اس میں آ پڑے گی، قرآن میں ہے وہ پیپ پلائے جائیں گے بہ مشکل ان کے حلق سے اترے گی چہرے کے پاس آتے ہی کھال جل کر گر پڑے گی، پیتے ہی آنتیں کٹ جائیں گی ان کی ہائے وائے شور غل پر یہ پانی ان کو پینے کو دیا جائے گا۔ بھوک کی شکایت پر زقوم کا درخت دیا جائے گا جس سے ان کی کھالیں اس طرح جسم چھوڑ کر اتر جائیں گی کہ ان کے پہچاننے والا ان کھالوں کو دیکھ کر بھی پہچان لے پھر پیاس کی شکایت پر سخت گرم کھولتا ہوا پانی ملیگا جو منہ کے پاس پہنچتے ہی تمام گوشت کو بھون ڈالیگا ہائے کیا برا پانی ہے یہ وہ گرم پانی پلائے جائیں گے جو ان کی آنتیں کاٹ دے گا سخت گرم بہتے ہوئے نالے سے انھیں پانی پلایا جائیگا ان کا ٹھکانہ ان کی منزل ۔۔ ان کا گھر ان کی آرامگاہ بھی نہایت بُری ہے جیسے اور آیت میں ہے اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ وہ بڑی بُری جگہ اور بے حد کٹھن منزل ہے ؛

اوپر برے لوگوں کا حال اور قال بیان فرمایا اب نیکوں کا آغاز وانجام بیان ہو رہا ہے یہ خدا رسول اور کتاب کے ماننے والے نیک عمل کرنے والے ہوتے ہیں انکے لئے ہمیشگی والی مدامی جنتیں ہیں انکے بالا خانوں کے اور باغات کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں انھیں زیورات خصوصًا سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے ان کا لباس وہاں خالص ریشم کا ہوگا نرم باریک اور نرم موٹے ریشم کا لباس ہوگا یہ بہ آرام شاہانہ شان مسندوں پر جو تختوں پر ہونگی تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے کہا گیا ہے کہ لیٹنے والا چار زانو بیٹھنے کا نام بھی اتکا ہے ممکن ہے یہی مراد یہاں بھی ہو چنانچہ حدیث میں ہے میں اتکا کر کے کھانا نہیں کھاتا" اس میں یہی دو قول ہیں اَرَآئِكُ جمع ہے اریکة کی تخت چھپر کھٹ وغیرہ کو کہتے ہیں کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور کتنی ہی اچھی آرام دہ جگہ ہے برخلاف دوزخیوں کے کہ انھیں بُری سزا اور بُری جگہ ہے سورۂ فرقان میں بھی انہی دونوں گروہ کا اسی طرح مقابلہ بیان ہے ؛

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا
یقیناً جو لوگ ایمان لائیں نیک اعمال کریں ہم تو
لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾
کسی نیک عمل کرنے والے کا ثواب ضائع نہیں کرتے،
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ
ان کے لئے ہمیشگی والی جنتیں ہیں ان کے
تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ
نیچے سے نہریں جاری ہوں گی وہاں یہ سونے کے
مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا
کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ نرم و
مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ
باریک اور موٹے ریشم کے لباس پہنیں گے وہاں
فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۭ نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ
تختوں کے اوپر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے، کیا خوب بدلہ ہے
وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾
اور کس قدر عمدہ آرام گاہ ہے ؛

۴ ع ۱۹ ۱۶

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا
انھیں ان دو شخصوں کی مثال بھی سنا دے جن میں
لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا
ایک کو ہم نے دو باغ انگوروں کے دے رکھے تھے جنھیں کھجوروں
بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا
کے درختوں سے ہم نے گھیر رکھا تھا اور دونوں کے درمیان کھیتی پیدا کر رکھی تھی دونوں
الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ
باغ اپنا پھل خوب لائے تھے اس میں کوئی کمی نہ تھی
شَيْـــًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ
ہم نے ان باغوں کے درمیان نہر جاری کر رکھی تھی، الغرض اس کے
لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ
میوے تھے ایک دن اس نے باتوں ہی باتوں میں اپنے ساتھی سے کہا کہ میں
اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَ
تجھ سے زیادہ مال دار ہوں اور جتھے کے اعتبار سے بھی زیادہ عزت والا ہوں
دَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ
یہ اپنے باغ میں گیا اور تھا اپنی جان پر ظلم کرنے والا کہنے لگا۔

مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِیْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَآ

کہ میں خیال نہیں کرسکتا کہ کسی وقت بھی یہ برباد ہوجائے ۔ اور نہ میں قیامت

اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ

کو قائم ہونے والی خیال کرتا ہوں اور اگر بالفرض میں اپنے رب کی طرف

اِلٰی رَبِّیْ لَاَجِدَنَّ خَیْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾

لوٹایا بھی گیا تو یقیناً میں اس لوٹنے کی جگہ اس سے بھی زیادہ بہتر پاؤں گا.

چونکہ اوپر مسکین مسلمانوں اور مالدار کافروں کا ذکر ہوا تھا یہاں ان کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے کہ دو شخص تھے جن میں سے ایک مالدار تھا انگوروں کے باغ اردگرد کھجوروں کے درخت درمیان میں کھیتی درخت پھلے ہوئے بیلیں ہری کھیتی سبز پھل پھول بھرپور نقصان کسی قسم کا نہیں ادھر ادھر نہریں جاری اس کے پاس ہر وقت طرح طرح کی پیداوار موجود مالدار شخص، اس کی دوسری قرأت ثُمُرٌ بھی ہے. یہ جمع ثَمَرَةٌ کی جیسے خَشَبَةٌ کی جمع خُشُبٌ الغرض اس نے ایک دن اپنے ایک دوست سے فخر و غرور کرتے ہوئے کہا کہ میں مالداری میں عزت و اولاد میں جاہ و حشم میں نوکر چاکر میں تجھ سے زیادہ حیثیت والا ہوں ایک فاجر شخص کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ دنیا کی یہ چیزیں اس کے پاس بکثرت ہوں یہ اپنے باغ میں گیا اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا یعنی تکبر جبر انکار قیامت اور کفر کرتا ہوا اس قدر مست تھا کہ اس کی زبان سے نکلا ناممکن ہے میری یہ لہلہاتی کھیتیاں یہ پھلدار درخت یہ جاری نہریں یہ سرسبز بیلیں کبھی فنا ہوجائیں حقیقت میں یہ اس کی کم عقلی اور بے ایمانی اور دنیا کی خرمستی اور خدا کے ساتھ کفر کی وجہ تھی اسی لئے کہہ رہا ہے کہ میرے خیال سے تو قیامت آنے والی نہیں اور اگر بالفرض آئی بھی تو ظاہر ہے کہ خدا کا میں پیارا ہوں ورنہ وہ مجھے اس قدر مال و متاع کیسے دیدیتا؟ تو وہ وہاں بھی مجھے اس سے بھی بہتر عطا فرمائے گا جیسے اور آیت میں ہے وَلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰی رَبِّیْٓ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰی اگر میں لوٹایا گیا تو وہاں میرے لئے اور اچھائی ہوگی، اور آیت میں ارشاد ہے اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ یعنی تو نے اسے بھی دیکھا جو کفر تو رہا ہے ہماری آیتوں سے کفر اور باوجود اس کے اس کی تمنا یہ ہے کہ مجھے قیامت کے دن بھی بکثرت مال و اولاد ملیگی یہ خدا کے سامنے دلیری کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر باتیں بناتا ہے اس آیت کا شان نزول عاص بن وائل ہے جیسے کہ اپنے موقعہ پر آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ ؛

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ یُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ

اس کے ساتھی نے اس سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ کیا تو اس خدا سے کفر کرتا

بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ

ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر تجھے پورا آدمی

سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ

بنا دیا ہے. لیکن میں تو عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہی اللہ میرا پروردگار ہے میں اپنے

بِرَبِّیْٓ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ

رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں گا، تو اپنے باغ میں جاتے وقت کیوں نہ کہتا کہ

قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ

خدا کا چاہا ہونیوالا ہے کوئی طاقت نہیں مگر اللہ کی مدد سے اگرچہ تو مجھے

اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰی رَبِّیْٓ

مال اولاد میں اپنے سے کم دیکھ رہا ہے. مگر بہت ممکن ہے کہ میرا رب

اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا

مجھے تیرے اس باغ سے بھی بہتر دے اور اس پر آسمانی

حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾

عذاب بھیجدے تو یہ چٹیل اور پھسلنا میدان ہوجائے ، یا

اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾

اس کا پانی خشک ہوجائے اور تیرے بس میں نہ رہے کہ تو اسے ڈھونڈ لائے.

اس کافر مالدار کو جو جواب اس مومن مفلس نے دیا اسکا بیان ہو رہا ہے کہ کس طرح اس نے وعظ و پند کی ایمان و یقین کی ہدایت کی اور گمراہی اور غرور سے ہٹانا چاہا، فرمایا کہ تو خدا کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے انسانی پیدائش مٹی سے شروع کی پھر اس کی نسل ملے جلے پانی سے جاری رکھی، جیسے آیت كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ الخ ہے کہ تم خدا کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو؟ تم مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا تم اس کی ذات کا اس کی نعمتوں کا انکار کیسے کرسکتے ہو؟ اسکی نعمتوں کی

اس کی قدرتوں کے بے شمار نمونے خود تم میں اور تم پر موجود ہیں کون نادان ایسا ہے جو نہ جانتا ہو کہ وہ پہلے کچھ نہ تھا اللہ تعالیٰ نے اسے موجود کر دیا وہ خود بخود اپنے ہونے پر قادر نہ تھا اللہ تعالیٰ نے اسکا وجود پیدا کیا پھر وہ انکار کے لائق کیسے ہو گیا؟ اس کی توحید الوہیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔

میں تو تیرے مقابلہ میں کھلے الفاظ میں کہہ رہا ہوں کہ میرا رب وہی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے میں اپنے رب کے ساتھ مشرک بننا ناپسند کرتا ہوں، پھر اپنے ساتھی کو نیک رغبت دلانے کے لئے کہتا ہے کہ اپنی لہلہاتی ہوئی کھیتی اور ہرے بھرے میووں سے لدے باغ کو دیکھ کر تو خدا کا شکر کیوں نہیں کرتا؟ کیوں ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ نہیں کہتا؟ اسی آیت کو سامنے رکھ کر بعض سلف کا مقولہ ہے کہ جسے اپنی اولاد یا مال یا حال پسند آئے اُسے یہ کلمہ پڑھ لینا چاہیے۔ ابو یعلیٰ موصلی میں ہے حضور ؐ فرماتے ہیں جب بندے پر خدا کوئی نعمت انعام فرمائے اہل و عیال ہوں دولتمندی ہو فرزند ہوں پھر وہ اس کلمہ کو پڑھے تو اس میں کوئی آنچ نہ آئے گی بجز موت کے پھر آپ اس آیت کی تاویل کرتے حافظ ابو الفتح کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں، مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں جنت کا ایک خزانہ بتلا دوں؟ وہ خزانہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہنا ہے اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اس بندے نے مان لیا اور سونپ دیا، حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے پھر پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا صرف لاحول الخ نہیں بلکہ وہ جو سورۃ کہف میں ہے یعنی مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پھر فرمایا کہ اس نیک شخص نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ مجھے آخرت کے دن بہترین نعمتیں عطا فرمائے اور تیرے اس باغ کو جسے تو ہمیشگی والا سمجھے بیٹھا ہے تباہ کر دے، آسمان سے عذاب بھیج دے، زور کی بارش آندھی کے ساتھ آئے تمام کھیت اور باغ پٹ جائے، سو کھی صاف زمین رہ جائے گویا کہ کبھی یہاں کوئی چیز اُگی ہی نہیں تھی یا اسکی نہروں کا پانی دھنسا دے، غور مصدر ہے معنی میں "غائر" کے بطور مبالغے کے لایا گیا ہے۔

ع ۵ ۱۲ ۱۷

فَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَا

اس کے سارے پھل گھیر لئے گئے پس وہ اپنے اس خرچ پر جو اس نے اس

اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ

میں کیا تھا اپنے ہاتھ ملنے لگا اور وہ باغ تو اوندھا الٹا پڑا ہوا تھا

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾

اور یہ کہہ رہا تھا کہ کاش میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرتا۔

وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اسکی حمایت میں کوئی جماعت نہ اٹھی کہ اللہ سے اس کا کوئی بچاؤ کرتی اور نہ

وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ

وہ خود ہی بدلہ لینے والا بن سکا۔ یہیں سے ثابت ہے کہ اختیارات اس اللہ تعالیٰ

لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾

ہمیشگی والے کے ہی ہیں، وہ ثواب دینے کے اور انجام کے اعتبار سے بہت ہی بہتر ہے۔

اُس کا کُل مال کُل پھل غارت ہو گیا وہ مومن اُسے جس بات سے ڈرا رہا تھا وہی ہو کر رہی اب تو وہ اپنے مال کی بربادی پر کفِ افسوس ملنے لگا اور آرزو کرنے لگا کہ کاش میں خدا کے ساتھ مشرک نہ بنتا جن پر فخر کرتا تھا ان میں سے کوئی چیز اسوقت کام نہ آئی فرزند قبیلہ سب رہ گیا فخر و غرور سب ڈھے گیا نہ اور کوئی کھڑا ہوا نہ خود میں ہی ہمت ہوئی، بعض لوگ هُنَالِكَ پر وقف کرتے ہیں اور اسے پہلے جملے کے ساتھ ملا لیتے ہیں یعنی وہاں وہ اپنا انتقام نہ لے سکا اور بعض مُنْتَصِرًا پر آیت کر کے آگے سے نئے جملے کی ابتداء کرتے ہیں وَلَايَةُ کی دوسری قراءت وِلَايَةُ بھی ہے پہلی قرأت پر مطلب یہ ہوا کہ ہر مومن و کافر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں عذاب کے وقت کوئی بھی بجز اس کے کام نہیں آسکتا جیسے فرمان ہے فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ الخ یعنی ہمارے عذاب دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لاتے ہیں اور اس سے پہلے جنہیں ہم شریک خدا ٹھہرا رہے تھے ان سے انکار کرتے ہیں اور جیسے کہ فرعون نے ڈوبتے وقت کہا تھا کہ میں اس خدا پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں شامل ہوتا ہوں اس وقت جواب

ملا کہ اب ایمان قبول کرتا ہے؟ اس سے پہلے تو نافرمان رہا اور مفسدوں میں شامل رہا، واؤ کے کسرے کی قرأت پر یہ معنی ہوئے کہ وہاں حکم صحیح طور پر اللہ ہی کے لئے ہے لِلّٰهِ الْحَقِّ کی دوسری قرأت قاف کے پیش سے بھی ہے کیونکہ اَلْوَلَايَةُ کی صفت ہے جیسے فرمان ہے اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ الخ میں ہے بعض لوگ قاف کا زیر پڑھتے ہیں انکے نزدیک یہ صفت ہے حق تعالیٰ کی جیسے اور آیت میں ہے ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ الخ اسی لئے پھر فرماتا ہے کہ جو اعمال صرف اللہ ہی کے لئے ہوں انکا ثواب بہت ہوتا ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی وہ بہت بہتر ہیں۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ

ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کر جیسے پانی جسے ہم آسمان سے اتارتے

مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ

ہیں۔ اس سے زمین کی روئیدگی ملتی ہے پھر آخر کار وہ

هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ

چورا چورا ہو جاتی ہے جسے ہوائیں اڑائے لئے پھرتی ہیں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر

مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ

قادر ہے۔ مال اولاد تو دنیا ہی کی زینت ہے

الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ

ہاں البتہ باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک از روئے

ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾

ثواب اور آئندہ کی اچھی توقع کے بہت ہی عمدہ ہیں،

دنیا اپنے زوال اور فنا اور خاتمے اور بربادی کے لحاظ سے مثل آسمانی بارش کے ہے جو زمین کے دانوں وغیرہ سے ملتا ہے اور ہزارہا پودے لہلہانے لگتے ہیں تر و تازگی اور زندگی کے آثار ہر چیز پر ظاہر ہونے لگتے ہیں لیکن کچھ دنوں کے گذرتے ہی وہ سوکھ ساکھ کر چورا چورا ہو جاتے ہیں اور ہوائیں انہیں دائیں بائیں اڑائے پھرتی ہیں اس حالت پر جو قادر تھا وہ اس حالت پر بھی قادر ہے عموماً دنیا کی مثال بارش سے بیان فرمائی جاتی ہے جیسے سورۂ یونس کی آیت اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا الخ اور جیسے سورۂ زمر کی اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً الخ میں اور جیسے سورۂ حدید کی آیت اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا الخ میں صحیح حدیث میں بھی ہے: دنیا سبز رنگ میٹھی ہے الخ پھر فرماتا ہے کہ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں جیسے فرمایا ہے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ الخ انسان کے لئے خواہشوں کی محبت مثلاً عورتیں بیٹے خزانے وغیرہ مزین کر دی گئی ہیں اور آیت میں ہے اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ الخ تمہارے مال تمہاری اولادیں فتنہ ہیں اور اللہ کے پاس اجر عظیم ہے یعنی اس کی طرف جھکنا اس کی عبادت میں مشغول رہنا دنیا طلبی سے بہتر ہے اسی لئے یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ باقیات صالحات ہر لحاظ سے عمدہ چیز ہے مثلاً پانچوں وقت کی نمازیں اور سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اور لا الٰہ الا اللہ اور سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، مسند احمد میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے غلام فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان ایک مرتبہ اپنے صاحبوں میں بیٹھے ہوئے تھے جو مؤذن پہنچا آپ نے پانی منگوایا ایک برتن میں قریب تین پاؤ کے پانی آیا آپ نے وضو کر کے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو کر کے فرمایا جو میرے اس وضو کی طرح وضو کر کے ظہر کی نماز ادا کرے تو صبح سے لیکر ظہر تک کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں پھر عصر میں بھی اسی طرح نماز پڑھ لی تو ظہر سے عصر تک کے تمام گناہ معاف، پھر مغرب کی نماز پڑھی تو عصر سے مغرب تک کے گناہ معاف، پھر عشاء کی نماز پڑھی تو مغرب سے عشاء تک کے گناہ معاف، پھر رات کو وہ سو رہا صبح اٹھ کر نماز فجر ادا کی تو عشاء سے لیکر صبح تک کے گناہ معاف یہی وہ نیکیاں ہیں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں لوگوں نے پوچھا یہ تو ہوئیں نیکیاں، اب اے عثمانؓ آپ بتلائیے کہ باقیات صالحات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔ حضرت سعید بن مسیب رحمہ فرماتے ہیں باقیات صالحات یہ ہیں:- سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ حضرت سعید بن مسیبؒ نے اپنے شاگرد عمارہ سے پوچھا کہ بتلاؤ باقیات صالحات کیا ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نماز اور روزہ، آپ نے فرمایا تم نے صحیح جواب نہیں دیا انھوں نے

کہا زکوٰۃ اور حج فرمایا ابھی جواب ٹھیک نہیں ہوا سنو وہ پانچ کلمے یہ ہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ حضرت ابن عمرؓ سے سوال ہوا آپ نے بجز الحمد للہ کے اور چار کلمات بتائے، حضرت مجاہدؒ بجز لا حول الخ کے اور چاروں کلمات بتلاتے ہیں حسنؒ اور قتادہؒ بھی ان ہی چاروں کلمات کو باقیات صالحات بتلاتے ہیں ابن جریرؒ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ یہ ہیں باقیاتِ صالحات، حضورؐ فرماتے ہیں باقیات صالحات کی کثرت کرو پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ فرمایا ملت پوچھا گیا وہ کیا ہے یا رسول اللہؐ! آپنے فرمایا تکبیر تہلیل تسبیح اور الحمد للہ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (احمد) سالم بن عبد اللہ کے مولیٰ عبد اللہ بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سالمؒ نے محمد بن کعب قرظی کے پاس کسی کام کے لئے بھیجا تو انھوں نے کہا سالم سے کہہ دینا کہ فلاں قبر کے پاس کے کونے میں مجھ سے ملاقات کریں مجھے ان سے کچھ کام ہے چنانچہ دونوں کی وہاں ملاقات ہوئی سلام علیک ہوئی تو سالم نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک باقیات صالحات کیا ہیں؟ انہوں نے فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ سالم نے کہا یہ آخری کلمے آپنے اس میں کب سے بڑھایا قرظی نے کہا میں تو ہمیشہ سے اس کلمے کو شمار کرتا ہوں دو تین بار یہی سوال و جواب ہوا تو حضرت محمد بن کعب نے فرمایا کیا تمہیں اس کلمے سے انکار ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں انکار ہے کہا سنو! میں نے حضرت ابو ایوب انصاری رضہ سے سنا ہے انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جب مجھے معراج کرائی گئی میں نے آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا آپ نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ آپکے ساتھ کون ہیں؟ جبرئیل عہ نے جواب دیا محمدؐ ہیں انہوں نے مجھے مرحبا اور خوش آمدید کہا اور فرمایا آپ اپنی امت سے فرما دیجئے کہ وہ جنت میں اپنے لئے بہت کچھ باغات لگائیں، اس کی مٹی پاک ہے اسکی زمین کشادہ ہے میں نے پوچھا وہاں باغات لگانے کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بہ کثرت پڑھیں

مسند احمد میں نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ ایک رات عشاء کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے آسمان کی طرف دیکھ کر نظریں نیچی کرلیں ہمیں خیال ہوا کہ شاید آسمان میں کوئی نئی بات ہوئی ہے پھر آپ نے فرمایا میرے بعد جھوٹ بولنے والے اور ظلم کرنے والے بادشاہ ہونگے جو انکے جھوٹ کو سچائے اور انکے ظلم میں ان کی طرفداری کرے وہ مجھ سے نہیں اور نہ میں اس کا ہوں اور جو ان کے جھوٹ کو نہ سچائے اور انکے ظلم میں ان کی طرفداری نہ کرے وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں لوگو سن رکھو! سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ یہ باقیاتِ صالحات یعنی باقی رہنے والی نیکیاں ہیں، مسند میں ہے آپنے فرمایا واہ واہ پانچ کلمات ہیں اور نیکی کی ترازو میں بے حد وزنی ہیں لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر وسبحان اللہ والحمد للہ، اور وہ بچہ جس کے انتقال پر اس کا باپ صبر اور طلب اجر کرے، واہ واہ پانچ چیزیں ہیں جو ان کا یقین رکھتا ہوا اللہ تعالٰی سے ملاقات کرے وہ قطعًا جنتی ہے۔ اللہ پر قیامت کے دن پر، جنت دوزخ پر مرنے کے بعد کے جی اٹھنے پر اور حساب پر ایمان رکھے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت شداد بن اوس رضہ ایک سفر میں تھے کسی جگہ اترے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ چھری لاؤ کھیلیں حسان بن عطیہ کہتے ہیں میں نے اس وقت کہا کہ یہ آپ نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا واقعی میں نے غلطی کی سنو! اسلام لانے کے بعد سے لیکر آج تک میں نے کوئی کلمہ زبان سے ایسا نہیں نکالا جو میرے لئے لگام بن جائے بجز اس ایک کلمے کے پس تم لوگ اسے یاد سے بھلا دو اور اب جو میں کہہ رہا ہوں اسے یاد رکھو، میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب لوگ سونے چاندی کے جمع کرنے میں لگ جائیں تم اس وقت ان کلمات کو بہ کثرت پڑھا کرو: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَۃَ عَلَی الرُّشْدِ وَاَسْئَلُکَ شُکْرَ نِعْمَتِکَ وَاَسْئَلُکَ حُسْنَ عِبَادَتِکَ وَاَسْئَلُکَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَّاَسْئَلُکَ لِسَانًا صَادِقًا وَّاَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا تَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝ یعنی اے اللہ! میں تجھ سے اپنے کام کی ثابت قدمی اور نیکی کے کام کا پورا قصد اور تیری نعمتوں کی

شکرگذاری کی توفیق طلب کرتا ہوں اور تجھ سے دعا ہے کہ تو مجھے سلامتی والا دل اور سچی زبان عطا فرما تیرے علم میں جو بھلائی ہے میں اس کا خواستگار ہوں اور تیرے علم میں جو برائی ہے میں اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں، پروردگار ہر اس برائی سے میری توبہ ہے جو تیرے علم میں ہو، بے شک غیب داں تو ہی ہے، حضرت سعد بن عبادہ رضؓ فرماتے ہیں کہ اہل طائف میں سے سب سے پہلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں اپنے گھر سے صبح ہی صبح چل کھڑا ہوا اور عصر کے وقت منیٰ میں پہنچ گیا پہاڑ پر چڑھا پھر اترا پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اسلام قبول کیا۔ آپ نے مجھے سورۃ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور اِذَا زُلْزِلَتْ سکھائی اور یہ کلمات تعلیم فرمائے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ فرمایا یہ ہیں باقی رہنے والی نیکیاں، اس سند سے مروی ہے کہ جو شخص رات کو اٹھے وضو کرے کلی کرے پھر سو بار سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں بجز قتل وخون کے وہ معاف نہیں ہوتا، ابن عباس فرماتے ہیں باقیاتِ صالحات ذکر اللہ ہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَبَارَکَ اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ہے اور وہ نماز حج صدقہ غلاموں کی آزادی، جہاد صلہ رحمی اور کل نیکیاں یہ سب باقیات صالحات ہیں جن کا ثواب جنت والوں کو جب تک آسمان و زمین میں رہیں ملتا رہتا ہے، فرماتے ہیں پاکیزہ کلام بھی اسی میں داخل ہے، حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کل اعمال صالحہ اس میں داخل ہیں، امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے مختار بتلاتے ہیں:۔

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً
جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور زمین کو تو صاف کھلی ہوئی دیکھیگا،
وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ وَ
اور تمام لوگوں کا ہم حشر کریں گے ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑیں، سب

عُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا
کے سب تیرے رب کے سامنے صف بستہ حاضر کیے جائیں گے یقیناً ہم تمہیں اسی طرح
خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ
لائے جس طرح تمہیں اول مرتبہ ہم نے پیدا کیا تھا لیکن تم تو اسی خیال میں
نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ
رہے کہ ہم تمہارے لئے کوئی وعدہ گاہ کرینگے ہی نہیں نامۂ اعمال درمیان میں
فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ
رکھ دیے جائیں گے پس تو دیکھیگا کہ گنہگار اس کی تحریر سے خوف زدہ ہو رہے ہوں گے
يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ
اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری خرابی یہ کیسی کتاب ہے؟ جس نے کوئی
صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا
چھوٹا بڑا بغیر گھیرے باقی ہی نہیں چھوڑا جو کچھ انھوں نے کیا تھا
مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾
سب موجود پائیں گے۔ تیرا رب کسی پر ظلم و ستم نہ کرے گا۔

ع ۵
۱۸

اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرما رہا ہے اور جو تعجب خیز بڑے بڑے کام اس دن ہوں گے، ان کا ذکر کر رہا ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا پہاڑ اڑ جائیں گے گو تمہیں جمے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن اس دن تو بادلوں کی طرح تیزی سے چل رہے ہوں گے، آخر روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے، زمین صاف چٹیل میدان ہو جائے گی جس میں کوئی اونچ نیچ تک باقی نہ رہے گی نہ اس میں کوئی مکان ہوگا، نہ چھپر، ساری مخلوق نظر آئے گی خدا کے بالکل سامنے رو برو ہوگی۔ کوئی بھی مالک سے کسی جگہ چھپ نہ سکے گا کوئی جائے پناہ اور سر چھپانے کی جگہ نہ ہوگی کوئی درخت پتھر گھاس، پھونس دکھائی نہ دے گا تمام اول آخر لوگ جمع ہونگے کوئی چھوٹا بڑا غیر حاضر نہ ہوگا تمام اگلے پچھلے اس مقرر دن جمع کئے جائیں گے اس دن سب لوگ حاضر شدہ ہوں گے اور سب موجود ہونگے، تمام لوگ خدا کے سامنے صف بستہ ہوں گے روح اور فرشتے صفیں باندھے ہوئے کھڑے ہوئے ہوں گے کسی کو بات کرنے کی بھی تاب نہ ہوگی بجز ان کے جنہیں خدائے رحمان اجازت

دے اور وہ بات بھی معقول کہیں، پس یا تو سب کی ایک ہی صف ہوگی یا کئی صفوں میں ہوں گے جیسے ارشاد قرآن ہے تیرا رب آئے گا اور فرشتے صف بہ صف وہاں منکرین قیامت کو سب کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ ہوگی کہ دیکھو جس طرح ہم نے تمہیں اول بار پیدا کیا تھا، اسی طرح دوسری بار بھی پیدا کر کے اپنے سامنے کھڑا کیا، اس سے پہلے تو تم اس کے قائل نہ تھے، نامۂ اعمال سامنے کر دیئے جائیں گے جس میں ہر چھوٹا بڑا، کھلا چھپا عمل لکھا ہوگا، اپنی بداعمالیوں کو دیکھ دیکھ کر گنہگار خوف و حیرت زدہ ہو جائیں گے، اور افسوس و رنج سے کہیں گے کہ ہائے ہم نے اپنی عمر کیسی غفلت میں بسر کی افسوس بدکرداریوں میں لگے رہے اور دیکھو تو اس کتاب نے ایک معاملہ بھی ایسا نہیں چھوڑا جسے لکھا نہ ہو چھوٹے بڑے تمام گناہ اس میں لکھے ہوئے ہیں، طبرانی میں ہے کہ غزوۂ حنین سے فارغ ہو کر ہم چلے۔ ایک میدان میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منزل کی، ہم سے فرمایا جاؤ جسے کوئی لکڑی کوئی ٹکڑی، کوئی کوڑا، کوئی گھاس پھونس جو مل جائے لے آؤ، ہم سب ادھر ادھر ہو گئے، چھپٹیاں چھول لکڑی پتے کانٹے درخت جھاڑ جھنکاڑ جو ملا لے آئے، ڈھیر لگ گیا تو آپ نے فرمایا دیکھو رہے ہو؟ اسی طرح گناہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو چھوٹے بڑے گناہوں سے بچو کیونکہ سب لکھے جا رہے ہیں اور شمار کئے جا رہے ہیں جو خیر و شر بھلائی برائی جس نے کسی کی ہوگی اسے موجود پائے گا۔ جیسے آیت یَوْمَ تَجِدُ الخ اور آیت یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ الخ اور آیت یَوْمَ تُبْلَی الخ میں ہے تمام پوشیدگیاں کھل پڑیں گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر بدعہد کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا اس کی بدعہدی کے مطابق، جس سے اس کی پہچان ہو جائیگی اور حدیث میں ہے کہ یہ جھنڈا اس کی رانوں کے پاس ہوگا اور اعلان ہوگا کہ یہ فلاں بن فلاں کی بدعہدی ہے تیرا رب ایسا نہیں ہے کہ مخلوق میں سے کسی پر بھی ظلم کرے ہاں البتہ درگذر کرنا معاف فرما دینا یہ اس کی صفت ہے ہاں بدکاروں کو اپنی قدرت و حکمت عدل و انصاف سے وہ سزا بھی دیتا ہے جہنم گنہگاروں اور نافرمانوں سے بھر جائے گی پھر کافروں اور مشرکوں کے سوا اور مومن گنہگار چھوٹ جائیں گے اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بھی ناانصافی نہیں کرتا، نیکیوں کو بڑھاتا ہے، گناہوں کو برابر ہی رکھتا ہے، عدل کی ترازو اس دن سامنے ہوگی کسی کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ ہوگی الخ مسند احمد میں ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے روایت پہنچی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے اس حدیث کو خاص ان سے سننے کے لئے ایک اونٹ خریدا سامان کس کر سفر کیا، مہینہ بھر کے بعد شام میں ان کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن انیسؓ ہیں میں نے دربان سے کہا جاؤ خبر کر دو کہ جابر دروازہ پر ہے، انہوں نے پوچھا کیا جابر بن عبداللہؓ میں نے کہا جی ہاں، یہ سنتے ہی جلدی کے مارے چادر سنبھالتے ہوئے جھٹ سے باہر آ گئے اور مجھے لپٹ گئے معانقہ سے فارغ ہو کر میں نے کہا مجھے یہ روایت پہنچی کہ آپ نے قصاص کے بارے میں کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو میں نے چاہا کہ خود آپ سے میں وہ حدیث سن لوں اس لئے یہاں آیا اور سنتے ہی سفر شروع کر دیا اس خوف سے کہ کہیں اس حدیث کے سننے سے پہلے میں مر نہ جاؤں، یا آپ کو موت نہ آ جائے۔ اب آپ سنائیے وہ حدیث کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن اپنے تمام بندوں کا اپنے سامنے حشر کرے گا ننگے بدن بے ختنہ بے سر و سامان، پھر انہیں ندا کرے گا، جسے دور نزدیک والے سب یکساں سنیں گے فرمائیگا کہ میں مالک ہوں میں بدلے دلوانے والا ہوں کوئی جہنمی اس وقت تک جہنم میں نہ جائے گا جب تک اس کا جو حق کسی جنتی کے ذمہ ہو میں نہ دلوا دوں اور نہ کوئی جنتی جنت میں داخل ہو سکتا ہے جب تک اس کا حق جو جہنمی پر ہے میں نہ دلوا دوں گو ایک تھپڑ ہی ہو۔ ہم نے کہا حضور یہ حق کیسے دلوائے جائیں گے حالانکہ ہم سب تو وہاں ننگے پاؤں ننگے بدن بے مال و اسباب ہوں گے

آپ نے فرمایا۔ ہاں اس دن حق نیکیوں اور برائیوں سے ادا کیے جائیں گے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے سینگ والی بکری کو اگر سینگوں دار بکری نے مارا ہے تو اس سے بھی اس کو بدلہ دلوایا جائے گا۔ اس کے اور بھی بہت سے شاہد ہیں جنھیں ہم نے بالتفصیل آیت وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ الخ کی تفسیر میں اور آیت اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا الخ کی تفسیر میں بیان کیے ہیں؛

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ
ہم نے سب فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کے سامنے سجدہ کرو
فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ
تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کرلیا یہ جنوں میں سے تھا
فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ
اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی کیا پھر بھی تم اسے اور
ذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ
اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنا رہے ہو؛ حالانکہ وہ تم
عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾
سب کا دشمن ہے۔ ایسے ظالموں کا بہت برا بدلہ ہے؛

بیان ہو رہا ہے کہ ابلیس تمہارا بلکہ تمہارے اصلی باپ حضرت آدم کا بھی قدیمی دشمن رہا ہے، اپنے خالق مالک کو چھوڑ کر تمہیں اس کی بات نہ ماننی چاہیے۔ خدا کے احسان و اکرام اس کے لطف و کرم کو دیکھو کہ اس نے تمہیں پیدا کیا، تمہیں پالا پوسا پھر اسے چھوڑ کر اس کے بلکہ اپنے بھی دشمن کو دوست بنانا کس قدر خطرناک غلطی ہے اس کی پوری تفسیر سورۂ بقرہ کے شروع میں گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے تمام فرشتوں کو بطور ان کی تشریف، تعظیم اور تکریم کے ان کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا، سب نے حکم برداری کی لیکن چونکہ ابلیس بد اصل تھا آگ سے پیدا شدہ تھا۔ اس نے انکار کر دیا اور فاسق بن گیا، فرشتوں کی پیدائش نورانی تھی صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں، ابلیس شعلے مارنے والی آگ سے اور آدم ؑ اس سے جس کا بیان تمہارے سامنے کر دیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ ہر چیز اپنی اصلیت پر آجاتی ہے، اور وقت پر برتن میں جو ہو وہی ٹپکتا ہے۔ گو ابلیس فرشتوں کے سے اعمال کر رہا تھا انہی کی مشابہت کرتا تھا اور خدا کی رضامندی میں دن رات مشغول تھا اسی لیے ان کے خطاب میں یہ بھی آگیا، لیکن یہ سنتے ہی وہ اپنی اصلیت پر آگیا۔ تکبر اس کی طبیعت میں سما گیا اور صاف انکار کر بیٹھا۔ اس کی پیدائش ہی آگ سے تھی، جیسے اس نے خود کہا کہ تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اسے مٹی سے۔ ابلیس کبھی بھی فرشتوں میں سے نہ تھا، وہ جنات کی اصل ہے جیسے کہ حضرت آدم ؑ انسان کی اصل ہیں، یہ بھی منقول ہے کہ یہ جنات ایک قسم تھی فرشتوں کی جو تیز آگ سے پیدا کیے گئے تھے۔ اس کا نام حارث تھا جنت کا داروغہ تھا اس جماعت کے سوا اور فرشتے نوری تھے، جنات کی پیدائش آگ کے شعلے سے تھی؛

حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ ابلیس شریف فرشتوں میں سے تھا اور بزرگ قبیلے کا تھا، جنتوں کا داروغہ تھا آسمان دنیا کا بادشاہ تھا زمین کا بھی سلطان تھا اس سے کچھ اس کے دل میں گھمنڈ آگیا تھا کہ وہ تمام اہل آسمان سے شریف ہے وہ گھمنڈ بڑھتا جا رہا تھا۔ اس کا صحیح اندازہ اللہ ہی کو تھا۔ پس اس کے اظہار کے لیے حضرت آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو اس کا گھمنڈ ظاہر ہو گیا۔ بر بنائے تکبر صاف انکار کر دیا اور کافروں میں جا ملا۔ ابن عباس فرماتے ہیں وہ جن تھا یعنی جنت کا خازن تھا، جیسے لوگوں کو شہروں کی طرف نسبت کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں مکی، مدنی، بصری، کوفی، یہ جنت کا خازن آسمان دنیا کے کاموں کا مدبر تھا، یہاں کے فرشتوں کا رئیس تھا۔ اس معصیت سے پہلے وہ ملائکہ میں داخل تھا لیکن رہتا تھا زمین پر، سب فرشتوں سے زیادہ کوشش کر

عبادت کرنیوالا اور سب سے زیادہ علم والا تھا اسی وجہ سے پھول گیا تھا اس کے قبیلے کا نام جن تھا، آسمان و زمین کے درمیان آمد و رفت رکھتا تھا، رب کی نافرمانی سے غضب میں آگیا اور شیطان رجیم بن گیا اور ملعون ہو گیا پس متکبر شخص سے توبہ کی امید نہیں ہو سکتی ہاں تکبر نہ ہو اور کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے ناامید نہ ہونا چاہئے کہتے ہیں یہ تو جنت کے اندر کام کاج کرنیوالوں میں تھا سلف کے اور بھی اس بارے میں بہت سے آثار مروی ہیں لیکن یہ اکثر و بیشتر بنی اسرائیلی ہیں صرف اس لئے نقل کئے گئے ہیں کہ نگاہ سے گذر جائیں اللہ ہی کو ان کے اکثر کا صحیح حال معلوم ہے ہاں بنی اسرائیل کی روایتیں وہ تو قطعاً قابل تردید ہیں جو ہمارے ہاں کے دلائل کے خلاف ہوں بات یہ ہے کہ ہمیں تو قرآن کافی وافی ہے ہمیں اگلی کتابوں کی کوئی ضرورت نہیں، ہم ان سے محض بے نیاز ہیں اسلئے کہ وہ تبدیل ترمیم کمی بیشی سے خالی نہیں بہت سی بناوٹی چیزیں ان میں داخل ہو گئی ہیں اور ایسے لوگ ان میں نہیں پائے جاتے جو اعلیٰ درجہ کے حافظ ہوں کہ میل کچیل دور کر دیں، کھرا کھوٹا پرکھ لیں، زیادتی اور باطل کے ملانے والوں کی دال نہ گلنے دیں جیسے کہ خدائے رحمان نے اس امت میں اپنے فضل و کرم سے ایسے امام اور علماء اور سادات اور بزرگ اور متقی اور پاکباز حفاظ پیدا کئے ہیں جنھوں نے حدیثوں کو جمع کیا تحریر کیا صحیح حسن، ضعیف منکر، متروک موضوع سب کو الگ الگ کر دکھایا، گھڑنے والوں، بنانے والوں، جھوٹ بولنے والوں کو چھانٹ کر الگ کر دیا تاکہ خاتم المرسلین سید العالمینؐ کا پاک اور متبرک کلام محفوظ رہ سکے اور باطل سے بچ سکے اور کسی کا بس نہ چلے کہ آپ کے نام سے جھوٹ کو رواج دے لے اور باطل کو حق میں ملا دے پس ہماری دعا ہے کہ اس کل طبقہ پر اللہ تع اپنی رحمت و رضامندی نازل فرمائے اور ان سب سے خوش رہے آمین. آمین. اللہ انھیں جنت الفردوس نصیب فرمائے اور یقیناً ان کا منصب اسی لائق ہے رضی اللہ عنہم وارضاہم، الغرض ابلیس اطاعت خدا سے نکل گیا پس تمہیں چاہیئے کہ اپنے دشمن سے دوستی نہ کرو اور مجھے چھوڑ کر اس سے تعلق نہ جوڑو ظالموں کو بڑا برا بدلہ ملے گا یہ مقام بھی بالکل ایسا ہی ہے جیسے سورۂ یٰسین میں قیامت کا اس کی ہولناکیوں اور نیک و بد لوگوں کے نتیجوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ اے مجرمو! تم آج کے دن الگ ہو جاؤ الخ۔

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ

میں نے ان کو آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت موجود نہیں رکھا تھا اور

اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا (51)

نہ خود ان کی اپنی پیدائش میں اور میں گمراہ کرنیوالوں کو اپنا مددگار بنانے والا بھی نہیں

جن جن کو تم اللہ تع کے سوا اولیاء بنائے ہوئے ہو وہ سب تم جیسے ہی میرے غلام ہیں کسی چیز کی ملکیت انھیں نہیں زمین و آسمان کی پیدائش میں میں نے انھیں شامل نہیں کیا تھا بلکہ اس وقت وہ موجود بھی نہ تھے تمام چیزوں کو صرف میں نے پیدا کیا ہے سب کی تدبیر صرف میرے ہی ہاتھ ہے میرا کوئی شریک وزیر مشیر نظیر نہیں جیسے اور آیت میں فرمایا قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ الخ جن جن کو تم اپنے گمان میں کچھ سمجھ رہے ہو سب کو ہی سوا خدا کے پکار کر دیکھ لو، یاد رکھو ان کو آسمان و زمین میں کسی ایک ذرے کے برابر اختیارات نہیں نہ ان کا ان میں کوئی ساجھا ہے نہ ان میں سے کوئی خدا کا مددگار ہے نہ ان میں سے کوئی شفاعت کر سکتا ہے جب تک خدا کی اجازت نہ ہو جائے الخ مجھے یہ لائق نہیں نہ اسکی ضرورت کہ کسی کو خصوصاً گمراہ کرنیوالوں کو اپنا دوست و بازو اور مددگار بناؤں۔

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ

جس دن وہ فرمائے گا کہ تمہارے خیال میں جو میرے شریک تھے انھیں

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ

پکارو! یہ پکاریں گے لیکن ان میں سے کوئی بھی جواب نہ دے گا

مَّوْبِقًا (52) وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ

ہم ان کے درمیان ہلاکت کا سامان کر دیں گے، گنہگار جہنم کو دیکھ کر

النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ

سمجھ لیں گے کہ وہ اسی میں جھونکے جانے والے ہیں

يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝۵۳

لیکن اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے ۔

تمام مشرکوں کو قیامت کے دن شرمندہ کرنے کے لیے سب کے سامنے کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو پکارو جنہیں تم دنیا میں پکارتے رہے تاکہ وہ تمہیں آج کے دن کی مصیبت سے بچالیں وہ پکاریں گے لیکن کہیں سے کوئی جواب نہ پائیں گے جیسے اور آیت میں ہے وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی الخ۔ تم ہمیں اسی طرح تنہا تنہا لائے جیسے کہ ہم نے تمہیں اوّل بار پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دے رکھا تھا وہ سب تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے آج تو ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان شریکوں میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھتے جنہیں تم شریک خدا ٹھہرائے ہوئے تھے اور جن کی شفاعت کا یقین کئے ہوئے تھے تم میں ان میں تعلقات ٹوٹ گئے اور تمہارے گمان باطل ثابت ہو چکے الخ اور آیت میں ہے وَقِیْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ الخ کہا جائیگا کہ اپنے شریکوں کو پکارو یہ پکاریں گے لیکن وہ جواب نہ دیں گے الخ اسی مضمون کو آیت وَمَنْ اَضَلُّ سے دو آیتوں تک بیان فرمایا ہے سورۂ مریم میں ارشاد ہے کہ انھوں نے اپنی عزت کے لئے خدا کے سوا اور بہت سے معبود بنا رکھے ہیں لیکن ایسا ہونے کا نہیں وہ تو سب انکی عبادت کے منکر ہو جائیں گے اور الٹے انکے دشمن بن جائیں گے ان میں اور ان کے معبودانِ باطل میں آڑ حجاب اور ہلاکت کا گڑھا ہم بنا دیں گے تاکہ یہ ان سے اور وہ ان سے نہ مل سکیں، نیک راہ اور گمراہ الگ الگ رہیں جہنم کی یہ وادی انھیں آپس میں نہ ملنے دے گی کہتے ہیں یہ وادی لہو پیپ کی ہوگی، ان میں آپس میں اس دن دشمنی ہو جائے گی بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس سے ہلاکت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہنم کی کوئی وادی بھی ہو یا اور کوئی فاصلے کی وادی ہو۔ مقصود یہ ہے کہ ان عابدوں کو وہ معبود جواب تک نہ دیں گے نہ یہ آپس میں ایک دوسرے سے مل سکیں گے کیونکہ ان کے درمیان ہلاکت ہوگی اور ہولناک امور ہوں گے عبداللہ بن عمرو رضہ نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ مشرکوں اور مسلمانوں میں ہم آڑ کر دیں گے جیسے آیت وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ۝ اور آیت يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ اور آیت وَامْتَازُوا الْيَوْمَ الخ اور آیت وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وغیرہ میں ہے یہ گنہگار جہنم دیکھ لیں گے ستر ہزار لگاموں میں وہ جکڑی ہوئی ہوگی، ہر ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے دیکھتے ہی سمجھ لیں گے کہ ہمارا قید خانہ یہی ہے بغیر داخلے کے داخلے سے بھی زیادہ رنج و غم اور مصیبت و الم شروع ہو جائے گا عذاب کا یقین عذاب سے پہلے کا عذاب ہے لیکن کوئی چھٹکارے کی راہ نہ پائیں گے کوئی نجات کی صورت نظر نہ آئے گی حدیث میں ہے کہ پانچ ہزار سال تک کافر اسی تھرتھری میں رہیگا کہ جہنم اس کے سامنے ہے اور اس کا کلیجہ قابو سے باہر ہے ۔

ع ۷
۱۹

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ

ہم نے تو اس قرآن میں ہر ہر طریقے سے تمام کی تمام مثالیں لوگوں

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ

کے لئے بیان کر دی ہیں لیکن انسان تمام

اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ۝۵۴

چیزوں سے زیادہ جھگڑالو ہے ۔

انسانوں کے لئے ہم نے اپنی کتاب میں ہر بات کا بیان خوب خوب کھول کھول کر دیا ہے تاکہ لوگ راہ حق سے نہ بہکیں ہدایت کی راہ سے نہ بھٹکیں لیکن باوجود اس بیان اس فرقان کے پھر بھی بجز راہ یافتہ لوگوں کے اور تمام کے تمام راہ نجات سے ہٹے ہوتے ہیں مسند احمد میں ہے کہ ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضہ اور حضرت علی رضہ کے پاس انکے مکان میں آئے اور فرمایا تم سوئے ہوئے ہو نماز میں نہیں ہو؟ اس پر حضرت علی رضہ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ ہیں وہ جب ہمیں اٹھانا چاہتا ہے اٹھا بٹھاتا ہے آپ یہ سن کر بغیر کچھ فرمائے لوٹ گئے، لیکن اپنے زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے، یہ فرماتے ہوئے جا رہے تھے کہ انسان تمام

چیزوں سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ
لوگوں کے پاس ہدایت آچکنے کے بعد انھیں ایمان لانے اور اپنے رب سے
الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ
استغفار کرنے سے صرف اسی چیز نے روکا کہ اگلے لوگوں کا
تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ
سا معاملہ انھیں بھی پیش آئے یا ان کے سامنے کھلم کھلا عذاب آموجود
قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا
ہو جائے، ہم تو اپنے رسولوں کو صرف اس لئے ہی بھیجتے ہیں کہ وہ
مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ
خوشخبریاں سنا دیں اور ڈرا دیں کافر لوگ جھوٹی باتوں کو سند بنا کر
كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ
جھگڑے کرتے ہیں کہ چاہتے ہیں کہ اس سے حق کو لڑکھڑا دیں وہ میری
وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾
آیتوں اور جس چیز سے ڈرایا جائے اسے مذاق میں اڑاتے ہیں۔

اگلے زمانے کے اور اس وقت کے کافروں کی سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ حق واضح ہو چکنے کے بعد بھی اس کی تابعداری سے رکے ہیں چاہتے ہیں کہ خدا کے عذابوں کو اپنی آنکھوں دیکھ لیں کسی نے تمنا کی کہ آسمان ہم پر گر پڑے کسی نے کہا لا جو عذاب لا سکتا ہو لا قریش نے بھی کہا خدایا اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور دردناک عذاب بھیج کر انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اے نبی! ہم تو تجھے مجنون جانتے ہیں اور اگر فی الواقع تو سچا نبی ہے تو ہمارے سامنے فرشتوں کو نہیں لاتا وغیرہ وغیرہ پس عذاب خدا کے انتظار میں رہتے ہیں اور اسکو معائنہ کے دیکھے رہتے ہیں رسولوں کا کام تو صرف مومنوں کو بشارتیں دینا اور کافروں کو ڈرا دینا ہے کافر لوگ ناحق کی حجتیں کر کے حق کو اپنی جگہ سے پھسلا دینا چاہتے ہیں لیکن انکی یہ چاہت کبھی پوری نہیں ہونے کی حق انکی باطل باتوں سے دبنے کا نہیں، یہ میری آیتوں اور ڈراوے کی باتوں کو خالی مذاق ہی سمجھ رہے ہیں اور اپنی بے ایمانی میں بڑھ رہے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ
اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟ جسے اسی کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے
عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي
وہ پھر بھی منہ موڑے رہے اور جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھا ہے اسے بھول
قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ
جائے بیشک ہم نے انکے دلوں پر اسکی سمجھ سے پردے ڈال رکھے ہیں اور ان کے کانوں
وَقْرًا وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ
میں گرانی ہے گو تو انھیں ہدایت کی طرف بلاتا رہے لیکن یہ کبھی
يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ
بھی ہدایت نہیں پانے کے تیرا پروردگار بہت ہی بخشش والا اور
ذُو الرَّحْمَةِ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ
مہربانی والا ہے وہ اگر ان کے اعمال کی سزا میں پکڑے تو بیشک انھیں جلدی ہی
لَهُمُ الْعَذَابَ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ
عذاب کرے، بلکہ ان کے لئے ایک وعدہ کی گھڑی مقرر ہے جس سے وہ سرکنے کی
دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا
جگہ ہی نہیں پائیں گے، یہ ہیں وہ بستیاں جنھیں ہم نے ان کے مظالم کی بنا پر
ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾
غارت کر دیا، ان کی تباہی کی بھی ہم نے ایک میعاد مقرر کر رکھی تھی۔

فی الحقیقت اس سے بڑھ کر پاپی کون ہے؟ جس کے سامنے اس کے پالنے پوسنے والے کا کلام پڑھا جاتے اور وہ اس کی طرف التفات تک نہ کرے اس سے مانوس نہ ہو بلکہ منہ پھیر کر انکار کر جائے اور جو بد عملیاں اور سیہ کاریاں اس سے پہلے کی تھیں انھیں بھی فراموش کر جائے اس ڈھٹائی کی سزا یہ ہوتی ہے کہ دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں پھر قرآن و بیان کا سمجھنا نصیب نہیں ہوتا کانوں میں گرانی ہو جاتی ہے بھلی بات کی طرف توجہ نہیں رہتی اب لاکھ دعوت ہدایت دو لیکن راہ پانی مشکل و محال ہے، اے نبی تیرا رب بڑا ہی مہربان بہت اعلیٰ رحمت والا ہے اگر وہ گنہگاروں کی سزا جلدی ہی کر ڈالا کرتا تو زمین پر کوئی جاندار باقی نہ بچتا وہ لوگوں کے ظلم سے درگزر کر رہا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ پکڑے گا ہی نہیں۔ یاد رکھو وہ سخت

عذابوں والا ہے، یہ تو اس کا حلم ہے، پردہ پوشی ہے معافی ہے تاکہ گمراہی والے راہ راست پر آجائیں گناہوں والے توبہ کرلیں اور اس کے دامن رحمت کو تھام لیں لیکن جس نے اس حلم سے فائدہ نہ اٹھایا اور اپنی سرکشی پر جما رہا تو اس کی پکڑ کا دن نزدیک ہے جو اتنا سخت دن ہوگا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں، حمل گر جائیں گے اس دن ..... کوئی جائے پناہ نہ ہوگی، چھٹکارے کی صورت نہ ہوگی یہ ہیں تم سے پہلے کی امتیں کہ وہ بھی تمہاری طرح کفر و انکار میں پڑ گئیں اور آخرش مٹا دی گئیں ان کی ہلاکت کا مقررہ وقت آپہنچا اور وہ تباہ و برباد ہو گئیں، پس اے منکرو! تم بھی ڈرتے رہو تم اشرف الرسل اعظم نبی کو ستا رہے ہو اور انہیں جھٹلا رہے ہو حالانکہ اگلے کفار سے تم طاقت قوت میں، سامان اسباب میں بہت کم ہو میرے عذابوں سے ڈرو میری باتوں سے نصیحت پکڑو۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى

جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نوجوان سے کہا کہ میں تو چلتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ دو

اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا (۶۰) فَلَمَّا

دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچوں گا گو مجھے سالہا سال چلنا پڑے، جب وہ دونوں

بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي

وہاں پہنچے جہاں دونوں دریاؤں کے ملنے کی جگہ تھی وہاں اپنی مچھلی بھول گئے جس نے دریا

الْبَحْرِ سَرَبًا (۶۱) فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا

میں سرنگ جیسا اپنا راستہ بنا لیا، جب یہ دونوں وہاں سے آگے بڑھے تو موسیٰ نے اپنے نوجوان

غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا

سے کہا کہ لا ہمارا ناشتہ دے ہمیں تو اپنے سفر سے سخت تکلیف اٹھانی

نَصَبًا (۶۲) قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ

پڑی اس نے جواب دیا کہ کیا آپ نے دیکھا بھی؟ جب کہ ہم پتھر سے ٹیک لگا کر

فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا

آرام کر رہے تھے وہیں میں تو مچھلی بھول گیا تھا دراصل شیطان نے ہی

الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي

مجھے بھلا دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کروں، اس مچھلی نے ایک انوکھے طور پر

الْبَحْرِ عَجَبًا (۶۳) قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا

دریا میں اپنا راستہ کر لیا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی تھا جس کی تلاش میں ہم تھے چنانچہ وہیں

عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا (۶۴) فَوَجَدَا عَبْدًا

سے اپنے قدموں کے نشان ڈھونڈتے ہوئے واپس لوٹے، پس ہمارے بندوں

مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا

میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس کی خاص رحمت عطا فرما

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (۶۵)

رکھی تھی اور اسے اپنے پاس سے خاص علم سکھا رکھا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ذکر کیا گیا کہ اللہ کا ایک بندہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ ہے اس کے پاس وہ علم ہے جو تمہیں حاصل نہیں آپ نے اسی وقت ان سے ملاقات کرنے کی ٹھان لی، اب اپنے ساتھی سے فرماتے ہیں کہ میں تو وہاں پہنچے بغیر دم نہ لوں گا کہتے ہیں یہ دو سمندر ایک تو بحیرۂ فارس مشرقی اور دوسرا بحیرۂ روم مغربی ہے یہ جگہ طنجہ کے پاس مغرب کے شہروں کے آخر میں ہے۔ واللہ اعلم تو فرماتے ہیں کہ گو مجھے قرنوں تک چلنا پڑے کوئی حرج نہیں کہتے ہیں کہ قیس کے لغت میں برس کو حقب کہتے ہیں، عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ حقب سے مراد اسی برس ہیں مجاہد ستر برس کہتے ہیں ابن عباسؓ زمانہ بتلاتے ہیں حضرت موسیٰ کو حکم ملا تھا کہ اپنے ساتھ نمک چڑھی ہوئی ایک مچھلی لے لیں جہاں وہ گم ہو جائے وہیں ہمارا وہ بندہ ملے گا یہ دونوں مچھلی کو ساتھ لئے چلے مجمع البحرین میں پہنچ گئے وہاں نہر حیات تھی وہیں دونوں لیٹے اس نہر کا پانی کے چھینٹے مچھلی پر پڑے مچھلی ہلنے جلنے لگی، آپ کے ساتھی حضرت یوشع علیہ السلام کی زنبیل میں یہ مچھلی رکھی ہوئی تھی اور وہ سمندر کے کنارے تھا مچھلی نے سمندر کے اندر کود جانے کے لئے جست لگائی اور حضرت یوشع کی آنکھ کھل گئی مچھلی ان کے دیکھتے ہوئے پانی میں گئی اور پانی میں سیدھا سوراخ ہوتا چلا گیا پس جس طرح زمین میں سوراخ اور سرنگ ہو جاتی ہے اسی طرح پانی میں جہاں سے وہ گئی سوراخ ہو گیا ادھر ادھر پانی کھڑا ہو گیا اور وہ سوراخ بالکل کھلا ہوا پتھر کی طرح پانی میں چھید ہو گیا جہاں جس پانی کو لگتی ہوئی یہ مچھلی گئی وہاں کا وہ پانی پتھر جیسا ہو گیا اور پورا سوراخ بنتا چلا گیا، محمد بن اسحاق مرفوعاً لاتے ہیں کہ حضور نے اس بات کا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ پانی اس طرح ابتدائے دنیا سے نہیں جما سوائے اس مچھلی کے چلے جانے کی جگہ کے اردگرد کی پانی کے، یہ نشان مثل سوراخ

زمین کے برابر موسیٰ علیہ السلام کے پہنچنے تک باقی ہی رہی، اس نشان کو دیکھتے ہی حضرت موسیٰ ع نے فرمایا اسی کی تلاش میں تو ہم تھے جب مچھلی کو بھول کر ہم آگے بڑھے یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ایک کا کام دونوں ساتھیوں کی طرف منسوب ہوا ہے بھولنے والے صرف یوشع تھے جیسے فرمان ہے یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ۝ یعنی ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

حالانکہ دو قول میں سے ایک یہ ہے کہ لؤلؤ اور مرجان صرف کھاری پانی میں سے نکلتے ہیں، جب وہاں سے ایک مرحلہ اور طے کر گئے تو حضرت موسیٰ ع نے اپنے ساتھی سے ناشتہ طلب کیا اور سفر کی تکلیف بھی بیان کی یہ تکلیف مقصود سے آگے نکل آنے کے بعد ہوتی، اس پر آپ کے ساتھی کو مچھلی کا چلا جانا یاد آیا اور کہا جس چٹان کے پاس ہم ٹھیرے تھے اسی وقت میں مچھلی بھول گیا اور آپ سے ذکر کرنا بھی شیطان نے یاد سے ہٹا دیا، ابن مسعودؓ کی قرأت اَنْ اَذْكُرَهٗ ہے فرماتے ہیں کہ اس مچھلی نے تو عجیب وغریب طور پر پانی میں اپنی راہ پکڑی، اسی وقت حضرت موسیٰ ع نے فرمایا لو اور سنو اسی جگہ کی تلاش میں ہم تھے تو وہ دونوں اپنے اسی راستے پر اپنے نشانات قدم کے کھوج پر واپس لوٹے، وہاں ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنے پاس کی رحمت اور اپنے پاس کا علم عطا فرما رکھا تھا یہ حضرت خضر ہیں، صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت سعید بن جبیرؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ حضرت نوف کا خیال ہے کہ خضر ع سے ملنے والے موسیٰ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہ تھے، ابن عباسؓ نے فرمایا وہ دشمن خدا جھوٹا ہے ہم سے اُبی بن کعبؓ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلعم سے انھوں نے سنا کہ حضرت موسیٰ ع کھڑے ہو کر بنی اسرائیل کو خطبہ دے رہے تھے جو آپ سے سوال ہوا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں تو چونکہ آپ نے اس کے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ اللہ جانے اس لئے رب کو یہ کلمہ ناپسند آیا، اسی وقت وحی آئی کہاں مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے جو تجھ سے بھی زیادہ عالم ہے اس پر حضرت موسیٰ ع نے فرمایا پھر پروردگار میں اس تک کیسے پہنچ سکتا ہوں حکم ہوا کہ اپنے ساتھ ایک مچھلی رکھ لو اسے توشہ دان میں ڈال دو جہاں وہ مچھلی کود جائے وہیں وہ مل جائیں گے تو آپ اپنے ساتھ اپنے ساتھی یوشع بن نون علیہ السلام کو لے کر چلے پتھر کے پاس پہنچ کر اپنے سر اس پر رکھ کر دو گھڑی سو رہے مچھلی اس توشے دان میں تڑپی کودی اور اس سے نکل گئی، سمندر میں ایسی گئی جیسے کوئی سرنگ لگا کر زمین میں اتر گیا ہو، پانی کا چلنا بہنا اللہ تعالیٰ نے موقوف کر دیا اور طاق کی طرح وہ سوراخ باقی رہ گیا حضرت موسیٰ ع جب جاگے تو آپ کے ساتھی یہ ذکر کرنا آپ سے بھول گئے اسی وقت وہاں سے چل پڑے، دن پورا ہونے کے بعد رات بھر چلتے رہے صبح حضرت موسیٰ ع کو تکان اور بھوک معلوم ہوتی خدا نے جہاں جانے کا حکم دیا تھا جب تک وہاں سے آگے نہ نکل گئے تکان کا نام تک نہ تھا، اب اپنے ساتھی سے کھانا مانگا اور تکلیف بیان کی اس وقت آپ کے ساتھی نے فرمایا کہ پتھر کے پاس جب ہم نے آرام لیا تھا وہاں اسی وقت مچھلی تو میں بھول گیا اور اس کے ذکر کو بھی شیطان نے بھلا دیا اور اس مچھلی نے سمندر میں عجیب طور پر اپنی راہ نکال لی مچھلی کے لئے سرنگ بن گئی اور ان کے لئے حیرت کا باعث بن گیا حضرت موسیٰ ع نے فرمایا اسی کی تو تلاش تھی، چنانچہ اپنے نشان قدم دیکھتے ہوئے دونوں واپس لوٹے اسی پتھر کے پاس پہنچے دیکھا کہ ایک صاحب کپڑے میں لپٹے ہوئے بیٹھے ہیں آپ نے سلام کیا اس نے کہا تعجب ہے کہ آپ کی سرزمین میں یہ سلام کہاں؟ آپ نے فرمایا میں موسیٰ ہوں انھوں نے پوچھا کیا بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ آپ نے فرمایا ہاں اور میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ سکھائیں جو بھلائی آپ کو خدا کی طرف سے سکھائی گئی ہے آپ نے فرمایا موسیٰ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے اس لئے کہ مجھے جو علم ہے وہ آپ کو نہیں اور آپ کو جو علم ہے وہ مجھے نہیں خدائے تعالیٰ نے دونوں کو جداگانہ علم عطا فرما رکھا ہے، حضرت موسیٰ ع نے فرمایا انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ میں صبر کروں گا اور آپ کے کسی فرمان کی نافرمانی نہ کروں گا، حضرت خضر ع نے فرمایا اچھا اگر تم میرا ساتھ چاہتے ہو تو مجھ سے خود کسی بات کا سوال نہ کرنا جب

تک کہ میں آپ تمھیں اس کی بابت خبردار کر دوں اتنی باتیں کرکے دونوں ساتھ چلے دریا کے کنارے ایک کشتی تھی ان سے اپنے ساتھ لے جانے کی بات چیت کرنے لگے انھوں نے حضرت خضرؑ کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ لئے دونوں کو سوار کر لیا کچھ ہی دور چلے ہوں گے جو حضرت موسیٰؑ نے دیکھا کہ خضر چپ چاپ کشتی کے تختے کلہاڑے سے توڑ رہے ہیں حضرت موسیٰؑ نے فرمایا یہ کیا؟ ان لوگوں نے تو ہمارے ساتھ احسان کیا بغیر کرایہ لئے کشتی میں سوار کیا اور آپ نے اس کے تختے توڑنے شروع کئے جس سے تمام اہل کشتی ڈوب جائیں یہ تو بڑا ہی ناخوشگوار کام کرنے لگے اسیوقت حضرت خضرؑ نے فرمایا دیکھو میں نے تو تم سے پہلے ہی کہدیا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے حضرت موسیٰ معذرت کرنے لگے کہ خطا ہو گئی بھولے سے پوچھ بیٹھا معاف فرمائیے اور سختی نہ کیجئے۔ حضورؐ فرماتے ہیں واقعی پہلی غلطی بھول سے ہی تھی، فرماتے ہیں کشتی کے ایک تختے پر ایک چڑیا آبیٹھی اور سمندر میں چونچ ڈال کر پانی لیکر اڑ گئی اسوقت حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا میرے اور تیرے علم نے خدا کے علم میں سے اتنا ہی کم کیا ہے جتنا پانی اس سمندر میں سے اس چڑیا کی چونچ نے کم کیا ہے اب کشتی کنارے لگی اور ساحل پر دونوں چلنے لگے جو حضرت خضرؑ کی نگاہ چند کھیلتے ہوئے بچوں پر پڑی ان میں سے ایک بچے کا سر پکڑ کر حضرت خضرؑ نے اس کی گردن اس طرح مروڑی کہ اسی وقت اس کا دم نکل گیا حضرت موسیٰؑ گھبرا گئے اور فرمانے لگے بغیر کسی قتل کے اس بچے کو آپ نے ناحق مار ڈالا؟ آپ نے بڑا ہی منکر کام کیا حضرت خضرؑ نے فرمایا دیکھو میں نے اس سے پہلے ہی کہدیا تھا کہ ہماری تمہاری نبھ نہیں سکتی اس وقت حضرت خضرؑ نے پہلے سے زیادہ سختی کی حضرت موسیٰ نے فرمایا اچھا اب اگر میں کوئی سوال کر بیٹھوں تو بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا یقیناً اب آپ معذور ہو گئے چنانچہ دونوں ہمراہ چلے ایک بستی والوں کے پاس پہنچے ان سے کھانا مانگا لیکن انھوں نے انکی مہمانداری سے صاف انکار کر دیا وہیں ایک دیوار دیکھی جو جھک گئی تھی اور گرنے کے قریب تھی اسیوقت حضرت خضرؑ نے ہاتھ لگا کر اس کو ٹھیک اور درست کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خیال تو فرمائیے ہم یہاں آئے ان لوگوں سے کھانا طلب کیا انھوں نے نہ دیا۔ مہمان نوازی کے خلاف کیا ان کا یہ کام تھا آپ ان سے اجرت لے سکتے تھے حضرت خضرؑ نے فرمایا یہ ہے مجھ میں اور تم میں جدائی اب میں تمھیں ان کاموں کی اصلیت بتا دوں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کاش کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر سے کام لیتے تو ان دونوں کی اور بھی بہت سی باتیں ہمارے سامنے اللہ تعہ بیان فرماتا حضرت ابن عباسؓ کی قرآت میں وَكَانَ وَرَآءَهُمْ کے بدلے وَكَانَ أَمَامَهُمْ ہے اور سَفِينَةٍ کے بعد صَالِحَةٍ کا لفظ بھی ہے اور اَمَّا الْغُلَامُ کے بعد فَكَانَ كَافِرًا کے لفظ بھی ہیں اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں ہے کہ اس پتھر کے پاس حضرت موسیٰؑ رک گئے وہیں ایک چشمہ تھا جس کا نام نہر حیات تھا اسکا پانی جس چیز کو لگ جاتا تو وہ زندہ ہو جاتی تھی اس میں چڑیا کے پانی لینے کے بعد خضرؑ کا یہ قول منقول ہے کہ میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا علم اللہ کے علم کے سامنے اتنا ہی ہے جتنا اس چڑیا کی چونچ کا پانی اس سمندر کے مقابلے میں الخ۔ صحیح بخاری شریف کی ایک اور حدیث میں ہے حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے گھر میں انکے پاس تھا آپ نے فرمایا کہ جس کو جو سوال کرنا ہو کر لے میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے کوفے میں ایک واعظ ہیں جنکا نام نوف ہے پھر پوری حدیث بیان کی جیسا کہ اوپر گذری اس میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے اس خطبے سے آنکھیں بہہ نکلیں تھیں اور دل نرم پڑ گئے تھے۔ جب آپ جانے لگے تو ایک شخص آپ کے پاس پہنچا اور اس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر آپ سے زیادہ علم والا بھی کوئی ہے؟ آپنے فرمایا نہیں، اس پر اللہ تعہ نے آپ کو عتاب کیا کیونکہ انھوں نے اللہ تعہ کی طرف علم کو نہیں لوٹایا۔ اس میں ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ نے نشان طلب کیا تو ارشاد ہوا کہ ایک مری ہوئی مچھلی اپنے ساتھ رکھو جس جگہ اس میں روح پڑ جائے وہیں پر آپ کی اس شخص سے ملاقات ہوگی، چنانچہ آپ نے مچھلی لی زنبیل میں رکھ لی اور اپنے ساتھی سے کہا کہ اب کا صرف اتنا ہی کام ہے کہ جہاں یہ مچھلی آپ کے پاس سے چلی جائے وہاں آپ مجھ کو خبر کر دینا انھوں نے کہا یہ تو بالکل آسان سی بات ہے ان کا نام یوشع بن نون تھا لفظ فتیٰ سے مراد

مراد یہی ہے یہ دونوں بزرگ تر جگہ میں ایک درخت تلے تھے حضرت موسیٰ کو نیند آگئی تھی اور حضرت یوشع ؑ جاگ رہے تھے جو مچھلی کود گئی انھوں نے خیال کیا کہ جگانا تو ٹھیک نہیں جب آنکھ کھلے گی ذکر کر دونگا اس میں یہ بھی ہے کہ پانی میں جانے کے وقت جو سوراخ ہوگیا تھا اسے راوی حدیث عمرو نے اپنے انگوٹھے اور اس کے پاس کی دونوں انگلیوں کا حلقہ کرکے دکھایا کہ اس طرح کا تھا جیسے پتھر میں ہوتا ہے واپسی پر حضرت خضرؑ سمندر کے کنارے سبز گدی بچھائے ملے ایک چادر میں لپیٹے ہوئے تھے اسکا ایک سرا تو دونوں پیروں کے نیچے رکھا ہوا تھا اور دوسرا کنارہ سر تلے تھا حضرت موسیٰ ؑ کے سلام پر آپ نے منھ کھولا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت خضر ؑ نے فرمایا کہ آپکے ہاتھ میں تورات موجود ہے وحی آسمان سے آرہی ہے کیا یہ بس نہیں؟ اور میرا علم آپکے لائق نہیں، اور نہ میں آپ کے علم کے قابل ہوں اس میں ہے کہ کشتی کا تختہ توڑ کر آپ نے ایک تانت سے باندھ دیا تھا پہلی دفعہ کا آپ کا سوال تو بھولے سے ہی تھا دوسری مرتبہ کا بطور شرط کے تھا ہاں تیسری بار کا سوال قصداً علیحدگی کی وجہ سے تھا اس میں ہے کہ لڑکوں میں ایک لڑکا تھا کافر ہوشیار اُسے حضرت خضرؑ نے لٹا کر چھری سے ذبح کر دیا ایک قرأت میں ذَاكِيَةً مُّسْلِمَةً بھی ہے وَرَآءَهُمْ کی قرأت اِمَامَهُمْ بھی ہے اس ظالم بادشاہ کا نام اسمیں ہددین بدد ہے اور جس بچے کو قتل کیا گیا تھا اس کا نام حیسور تھا کہتے ہیں کہ اس لڑکے کے بدلے ان کے ہاں ایک لڑکی ہوئی ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ خطبہ دے رہے تھے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے امر کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا الخ یہ نوف کعب رضہ کی بیوی کے لڑکے تھے انکا قول تھا کہ جس موسیٰؑ کا ان آیتوں میں ذکر ہے یہ موسیٰ بن منشا تھے اور روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے جناب باری سے سوال کیا کہ خدایا اگر تیرے بندوں میں مجھ سے بڑا عالم ہو تو مجھے آگاہ فرما، اس میں ہے کہ نمک چڑھی ہوئی مچھلی آپ نے اپنے ساتھ رکھی تھی اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت خضرؑ نے فرمایا تم یہاں کیوں آئے؟ آپ کو تو ابھی بنی اسرائیل ہی کی مشغولی ہے۔ اس میں ہے کہ چھپی ہوئی باتیں حضرت خضرؑ کو معلوم کرائی جاتی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ تم میرے ساتھ ٹھہر نہیں سکتے کیونکہ آپ تو ظاہر کو دیکھ کر فیصلہ کریں گے اور مجھے راز پر اطلاع ہوتی ہے۔ چنانچہ شرط ہوگئی کہ گو آپ کیسا ہی خلاف دیکھیں لیکن لب نہ ہلائیں جب تک حضرت خضرؑ خود نہ بتلائیں، کہتے ہیں یہ کشتی تمام کشتیوں سے مضبوط عمدہ بہتر اور اچھی تھی، وہ بچہ ایک بے مثل بچہ تھا، بڑا حسین بڑا ہوشیار بڑا ہی طرار حضرت خضرؑ نے اسے پکڑ کر پتھر سے اس کا سر کچل کر اسے مار ڈالا، حضرت موسیٰؑ خوف خدا سے کانپ اٹھے کہ ننھا سا پیارا بے گناہ بچہ اس بیدردی سے بغیر کسی سبب کے حضرت خضرؑ نے جان سے مار ڈالا، دیوار گرتی ہوئی دیکھ کر ٹھہر گئے۔ پہلے تو اسے باقاعدہ گرا دیا اور پھر با آرام چننے بیٹھے حضرت موسیٰؑ اکتا گئے کہ بیٹھے بٹھائے اچھا دھندا لے بیٹھے ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ اس دیوار کے نیچے کا خزانہ صرف علم تھا اور روایت میں ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ اور آپ کی قوم مصر پر غالب ہوگئی اور یہاں آکر وہ بہ آرام رہنے سہنے لگے تو حکم خدا ہوا کہ انھیں خدا کے احسانات یاد دلاؤ، آپ خطبے کے لئے کھڑے ہوئے اور خدا کے احسانات بیان کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ یہ نعمتیں عطا فرمائیں۔ آل فرعون سے اس نے تمہیں نجات دی، تمہارے دشمنوں کو غارت اور غرق کر دیا پھر تمہیں ان کی زمین کا مالک کر دیا تمہارے نبی سے باتیں کیں اُسے اپنے لئے پسند فرما لیا اس پر اپنی محبت ڈال دی تمہاری تمام حاجتیں پوری کیں تمہارے نبی تمام زمین والوں سے افضل ہیں، اس نے تمہیں تورات عطا فرمائی۔ الغرض پورے زوروں سے خدا کی بے شمار اور ان گنت نعمتیں انھیں یاد دلائیں اس پر ایک بنی اسرائیلی نے کہا کہ فی الواقع بات یہی ہے، اے نبی اللہ! کیا زمین پر آپ سے زیادہ علم والا بھی کوئی ہے؟ آپ نے بے ساختہ فرمایا کہ نہیں ہے۔ اسی وقت جناب باری نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ ان سے کہو کہ تمہیں کیا معلوم کہ میں اپنا علم کہاں کہاں رکھتا ہوں؟ بے شک سمندر کے کنارے پر ایک شخص ہے جو تجھ سے بھی زیادہ عالم ہے ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت خضرؑ ہیں۔ پس

حضرت موسیٰ ؑ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کو میں دیکھ لوں وحی ہوئی کہ اچھا سمندر کے کنارے جاؤ وہاں تمھیں ایک مچھلی ملے گی اسے لے لو، اپنے ساتھی کو سونپ دو پھر کنارے کنارے چل دو جہاں تو مچھلی کو بھول جائے اور وہ تجھ سے کھو جائے وہیں تو میرے اس نیک بندے کو پائے گا، حضرت موسیٰ ؑ جب چلتے چلتے تھک گئے تو اپنے ساتھی سے جو ان کا غلام تھا مچھلی کے بارے میں سوال کیا اس نے جواب دیا کہ جس پتھر کے پاس ہم ٹھیرے تھے وہیں میں مچھلی کو بھول گیا اور تجھ سے ذکر کرنا شیطان نے بالکل بھلا دیا میں نے دیکھا کہ مچھلی تو گویا سرنگ بناتی ہوئی دریا میں جا رہی تھی حضرت موسیٰ کو یہ سنکر بڑا ہی تعجب ہوا، جب لوٹ کر وہاں آئے تو دیکھا کہ مچھلی نے پانی میں جانا شروع کیا ہے حضرت موسیٰ ؑ بھی اپنی لکڑی سے پانی کو چیرتے ہوئے اسکے پیچھے ہو لئے مچھلی جہاں سے گزرتی تھی اس کے دونوں طرف کا پانی پتھر بن جاتا تھا اس سے بھی نبی اللہ سخت متعجب ہوتے اب مچھلی ایک جزیرے میں آنکلی گئی الخ ابن عباسؓ اور حُر ابن قیس میں اختلاف تھا کہ موسیٰ کے یہ صاحب کون تھے حضرت ابن عباسؓ کا فرمان تھا کہ یہ خضر تھے اسی وقت ان کے پاس سے حضرت ابی بن کعبؓ گزرے ابن عباسؓ نے انھیں بلا کر اپنا اختلاف بیان کیا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی وہ حدیث بیان کی جو تقریباً اوپر گزر چکی اس میں سائل کے سوال کے الفاظ یہ ہیں کہ کیا آپ اس شخص کا ہونا بھی جانتے ہیں؟ جو آپ سے زیادہ علم والا ہو ؛

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ

اس سے موسیٰ ؑ نے کہا کہ میں آپکی تابعداری کروں؟ کہ آپ مجھے اس نیک

مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ

علم کو سکھا دیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے، انھوں نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز صبر

مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ

نہیں کر سکتے، اور جس چیز کو آپ نے علم میں نہ لیا ہو اس پر صبر کر بھی

بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

کیسے سکتے ہیں؟ موسیٰ ؑ نے جواب دیا کہ انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا

صَابِرًا وَّلَاۤ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ

پائینگے اور کسی بات میں آپکی نافرمانی نہ کروں گا، اس نے کہا اچھا اگر آپ

اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْــَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ

میرے ساتھ ہی چلنے پر اصرار کرتے ہیں تو یاد رہے کسی چیز کی نسبت مجھ کو کچھ نہ پوچھنا

لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾

جبتک میں آپ اسکی نسبت کوئی ذکر نہ سناؤں ؛

ع ۹ ۱۱ ۲۱

یہاں اس گفتگو کا ذکر ہو رہا ہے جو حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت خضر ؑ کے درمیان ہوئی تھی حضرت خضر اس علم کے ساتھ مخصوص کئے گئے تھے جو حضرت موسیٰ کو نہ تھا اور حضرت موسیٰ ؑ کے پاس وہ علم تھا جس سے حضرت خضر بے خبر تھے پس حضرت موسیٰ ؑ ادب سے اور اس کے لئے کہ حضرت خضر کو مہربان کر لیں ان سے سوال کرتے ہیں شاگرد کو اسی طرح ادب کیساتھ اپنے استاد سے دریافت کرنا چاہئے پوچھتے ہیں اگر اجازت ہو تو میں آپکے ساتھ رہوں آپکی خدمت کرتا رہوں اور آپ سے علم حاصل کروں جس سے مجھ کو نفع پہنچے اور میرے عمل نیک ہو جائیں حضرت خضر ؑ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تم میرا ساتھ نہیں نبھا سکتے میرے کام آپ کو اپنے علم کے خلاف نظر آئیں گے میرا علم آپ کو نہیں اور آپ کو جو علم ہے وہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نہیں سکھایا ہیں میں اپنی ایک الگ خدمت پر مقرر ہوں اور آپ الگ خدمت پر۔ ناممکن ہے کہ آپ اپنی معلومات کے خلاف میرے افعال دیکھیں اور پھر صبر کر سکیں اور واقع میں آپ اس حال میں معذور بھی ہیں کیونکہ باطنی حکمت اور مصلحت آپ کو معلوم نہیں اور مجھے خدائے تعالیٰ ان پر مطلع فرما دیا کرتا ہے اس پر حضرت موسیٰ ؑ نے جواب دیا کہ آپ جو کچھ کریں گے میں اسے صبر سے برداشت کرتا رہوں گا کسی بات میں آپ کے خلاف نہ کروں گا پھر خضر ؑ نے ایک شرط پیش کی کہ اچھا کسی چیز کے بارے میں تم مجھ سے سوال نہ کرنا میں جو کہوں سن لینا تم اپنی طرف سے کسی سوال کی ابتدا نہ کرنا۔ ابن جریر میں ابن عباسؓ کا قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ رب العالمین عزوجل سے سوال کیا کہ تجھے اپنے تمام بندوں سے زیادہ پیارا کون ہے جواب ملا کہ جو ہر وقت میری یاد میں رہے اور مجھے نہ بھلائے پوچھا کہ تمام بندوں میں سب سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ فرمایا جو حق کے ساتھ فیصلہ کرے اور

خواہش کے پیچھے نہ پڑے دریافت کیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ فرمایا جو عالم ہوکر علم کی جستجو میں رہے ہر ایک سے سیکھتا رہے کہ ممکن ہے کوئی ہدایت کا کلمہ مل جائے اور ممکن ہے کوئی بات گمراہی سے نکلنے کی ہاتھ لگ جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کیا زمین میں تیرا کوئی بندہ مجھ سے بھی زیادہ عالم ہے؟ فرمایا ہاں پوچھا وہ کون؟ فرمایا خضر، عرض کیا انھیں کہاں تلاش کروں؟ فرمایا دریا کے کنارے پتھر کے پاس جہاں سے مچھلی بھاگ کھڑی ہوئی۔ حضرت موسیٰ انکی جستجو میں چلے پھر وہ ہوا جسکا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے اسی پتھر کے پاس دونوں کی ملاقات ہوئی اس روایت میں یہ بھی ہے کہ سمندروں کے ملاپ کی جگہ جہاں سے زیادہ پانی کہیں بھی نہیں، چڑیا نے چونچ میں پانی لیا تھا الخ۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَۃِ خَرَقَہَا

پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ ایک کشتی میں سوار ہوئے خضرؑ نے اس کے تختے توڑ دیئے

قَالَ اَخَرَقْتَہَا لِتُغْرِقَ اَہْلَہَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا

موسیٰؑ نے کہا کیا تم نے توڑ ڈالا ہے پھر تو کشتی والے سب ڈوب جائینگے تو تو بڑی منکر چیز لایا

اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ

خضرؑ نے جواب دیا کہ میں نے تو پہلے ہی تجھ سے کہدیا تھا تو میرے ساتھ ہرگز

مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ

صبر نہ کر سکے گا، موسیٰؑ نے جواب دیا کہ میری بھول پر مجھے نہ پکڑو اور

وَلَا تُرْہِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾

مجھے اپنے کام میں تنگی میں نہ ڈال۔

دونوں میں جب شرط طے ہوگئی کہ تو سوال نہ کرنا جب تک میں خود ہی اس کی حکمت تجھ پر ظاہر نہ کروں تو دونوں ایک ساتھ چلے پہلے مفصل روایتیں گذر چکی ہیں کہ کشتی والوں نے انھیں پہچان کر بغیر کرایہ لئے سوار کر لیا تھا، جب کشتی چلی اور بیچ سمندر میں پہنچی تو حضرت خضرؑ نے ایک تختہ اس کا اکھیڑ ڈالا پھر اسے اوپر سے ہی جوڑ دیا، یہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ سے صبر نہ ہو سکا شرط کو بھول گئے اور جھٹ سے کہنے لگے کہ یہ کیا واہیات ہے لِتُغْرِقَ کا لام لامِ عاقبت ہے لام تعلیل نہیں ہے جیسا کہ شاعر کے اس قول میں لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ یعنی ہر پیدا شدہ جاندار کا انجام موت ہے اور ہر بنائی ہوئی عمارت کا انجام اجڑنا ہے۔ اِمْرًا کے معنی منکر اور عجیب کے ہیں یہ سن کر حضرت خضرؑ نے انھیں ان کا وعدہ یاد دلایا کہ تم نے اپنی شرط کے خلاف کیا میں تو تم سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ تمھیں ان باتوں کا علم نہیں تم خاموش رہنا مجھ سے کچھ نہ کہنا نہ سوال کرنا ان کاموں کی مصلحت و حکمت خدا مجھے معلوم کراتا ہے اور تم سے یہ چیزیں مخفی ہیں موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کی کہ اس بھول کو معاف کر دو اور مجھ پر سختی نہ کرو۔ پہلے جو لمبی حدیث مفصل واقعہ کی بیان ہوئی ہے اس میں ہے کہ یہ پہلا سوال فی الواقع بھول چوک سے ہی تھا۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَہٗ ۙ قَالَ

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک لڑکے کو پایا، خضرؑ نے اسے مار ڈالا، موسیٰؑ نے کہا

اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّۃً ۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ

کہ کیا تو نے ایک پاک جان کو بغیر کسی قصاص کے مار ڈالا؟ بے شک

جِئْتَ شَیْئًا نُّکْرًا ﴿۷۴﴾

تو تو بُری چیز لایا۔

فرمان ہے کہ اس واقعہ کے بعد دونوں صاحب ساتھ چلے ایک بستی میں چند بچے کھیلتے ہوئے ملے ان میں سے ایک بہت ہی تیز نہایت خوبصورت چالاک اور بھلا لڑکا تھا اسے پکڑ کر حضرت خضرؑ نے اس کا سر توڑ دیا، یا تو پتھر سے یا ہاتھ سے ہی گردن مروڑ دی بچہ اسی وقت مر گیا حضرت موسیٰؑ کانپ اٹھے اور بڑے سخت لہجے میں کہا کہ یہ کیا واہیات ہے چھوٹے بے گناہ بچے کو بغیر کسی شرعی سبب کے مار ڈالا یہ کونسی بھلائی ہے؟ بیشک تم نہایت منکر کام کرتے ہو۔

ناشر مسعود پبلشنگ ہاؤس دیوبند